الحمد للہ علی احسانہ

کہ

کلامِ لطافت

تصنیف حضرت سند الواصلین مولانا حافظ لطافت علی صاحب قدس سرہ موسوم

دیوانِ حافظِ ہندی رح

حسب ضرورت احقر محمد منعم عفی عنہ نبیرہ و سجادہ نشین

درگاہ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان الیکٹرک پرنٹنگ ورکس دہلی

برسوں لگی ہوئی ہیں جب مہر مہ کی آنکھیں
تب کوئی ہم سا صاحب، صاحبِ نظر بنے ہے

میر تقی میرؔ



Pdf By, Misken Mazhar Ali Khan

Cell No,00966590510687

اعلان

جن لوگوں نے حضرتِ مخدوم قدس سرہ کے کلام سے لطف اُٹھایا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ آپ کا فارسی کلام بالخصوص کس پایہ کا ہے۔ ابتک حضرتؒ کی دیوان بجز خاص خاص نظروں کے عام خدام سلسلہ کی آنکھیں مشتاق دیدار ہو کر ترستی ہی رہیں۔ قلمی نقلیں متعدد ہوئیں مگر ایک ضخیم دیوان کی نقل آسان کام نہ تھا۔ اسلئے کل دیوان کے مطالعہ سے خدام کو محرومی رہنے کی وجہ سے جو دلتشنگی ہے اُسکا احساس ہر کوئی کر سکتا ہے۔ میں نے اسی کو محسوس کر کے کل دیوان کو طبع کرانے کا عزم کیا ہے تاکہ عام لوگوں کی دیرینہ آرزو پوری ہو سکے۔ لیکن اس میں جو کچھ مالی مشکلات ہیں اسکا اندازہ واقفین ہی کر سکتے ہیں۔ کل دیوان کا ایک ساتھ طبع کرنا میری استطاعت سے باہر تھا اسلئے نصف حصہ یعنی حصہ اردو کو اول طبع کیا گیا جو اسوقت آپ کے سامنے ہے۔ اس کے شائع ہو جانے کے بعد ہمارے لئے مصارف میں سہولت ہو جائیگی پھر انشاء اللہ حصہ فارسی کے اور ایک پر اسرار مثنوی کے طبع کرنے میں جو رکاوٹ ہے رفع ہو جائیگی۔ اس لئے جملہ شائقین اور خدام سلسلہ کا خصوصیت کے ساتھ فرض ہے کہ وہ اس حصہ کی اشاعت میں سعی بلیغ فرمادیں تاکہ دیگر تصانیف شیخ کے میدان ظہور میں جلوہ گر ہونے کے لئے رستہ صاف ہو جائے۔ جملہ فرمائشیں پتہ ذیل پر بھیجنی چاہئیں۔

محمد منعم خلف مولوی حکیم بشیر احمد صاحب مرحوم

دیوبند ضلع سہارنپور محلہ دیوان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الالف

آباد رہے ساقی دائم ترا میخانہ
ایک جام محبت کا ہمیں بھر کے پلانا

کوئی بھی تری بزم میں محروم نہیں ہے
کیا ضد ہے مری ساتھ جو کرتا ہے بہانا

تو شاد رہو پیارے آباد رہو تم
عاشق کا ہنر ٹھہرا ہے ہستی کا مٹانا

جب حسن خداداد ہے معیار تمہارا
جو چاہو کرو سہل ہے عاشق کا ستانا

کافر ہوں سو تیرے جو میں آپ کو دیکھوں
ہستی سے مری تیری محبت کا نشانا

تم مسند خوبی پہ رہو جلوہ نما یار
بے نام و نشاں ہو گیا مشتاق دیوانا

حافظ تری ہستی ہے حجاب رخ دلبر
جس طور کہ ہو اس کو مگر خوب ہٹانا

اے باد صبا کوچۂ دلدار میں جانا
احوال مرے درد کا تو جا کے سنانا

یوں کہنا کہ مرتا ہے ترا عاشق بیمار
مر جاوے گا فرقت میں وہ بیمار دیوانا

بیمار محبت کا چراغ سحری ہے
دیدار دکھا اس کو عیادت کا بہانا

گر تجھ کو خبر نہیں ہے تو آ جلد خبر لے
اچھا نہیں ہوتا ہے میاں ایسا ستانا

ہے منتظر شربت دیدار وہ تشنہ
ایک جام محبت کا اسے بھر کے پلانا

ہے آخری دم میں میاں احسان تمہارا
ٹک دیکھ لو اک بار جو پھر چاہو نہ جانا

حافظ تجھے کہتے نہ تھے ہم دل نہ لگا تو
یہ وقت وفا کا نہیں تنگ ہے زمانا

ہم نے تری الفت میں بہت خاک کو چھانا
ہر چند کہا تجھ سے مگر تو نے نہ مانا

سب عمر گرانمایہ مصیبت میں گنوائی
الفت میں تری ہم نے دل و جان ضحانا

یہ ضد ہی جو دیکھا دل بیمار گرفتار
کرتا ہے تو سو بار بھلا زلف میں شانا

پامال محبت ہے مرا یہ دل ناداں
کیا فائدہ ہے یار مرے دل کا جلانا

ہم عشق کے میداں میں قدم پیچھے نہ ڈالیں
گو دشمن جاں ہووے مرا سارا زمانا

یہ کوئی محبت ہے نہیں صومعہ زاہد
آسان نہیں عشق کے میدان میں آنا

حافظ تجھے آسان ہے اب جان کا دینا
اچھا نہیں ہے عشق کے میدان سے جانا

عشق کے ہاتھوں سے عالم کیا کیا ویران ہو گیا
اک زمانہ اس کی نیرنگی سے حیراں ہو گیا

سوئے میخانہ جو گذرا بس اچانک ایک دن
دیکھ میخواروں کو واعظ کیا پشیماں ہو گیا

سیکڑوں داغ محبت جب کہ کھائے عشق میں
سینۂ عشاق تو رشکِ گلستاں ہو گیا

کوچۂ جاناں سے غافل ہے یہ زاہد سر بسر
عشق سے عاشق کو وہ جنت کا بستاں ہو گیا

پہنچا بت خانہ کو حافظ از طفیلِ شہ نظام
سجدہ پیشِ بت کیا کیسا مسلماں ہو گیا

ناگہاں دل اس پری رو پر جو شیدا ہو گیا
شعلۂ عشقِ صنم بس دل میں پیدا ہو گیا

رفتہ رفتہ پہنچی یہ نوبت عزیزاں ان دنوں
عقل سب جاتی رہی اور ایسا سودا ہو گیا

زہد و تقویٰ سب گیا عشقِ بتِ کافر میں آہ
دین و ایماں کب رہا جب کفر برپا ہو گیا

رات دن گذرے ہے میرا دورِ ساغر میں بھلا
ایک نظر سے یار کی یہ فتنہ برپا ہو گیا

عشق نے کیسا کیا دیکھو مجھے وحشی مزاج
چھوڑ آبادی کو بس جا کے صحرا ہو گیا

یہ دلِ وحشی مرا قابو میں میرے کچھ نہیں
رات دن ہجرِ صنم میں دشت پیما ہو گیا

در گہِ پیرِ مغاں پر سر کو رکھ دے حافظا
دشمنِ جاں گو کہ تیرا سب زمانا ہو گیا

مقتلِ شہدا میں کل قاتل خراماں ہو گیا
مردہ زندہ ہو گئے محشر نمایاں ہو گیا

ہجر میں اُس گل کے صدہا بلبلیں برباد تھیں
باغ ویراں دل کا اُن کے سب گلستاں ہو گیا

کیا کہوں عاشق نوازی اُس سراپا ناز کی
جو کہ مفلس بے نوا تھا وہ سلیماں ہو گیا

جو دلِ پژمردہ تھا یارو فراقِ یار میں
اِک تجلی اُس رُخ کی مہرِ درخشاں ہو گیا

ناصحِ ناداں جو کرتا تھا ملامت رات دن
دیکھ کر اس حال کو کیسا پشیماں ہو گیا

واہ واہ اقبال کیا ہے عشق کے سلطان کا
وہ دلِ عشاق دیکھو عرشِ رحماں ہو گیا

یہ ملامت اور ندامت حافظِ رسوا کی آج
حق میں اُس کے دیکھ لو چوں درسِ قرآں ہو گیا

طاقِ محرابِ خدا خمِ ابروئے دلدار کا
سجدہ گاہِ عاشقاں کوچہ ہے اپنے یار کا

کشتۂ ناز و ادا ہوں بسملِ تیغِ نگاہ
تیر کا گھائل نہیں زخمی نہیں تلوار کا

کر دیئے خمخانہ خالی دورِ بزمِ یار میں
منتظر ہوں ایک نظر اُس ساقیِ سرشار کا

منہ تو دیکھو بوعلی اور طبِ جالینوس کا
گر وہ پکڑے ہاتھ آ کر عشق کے بیمار کا

ایسا آنکھوں میں مرے چھایا ہو حُسنِ دلربا
ہر طرف پیدا ہے یارو جلوہ روئے یار کا

کافرِ عشقِ صنم ہے ملت و مذہب سے دُور
سب سے ہے آزاد جو ہے طالب اُس دیدار کا

چل خراباتِ مغاں کو حافظِ رسوا شتاب
وہاں نہ کچھ جھگڑا نہیں ہے کافر و دیندار کا

طالب ہوں نہیں میں تو کسی گنج و گہر کا
ہوں منتظر اک تیری محبت کی نظر کا

ہم بھول گئے جنتِ فردوس کو پیارے
جب گذرا مری آنکھ سے نقشہ ترے گھر کا

ہستی ہے مری یارو حجابِ رُخِ دلبر
کچھ اور نہیں پردہ نہ دیوار نہ در کا

مے ایسی پلا مجھ کو ذرا ساقیِ سرشار
کچھ ہوش رہے مجھ کو نہ پھر پا کا نہ سر کا

دن رات سے پرواز محبت کی ہوا میں
محتاج نہیں ہوں میں کسی بال نہ پر کا

عشاق نہیں رکھتے خبر نیک نہ بد سے
یاں فرق نہیں کچھ بھی ذرا قند و زہر کا

مسجد سے نکل راہیِ میخانہ ہو حافظ
کچھ خطرہ نہ لا دل میں وہاں خیر نہ شر کا

نیم جاں بسمل ہوں میں اُس شوخ کی شمشیر کا
جس کے آگے بس نہیں چلتا ہے کچھ تقدیر کا

ہوں گرفتار اسیرِ زلف کافر نا سمجھا
ہم نہیں ممنون اُس کی بندِ افسون اور تزویر کا

منکرِ عشقِ صنم ہو جائیں محرومی سے تو
جبتلک دیکھا نہیں حسن اُس بُتِ بے پیر کا

میں ہی کچھ تنہا نہیں ہوں کشتۂ ناز و ادا
ایک عالم دیکھو بسمل ناوک و شمشیر کا

زاہدا مزدِ ثواب آخرت جانے ہے تو
بعد شب نازاں ہے تو بس نیم و بسم پیر کا

عشقِ حق کچھ اور ہے امید جنت اور ہی
عاشق مولا نہیں عاشق کسی تصویر کا

حافظا عشاقِ حق ہیں در صلوٰۃ دائموں
اُن کو اندیشہ نہیں تعجیل اور تاخیر کا

کشتہ ہوں میں اُس یار کی شمشیرِ نظر کا
کچھ خوف نہیں مجھ کو رہا نارِ سقر کا

یہ حسنِ خداداد ہے یا نورِ خدا ہے
کچھ حوصلہ ہرگز نہیں یاں شمس و قمر کا

زاہد ہمیں خواہش نہیں کچھ خلد و جناں کی
ہے نقشہ مرے دل میں کھنچا یار کے گھر کا

جز یار کے ہم دل میں نہیں رکھتے ہیں واللہ
واعظ کی طرح عشق نہ کچھ گنج و گہر کا

صدمات زمانہ کے جو حافظ نے اُٹھائے
غم خانۂ دنیا سے ارادہ ہے سفر کا

کشورِ دل میں الٰہی شور یہ کیسا ہوا
سینۂ سوزاں میں میرے حشر سا برپا ہوا

نرگسِ جادو صنم ہے یا ہے افسونِ خُدا
جس کی ایک نیم نظر سے فتنہ یہ پیدا ہوا

بزم میں اُس کی جو گذرا اتفاقاً ایک روز
ناصحِ بیدرد بھی بس والہ و شیدا ہوا

جب نقابِ زلف اُٹھایا کیا کہوں اسوقت یار
ہم پہ کیا کچھ گذرا اُس دم کیا ہوا کیسا ہوا

پی کے ہم ایک جامِ مے ایسے ہوئے مست و خراب
کوچہ و بازار میں مستی کا ایک چرچا ہوا

ننگ و ناموس ہو گیا برباد الفت میں سبھی
عاشقِ بدنام ایسا عشق میں رسوا ہوا

جب کیا سجدہ میں بت کو ہنس کے بولا وہ صنم
حافظِ بدمست کافر ہو گیا اچھا ہوا

جب سے میں اُس بتِ کافر کا گرفتار ہوا
جان و ایمان دیا دل سے طلبگار ہوا

کھل گیا بھید قیامت کا عزیزو جس دم
چہرہ اُس شوخ کا میداں میں نمودار ہوا

کس کا ہے تاب و تواں دیکھے جمالِ دلبر
ایک جھپکی تھی کہ ہر کوئی طلبگار ہوا

کوئی باقی نہ رہا بزم میں دلبر کی مگر
جام پی پی کے عجب بیخود و سرشار ہوا

کل جو کرتا تھا نصیحت ہمیں ناصح ناداں
آج دیکھو کہ وہ رسوا سرِ بازار ہوا

بزم رنداں میں اچانک کہیں پہنچا مُلّا
کچھ نہ بن آئی بہت وہاں پہ وہ لاچار ہوا

مر گئے سیکڑوں ہی چاہ میں اُس شوخ کی یہاں
ایک حافظ ہی نہیں اُس کا خریدار ہوا

روز و شب حیرت میں ہوں میں ایسا حیراں کیوں ہوا
دل میرا بیزار از گبر و مسلماں کیوں ہوا

گر نہیں ہوں میں اسیر اُس طرّۂ خمدار کا
ناصحا ہاتھوں سے تیرے پابجولاں کیوں ہوا

گر نہ دیوانہ ہوں میں عشقِ صنم میں ہمدمو
زاہدِ ناداں مجھ کو دیکھ خنداں کیوں ہوا

ہے گلستانِ الٰہی سینۂ عشاق کا
ورنہ میرا دل بھلا رشکِ گلستاں کیوں ہوا

میں گرفتارِ بلا ہوں زلفِ کافر کیش کا
اور نہیں تو دل مرا ایسا پریشاں کیوں ہوا

دیکھ میرے حال کو حسرت سے بولا وہ صنم
مبتلا دامِ بلا کا ہائے ناداں کیوں ہوا

شیخ کی مجلس میں کل چرچا یہی تھا دوستو!
حافظِ بیچارہ یارو خانہ ویراں کیوں ہوا

شعلۂ عشقِ بتاں دل میں مرے روشن ہوا
اس لئے صحرا بیاباں اب مرا مسکن ہوا

اشک خوں میں عاشقوں کے تا بہ غیروں کو نہیں
حائل اُس سوزِ دروں کا میرا ہی دامن ہوا

کی نصیحت ناصحِ ناداں نے عشقِ یار سے
مثلِ شیطاں راہِ حق سے کیسا وہ رہزن ہوا

داغہائے رنج و غم کھائے جو ہم نے ہجر میں
سینۂ بے کینہ میرا رشکِ صد گلشن ہوا

ہوں شہیدِ سرمئی آنکھوں کا اُس کی ہمدمو
سائباں مدفن پہ میری یہاں گلِ سوسن ہوا

جب شہیدِ ناز اُس کا ہو گیا پامالِ عشق
زمرۂ ملکوت میں بھی نوحہ اور شیون ہوا

ہو گیا حافظ غلاموں میں شمار اُس کے دلا
جب کہ وہ طوقِ غلامی حلقۂ گردن ہوا

کچھ نہیں بھاتا ہے ہم کو عشق جاناں کے سوا
دل نہیں جاتا نہیں ہے کوئی جاناں کے سوا

ہے مشبک سینہ میرا ٹکڑے ٹکڑے ہے جگر
کس نے زخمی کر دیا ہے تیر مژگاں کے سوا

یہ دلِ وحشی مرا کب تھا مقید ایک جا
کون کرتا قید اس کو زلفِ پیچاں کے سوا

کیا ہے رندی اور شوخی اس سراپا ناز کی
شغل کچھ اس کو نہیں ہے تیر و پیکاں کے سوا

زاہدا یہ زہد تیرا بس تجھے ہووے نصیب
کچھ نہیں رکھتے ہیں عاشق سینہ بریاں کے سوا

خاک ہیں جنت کے موتی دیدۂ عشاق میں
دولتِ پائندہ کیا ہے دیدۂ گریاں کے سوا

سر کو رکھ دے ہاتھ پر پھر عزم کوئے یار کر
وہاں نہیں زیبا ہے حافظ تحفۂ جاں کے سوا

ناگہاں دل ہو گیا اس رخ پہ مائل ہے یہ کیا
ہے رواں آنکھوں سے دریا بے تامل ہے یہ کیا

چل رہا ہے دور ساغر جب کہ تیری بزم میں
ساقیا میرے لئے اتنا تغافل ہے یہ کیا

یاالٰہی کس کی ہیں تیر مژہ کاری لگی
ٹکڑے ٹکڑے ہے جگر اور سینہ گھائل ہے یہ کیا

ایک عالم ہو گیا سیراب دورِ بزم میں
ناصح بیہودہ جو ہوتا ہے بدول ہے یہ کیا

صد ہزاراں بے نوا مفلس تونگر ہو گئے
زاہد ناداں ہے اس دولت سے غافل ہے یہ کیا

جو کہ تھے دیوانہ شیدا پہنچے کوئے یار میں
رہ گیا محروم وہ ہشیار عاقل ہے یہ کیا

بے نیازانہ ایسا ہی ہے وہ نازنیں آتش مزاج
حافظا اس بات میں تجھ کو تامل ہے یہ کیا

عشق جب مذہب ہوا پھر کفر کیا اسلام کیا
جب گیا دل ہاتھ سے پھر چین کیا آرام کیا

دین و مذہب چھوڑ کر کی بت پرستی اختیار
بت کا جب بندہ ہوا پھر اب خدا سے کام کیا

جب ملا حاضر خدا غائب خدا سے کیا غرض
ساجد و مسجود حاضر نامہ کیا پیغام کیا

عمر ساری ہو گئی صرفِ یجوز و لا یجوز
تھا مقید دین مذہب امر اور احکام کیا

عشق پرستی جانتا تھا یہ دلِ ناداں جبھی
حق سے غافل تھا محض اسلام کا تھا نام کیا

بردرِ میخانہ پہنچا پی کے ایک جام مدام
مست ایسا ہو گیا وہاں عقل کا ہے نام کیا

مست لایعقل ہے حافظ بردرِ پیر مغاں
ناظرِ حق ہر زماں سے صبح کیا اور شام کیا

ناگہاں پیر مغاں یعنی غنی الاغنیا
اک طرف سے خلق پر کرنے لگا انعام کیا

دیکھا جب مخلوق کو خیال سے اپنے بے خبر
رحم اس کو آگیا رو سے کیا اکرام کیا

مُغ بچہ کو کر درست اور بتکدہ آراستہ
ایسا حکمت سے بنایا عقل کا ہے کام کیا

یہ ہوا منظور اُس کو ساجد سب خلق ہو
ہر کوئی آوے یہاں پھر خاص کیا اور عام کیا

اس لئے میخانہ بھی برپا کیا بازرق و برق
جس میں سب بادہ صراحی شیشہ کیا اور جام کیا

وہ شرابِ صابری جو تیز تند و سُرخرو
ایک جُرعہ جو کہ پیوے عرش سے پھر کام کیا

میکدہ میں پی کے مے پھر ساجد بُت ہوا
قادری الصابری ہے عاشق گلفام کیا

آہنی جو بند تھی سب کھل گئی وہ فضل سے
قید سب جاتی رہی آغاز کیا انجام کیا

آفتاب ملکِ وحدت جب ہوا تاباں دلا
ظلمتِ کثرت کہاں ہے صبح کیا اور شام کیا

نیک و بد اور خیر و شر جھگڑے جو ہیں عالم میں یار
ایک دم میں اڑ گئے وہ کفر اور اسلام کیا

اختلافِ جملہ ادیان دل جاتا رہا
صلح کل ایسی ہوئی اس جنگ کا ہے نام کیا

کھل رہا ہے فضل کا دروازہ اب تو حافظا
فضل رحمت ایسی برسی کفر کیا اسلام کیا

ہو چکے ہم بُت کے بندے اور سے پھر کام کیا
عشق جب مذہب ہوا پھر کفر کیا اسلام کیا

زہد و تقوی جبتلک تھا جام مے سے بے خبر
جب کہ پہنچا میکدہ میں ننگ کیا اور نام کیا

ساقیِ سرمست نے جب دم پلایا جامِ مے
بے خبر سب سے ہوا اب پھر حیا کا کام کیا

نیک و بد اور خار و گل یکساں ہیں پیشِ عاشقاں
غیر دلبر کچھ نہیں پھر مدح کیا دشنام کیا

پیچ و تابِ زلفِ ابتر جب کہ ٹھہری رات دن
عاشقانِ زار کو پھر گردشِ ایام کیا

میکدہ میں جب تلک پہنچا نہیں محروم ہے
دست ساقی جب اٹھا پھر شیشہ کیا اور جام کیا

میکدہ میں رات دن حافظ جو تو بدمست ہے
ہے مہرباں تجھ پہ تیرا ساقیِ گلفام کیا

عشق کی اقلیم میں ہے چین کیا آرام کیا
کار بارِ عشق میں آغاز کیا انجام کیا

عشق کے مذہب میں سب شیخ و برہمن ایک ہیں
کافر خود کام کیا اور مومن خوش کام کیا

ہے نہیں کوئی بچا اُس قہرمانِ عشق سے
عابدِ اصنام کیا اور زاہدِ خود کام کیا

جملہ ادیان و ملل جو ہیں ظہورِ عشق ہے
کعبہ کیا اور دیر کیا فرجام نافرجام کیا

ناصحِ ناداں جو غوغا کرتا ہے عشاق سے
بے خبر ہے عشق سے عاشق کو ہے الزام کیا

جب کہ آوے دور میں ساقی کا وہ جامِ شراب
پوچھ وہاں کس کی رہے پھر شیشہ کیا اور جام کیا

سر بسجدہ پیشِ بت رہتا ہے حافظ ہر زماں
بُت پرستی کے سوا کافر کو ہے بس کام کیا

کہہ نہیں سکتے ہیں ہم حالِ پریشاں اپنا
کچھ عجب ڈھنگ کا ہے یہ دلِ ناداں اپنا

بارشِ اشکوں سے دن رات ہی دریا جاری
ہے رواں آنکھوں سے اے ہمدم طوفاں اپنا

پند کیا دیتا ہے اے ناصحِ ناداں ہم کو
دیدۂ گریاں دلِ بریاں ہے یہ ساماں اپنا

ہوسِ جنتِ فردوس تجھے ہے زاہد
کوچۂ یار ہے یاں روضۂ رضواں اپنا

سیرِ گلشن کی تجھے کیا ہے تمنا حافظ
سینہ پر داغ ہے یہ رشکِ گلستاں اپنا

پا بزنجیرِ جنوں ہے دلِ نالاں اپنا
جز ملامت و جنوں کچھ نہیں ساماں اپنا

شکوۂ بیداد و جفا گرچہ نہ لایق تھا ہمیں
لیک قابو میں نہیں ہے دلِ حیراں اپنا

معتقدِ دیر و حرم کچھ بھی نہیں ہیں ہم تو
یہاں کوئی دوست نہیں گبر و مسلماں اپنا

حیف ناقوسِ کلیسا سے نہ آوازِ حرم سے
کچھ بھی حاصل نہ ہوا طفلِ دبستاں اپنا

ایک مدت حرم و دیر کے تھے ہم پابند
وہ جو دیکھا تو عجب حالِ پریشاں اپنا

گدا ناگہ بخراباتِ درِ پیرِ مغاں
شاد و خنداں ہوا دلِ زار و پریشاں اپنا

جب کہ حافظ ہوا مقبولِ خرابات دلا
پھر تو تسبیح و مرقع نہیں شایاں اپنا

غیر رندی نہیں اے دوستو ساماں اپنا
جز ملامت کے نہیں لایق و شایاں اپنا

ہاں دگر ہم کو نہیں کچھ بھی تمنا ہم کو
گوہرِ اشک سے پر جیب ہے داماں اپنا

رات دن کرتے ہیں اُس رخ کا نظارہ ہم تو
ذکر و تسبیح بھی ہے یہی قرآں اپنا

صومعۂ و خلوت زاہد سے ہیں محفوظ عشاق — سب سے بہتر ہے انہیں گوشۂ ویراں اپنا
سجدہ گاہِ دلِ عشاق خراباتِ مغاں — ہے الگ سب سے میاں مشربِ و ایماں اپنا
نارِ دوزخ کی نہ بجھے جس سے ارے او مُلّا — جو کہ رحمت سے ہے رواں دیدۂ گریاں اپنا

حافظ شاد ہو بر رغمِ حسودِ ناداں
کسقدر تجھ پہ مہربان ہے جاناں اپنا

جاناں تجھے گھر غیر کے جانا نہیں اچھا — اسواسطے کہتا ہوں زمانہ نہیں اچھا
ہو رُخ کو چھپاتے ہو مگر زلف بہانہ — عشاق سے پھر ایسا بہانہ نہیں اچھا
کیا ہجر کی آتش میں جلاتے ہو پیارے — مردہ کو مسلماں کے جلانا نہیں اچھا
ہے لُطف ترا عام مرے نام سے نفرت — بیچارہ کو بس ایسا ستانا نہیں اچھا

حافظ سا تو بدنام زمانہ میں نہیں ہے
ہم کہتے نہ تھے دل کا لگانا نہیں اچھا

کیوں جی کیا وہ مقتلِ عشاق میں آج آئیگا — لاشۂ شہدا پہ کیا رنجہ قدم فرمائیگا
ہووےگی برپا قیامت اس کے سروِ ناز سے — قامتِ سروِ سہی جنبش میں جب آجائیگا
منہ تو دیکھو قُم باذن اللہ کہنے کا یہاں — قُم باذنی ذرہ ذرہ اب یہاں فرمائیگا
ایک ٹھوکرِ ناز سے یہاں اس کے باللہ العظیم — زندہ ہو ویگا جہاں عیسیٰ کا منہ پھر جائیگا
دام میں زلفِ سیہ کے ہیں اسیرانِ بلا — سب رہائی پائیں گے جب زلف وہ سلجھائیگا
ایک زمانہ ہو ویگا بس کشتۂ زہرِ بلا — مارِ کاکل رُخ پہ اس کی جس گھڑی لہرائیگا

تسبیح کی توبہ عزیزو مےخوری حافظ کا حال
حشر کے میدان میں پیش خدا کھل جائیگا

جز تصوُّر کون اُس جانِ جہاں تک جائیگا — کون ہے ایسا بھلا جو وہ وہاں تک جائیگا
اس کا عاشق قبر میں بھی جب کریگا شور و غل — دود وہ اس کی آہ کا بس آسماں تک جائیگا
عاشقِ دیدارِ جاناں کعبہ کیا جائے گا یار — ہاں اگر جائیگا تو دیرِ مغاں تک جائیگا
اُٹھتا ہے بے بال و پر یہ ناصحِ ناداں مگر — دیکھتے ہیں ہم بھی اس کو یہ کہاں تک جائیگا

طائرِ وحشی مرا گر دام سے چھوٹے تو کیا
ہے نہیں امید مجھ کو آشیاں تک جائیگا

منبر و مسجد میں ہے مصروف واعظ بیخبر
منہ بگڑ جاوے گا گر کوی بتاں تک جائیگا

حافظ رسوا کہیں جاتا نہیں جز کوئے یار
اور اگر جاوے گا تو پیرِ مغاں تک جائیگا

غلبۂ گریہ سے گر اشکِ جنوں چل جائیگا
سربسر آنکھوں سے وہ رازِ دروں کھل جائیگا

یہ سکوتِ عاشقاں اور شور و غل نادان کا
ہے یہ اسرارِ محبت گر کہوں کھل جائیگا

عقدۂ مشکل ہے اس کے زلف و گیسو میں پڑا
جام مے پینے سے اے اہلِ جنوں کھل جائیگا

ناصح ناداں سے ہے رمزِ کاف و نوں سے بیخبر
خدمتِ رنداں سے سرِ کاف و نوں کھل جائیگا

عقل و دانائی ہے حافظ بس حجابِ راہِ حق
پردہ جب جاتی رہی عقلِ زبوں کھل جائیگا

ہے رشکِ ارم سینۂ بریان ہمارا
ہے بیتِ صنم یہ دلِ حیران ہمارا

جس گھر میں سوا یار کے کچھ اور نہیں ہے
وہ خانۂ خدا ہے دلِ ویران ہمارا

کیا جنت و فردوس لئے پھرتا ہے زاہد
ہے کوئی صنم بندۂ رضوان ہمارا

کیا خوب تماشا ہے عجب سرِ نہاں ہے
منکر ہے سدا ناصح نادان ہمارا

یہ کون و مکاں تنگ ہے ہمت میں ہماری
ہے اس سے پرے عشق کا میدان ہمارا

جب جلوہ نما یار ہے دل میں ہے حافظ
سلطانِ جہاں آج ہے مہمان ہمارا

ہے وقفِ بتاں یہ دل و ایمان ہمارا
جز عشقِ بتاں کچھ نہیں سامان ہمارا

زاہد تجھے ہے خلدِ بریں لائق و زیبا
وہ کوچۂ دلدار ہے شایان ہمارا

یہ ناصح نادان جو بیزار ہے ہم سے
پیچھے سے کرے گا بہت ارمان ہمارا

ہم عشق کے بندہ ہیں نہ کافر ہیں نہ مومن
بس عشقِ صنم دین ہے ایمان ہمارا

اس عشق کی دولت سے ملائک بھی ہیں محرم
کیا جانے کوئی حال پریشان ہمارا

ہم حسنِ خداداد کے ہر وقت ہیں ناظر
مصحف ہے یہی اور یہی قرآن ہمارا

حافظ تجھے کیا خلد بریں کی ہے تمنا
ہے کوچۂ دلدار گلستان ہمارا

ہم نے دنیا میں آکے کیا دیکھا
عمر بھر دل کو مبتلا دیکھا

دامِ الفت بچھے ہوئے دیکھا
دل کو اپنے پھنسا ہوا دیکھا

خوابِ غفلت تھی زندگی اپنی
اس میں ہرگز نہ کچھ مزا دیکھا

جب کھلی آنکھ اور ہوش آئے
سارے عالم کو بے وفا دیکھا

جنکو ہم جانتے تھے دوست عزیز
اپنے مطلب کا آشنا دیکھا

ناگہاں ہو گیا گذر میرا
میکدہ کا جو در کھلا دیکھا

جا کے دیکھا تو ساقیِ سرشار
مے پلاتا ہے برملا دیکھا

دور میں تھا جو جام وحدت کا
عام فیض اس کا بے ریا دیکھا

دورستان بادۂ وحدت
جس کو دیکھا تو باصفا دیکھا

چل رہا تھا جو دور ساغر کا
بادہ نوشی کا ایک مزا دیکھا

ایک گوشہ میں مجھ سے مسکین کو
بے نوا مفلس و گدا دیکھا

اپنے جاہ و جلال کی غیرت
آئی ساقی کو آنکھ اٹھا دیکھا

جام مے کا عطا کیا مجھ کو
اور افیون پھر کھلا دیکھا

مے کے پیتے ہی یار و مفلس نے
کچھ عجب دولت و غنا دیکھا

ساری محفل تھی بادہ نوشوں کی
جس کو دیکھا تو خوش ہوا دیکھا

گیا کہیں کچھ کہا نہیں جاتا
بزم میں اس پری کے کیا دیکھا

ہو گئے بیخود جدہر کو دیکھا یار
بخدا نور مصطفےٰ دیکھا

سارے عالم میں ذرہ ذرہ کو میں
یار کو ہم نے جابجا دیکھا

بیوفا جس کو ہم سمجھتے تھے
عینِ دلدار باوفا دیکھا

یہ وفا بے وفا تو جھگڑے ہیں
کہیں کچھ بھی نہ جز خدا دیکھا

سارے عالم کے قصے جھگڑوں میں
ایک ہی سب کا مدعا دیکھا

مومن و کافر و سعید و شقی
سب کا منہ جانب خدا دیکھا

عین وحدت جو دیکھی یہ کثرت
جلوہ آرا وہ دلربا دیکھا

غیر واحد نہیں نظر میں میری
ہر جگہ اپنا مدعا دیکھا

حافظا گلشن دو عالم میں
تیرے ہی گل کو بس کھلا دیکھا

تمہاری بزم طرب میں جاناں عجب طرح کا حساب دیکھا
ادھر تو عریاں پڑا ہے زاہد ادھر کو واعظ خراب دیکھا

نہ دیکھا ہم نے کوئی بھی ایسا تمام عالم میں آ کے پیرو
جو تیری مجلس میں آن پہنچا نہ اپنے دل کو کباب دیکھا

جو شیخ و واعظ کریں تھے دعویٰ خدا پرستی کا آج انہوں نے
بزم رندانِ پاکبازاں بہت سا کچھ پیچ و تاب دیکھا

بہ جستِ دنیا تو ہے پشیماں سمجھ تو واعظ حقیقت اس کی
یہ سب ہے دھوکا طلسم عالم جہاں جو دیکھا سو خواب دیکھا

اگرچہ جزء ہے دریا کا کل ہے یہی ہے قطرہ یہی ہے دریا
ظہور عالم کا ہم نے حافظ تمام مثلِ حباب دیکھا

جو ہم نے کوچہ و بازار دیکھا
بہر سو جلوۂ دلدار دیکھا

یگانہ اور بیگانہ سبھی کو
شراب عشق سے سرشار دیکھا

بدیر و کعبہ سر مارا بہت سا
کہیں کچھ بھی نہ جز ادبار دیکھا

خدائی بھر میں وہ دولت نہ دیکھی
جو فیضانِ درِ خمار دیکھا

بہ یمنِ شہ نظام پیرِ وحدت
پر از حق یہ در و دیوار دیکھا

نہیں محرم کہوں کیونکر خدایا
نظر سے دل سے جو اسرار دیکھا

بجز عشاق کے دنیا میں حافظ
جسے دیکھا تو بس مردار دیکھا

اس یار کو نہ شمع نہ پروانہ میں دیکھا
بستی میں نہ جنگل میں نہ ویرانہ میں دیکھا

سر مارا بہت دیر و حرم میں تو شب و روز
مسجد میں نہ کعبہ میں نہ بتخانہ میں دیکھا

ٹکرایا بہت سر کو عبادت میں خدا کی
لیکن نہ خدا معبد و بتخانہ میں دیکھا

جب تک میں رہا ڈھونڈتا پھرتا تھا خدا کو
جب میں نہ رہا یار کو خود خانہ میں دیکھا

میں اُس میں ہوں وہ مجھ میں مگر جلوہ کناں ہے — یہ لطف محض عشق کے میخانہ میں دیکھا
اس روشنی میں شمع نے دیکھا ہے خدا کو — پروانہ نے دیکھا ہے تو جل جانے میں دیکھا

حیران و پریشان تو پھرتا ہے جو حافظ
کچھ تو نے مزا خون جگر کھانے میں دیکھا

دلدار کو میں عشق کے میخانہ میں دیکھا — ہر کار میں ہر بار میں خمخانہ میں دیکھا
یہ نقشہ کہیں ساری خدائی میں نہ دیکھا — ساقی جو مزا ایک تیرے پیمانہ میں دیکھا
ایک گھونٹ کے پیتے ہی جو پھر دیکھا خدا کو — ہر بال میں ہر خوشہ میں ہر دانہ میں دیکھا
حاصل نہ ہوا خضر کو ایک ذرہ بھی اُس سے — جو ہم نے مزا جینے سے مرجانے میں دیکھا
اُس زلفِ معنبر نے بنایا مجھے کافر — کیا خوب مزا زلف کے بل کھانے میں دیکھا
کیا زہد و عبادت سے لئے پھرتا ہے تو زاہد — یہ سارا مزا دل کے خلل جانے میں دیکھا

حافظ تو ہوا سارے زمانے میں جو بدنام
کیا تو نے مزا جان کے جل جانے میں دیکھا

چھا گیا عشقِ بتاں جب خاص کیا اور عام کیا — عشق کے میدان میں ان زاہدوں کا کام کیا
درگہِ پیرِ مغاں برتر ہے عرش و کرسی سے — عقل کل حیران ہے وہاں عقل کا ہی نام کیا
دور ہو ہستی سے اپنی دیکھ میخانہ میں آ — لطف کیا کرتا ہے ساقی کر رہا ہے جام کیا
اس کا ادنے لطف ہے دنیا و دین سے بیخبر — ہوتا ہے جو پیتا ہے پھر ننگ کیا اور نام کیا
رات دن رہتا ہے حاضر بارگاہِ پاک میں — ہے شہودِ حق اسے غائب سے پھر ہی کام کیا
نیک و بد اور خیر و شر زہد و صلاح سے ہوا الگ — غیر حق اب کیا رہا فرخندہ اور فرجام کیا

ہے عجب رسوائے عالم حافظِ دل خستہ تو
تجھ سے زیادہ ہے کوئی عالم میں اب بدنام کیا

ہم سے رہتا ہے الگ یار وہ دلدار جدا — حسن کا اُس کے نہیں دیکھ لو بازار جدا
سیکنوں اُس کے طلبگار ہیں عالم میں دلا — جس کو دیکھو گے وہ ہے عشق کا بیمار جدا
ہجر میں اُس کے یہاں ہوتی ہیں ہر دم واللہ — چشم سے میری سبھی اشک گہر بار جدا

رات دن لب سے مرے کچھ نہیں پیدا ہرگز
ہاں مگر ہوتی ہے یہ آہِ شرربار جدا

صدمۂ ہجر گذرتا ہے مرے دل پہ مگر
مارے ڈالے ہے مجھے وہ غمِ اغیار جدا

ایک صدمہ ہو تو جانبر ہوں عزیزو اس سے
دین و ایمان گیا دل ہے گرفتار جدا

حق نے کیا درد عنایت کیا مجھ کو حافظ
تیرے ہوتے ہیں الگ سب سے یہ اشعار جدا

جو جانے کوئی پہلے حال اس درد جدائی کا
نہ لیوے کوئی عالم میں مگر نام آشنائی کا

جسے دیکھو وہی مقتول و زخمی تیر قاتل کا
مجھے دعویٰ نہیں واللہ مگر ایک جبہہ سائی کا

مجھے گھیرے ہے جب افواج غم اسکی جدائی میں
شغل رہتا ہے ہردم پیر احمد کی دوہائی کا

مجھے کیا غم ہے دنیا میں کسی کی بس ملامت سے
مرادلبر ہے وہ ایسا کہ مالک ہے خدائی کا

خبر حافظ گدا کی جلد لو شاہِ نظامِ حق
ترے در کا گدا ہرگز نہیں محتاج شاہی کا

بندۂ صابر نہ دنیا اور دیں کے کام کا
وہ مقید کچھ نہیں ہے مست بادہ جام کا

دین و دنیا اس کے یہ دونوں ہیں چاکر اور غلام
اس کو اندیشہ نہیں ہے ننگ کا اور نام کا

بندۂ صابر ہے آزاد دو عالم بے گماں
کچھ مقیّد وہ نہیں ہے ننگ کا اور نام کا

زاہدا ہستی کو کھو کر دیدۂ عبرت سے دیکھ
چل رہا ہے دَورِ ساغر ساقیِ گلفام کا

گر میسر ہو تجھے در بزم رنداں پاکباز
جلد جا اور نوش کر ایک جرعہ ان کے نام کا

زاہد دنیا ہوا اور عشق جنت دل میں ہے
بے خبر عشقِ خدا سے زہد ہے کس کام کا

آستانہ حق ہے حافظ وہ درِ مخدوم حق
ورد رکھ دل میں ہمیشہ تو اسی کے نام کا

کشتہ ہوں میں بس چہرۂ گلفام کسی کا
زندہ کرے مجھ کو یہ ہے بس کام کسی کا

اُس نرگسِ جادو سے یہ فتنہ ہوا برپا
سب عیش گیا عشرت و آرام کسی کا

بوسہ دے جسے چاہے مری جان سی عاشق
کیا خوب مرے کوئی اور ہو کام کسی کا

زاہد تو عبادت میں خدا کی جو ہے مصروف
دیکھا نہیں دیدار لب بام کسی کا

ہستی و خودی میں تو جو بدمست ہے واعظ
ہاتھ آیا نہیں تیرے کبھو جام کسی کا

مستان مئے عشق کو کہتا ہے بُرا تو
اچھا نہیں کرنا ہے یہ بدنام کسی کا

حافِظ تو نہ کر شکوہ ملامت کا جہاں کی
رکھ وردِ زباں شوق سے تو نام کسی کا

جب سے وہ نور بسا دیدۂ حیران میں آ
عقل زائل ہوئی آتش لگی طوفان میں آ

حیف دنیا میں رہی گل نہ گلستاں سے خبر
ہم کو راحت نہ ملی یارو گلستان میں آ

زاہدا زہد میں مغرور ہے نامرد ہے تو
اور جو تو مرد ہے تو عشق کے میدان میں آ

ہے یہ نادانی تری جنت و رضواں کی ہوس
عیش چاہے ہے اگر کوچۂ جانان میں آ

بے خبر عشق سے ہے میرے وہ دلبر لیکن
زلف کہتی ہے میرے جال کو بس کان میں آ

ہے یہ گلزارِ خدا دیکھ ذرا اے ناصح
گل سے غافل ہے ارے حیف گلستان میں آ

غم نہ طوفانِ بلا سے ہے تجھے اے حافظ
دل ہوا غرق ترا چاہ زنخدان میں آ

ردیف الباء

عشق میں عشاق کو حالِ پریشاں کیا ہے خوب
کفر ہاتھ آوے جو جاوے نقدِ ایماں کیا ہے خوب

دین و دنیا چھوڑ کر حاصل ہو گر عشقِ صنم
نذر کو جاناں کی یارو تحفۂ جاں کیا ہے خوب

طالبِ دیدار کو دن رات ہووے اضطراب
بیقراری میں دلا چاکِ گریباں کیا ہے خوب

رات دن عشقِ بتاں میں زار و رسوا و تباہ
عاشقِ دلدادہ ہووے دیدۂ گریاں کیا ہے خوب

زندگی عشاق کی سوز و گدازِ جان ہے
آتشِ عشقِ صنم سے سینہ بریاں کیا ہے خوب

زاہدِ بیدرد کے زہد و عبادت سے دلا
دردمندِ عشق کی وہ آہ و افغاں کیا ہے خوب

شہ نظامِ مقتدا کے آستانہ پاک پر
حافظِ بدنام کی یہ چشم گریاں کیا ہے خوب

ظلم اور بیداد کافر نا مسلماں کیا ہے خوب
اضطرابِ عاشقِ مسکین و حیراں کیا ہے خوب

چھٹ گئے عشاق قیدِ دو جہاں سے سر بسر
پائے بندِ قید وہ زلفِ پریشاں کیا ہے خوب

پیچ و تابِ عاشقاں اندر خمِ گیسوئے یار
طرۂ طرار اور گیسوئے پیچاں کیا ہے خوب

بادہ خواری بت پرستی سے مری ای دوستو
ناصح نادان بہت ہوتا ہی حیراں کیا ہی خوب

دیکھا مجھ کو اتفاقاً ایک دن اُس شوخ نے
حال پر میرے ہوا وہ شاد و خنداں کیا ہی خوب

ہنس کے بولا یہ کہیں عاشق ہی سودائی مزاج
اس کا یہ حالِ پریشاں چاکِ داماں کیا ہے خوب

جا بجا اور کو بکو بدنام حافظ جو ہوا
قابلِ رحمت ہوا یہ ساز و ساماں کیا ہے خوب

کسقدر ہے یارو مجھ کو اضطراب
رات دن کھاتا ہوں دل میں پیچ و تاب

سوزشِ سوزِ دروں ہے اسقدر
جل نہ جائے تابش سے اُس کی آفتاب

عشق کی آتش نے پھونکا جان و تن
جل گیا سینہ جگر ہے بس کباب

گریۂ اشکوں سے ہوں طوفان میں
کچھ نہیں باقی رہا آنکھوں میں آب

شعلۂ نارِ دروں بجھتا نہیں
کسقدر ہے تیز ساقی یہ شراب

نقد امروزہ ہے عاشق کو پسند
منتظر زاہد ہے در روزِ حساب

ساقیِ جاں حضرتِ شاہِ نظام
ایک نظر رحمت کی حافظ پر شتاب

یا الٰہی کیا ہے مجھ کو اضطراب
کھاتا ہے دل رات دن کیا پیچ و تاب

کس کی الفت کی ہے آتش شعلہ زن
سینہ سے آتی ہے یہ بوئے کباب

چہرہ کس کا یا خدا پیدا ہوا
چھپ گیا جس کے مقابل آفتاب

جلوہ فرما ہووے جب میرا صنم
کیا ہی زاہد اور کہاں ہیں شیخ و شاب

عقل و دانائی ہو اور عشقِ بتاں
اُس کے آگے عقل ہے مثلِ حباب

کعبہ و بتخانہ یہ جھگڑے ہیں اور
جائی عشاقاں خراباتِ خراب

حافظا چل در خراباتِ مغاں
از طفیلِ شہ نظام عالی جناب

کیا عجب ہے کہ جو ہو عاشق بدنام خراب
یہ تماشا ہے کہ ہے زاہد خود کام خراب

نہ ملا کچھ بھی پتا شیخ و برہمن کو ذرا
دونوں ہر چند پھرے صبح سے تا شام خراب

حضرتِ عشق کی شوکت کو کوئی کیا جانے
واعظا عمر تو کھوتا ہے عبث بیہودہ
سیرِ میخانہ کی کر جا کے ذرا دیکھ تو وہاں
اپنی خود کامی میں دن رات تو ہے مست غرور

سینکڑوں ہو گئے برباد انکو نام خراب
حیف غفلت میں ہے تو غافل خود کام خراب
مست ساقی سے پڑا ساغر و مئی جام خراب
تیری نادانی سے ہے تیرا یہ سب کام خراب

حافظا زاہد بیہودہ کی ہے ایسی مثال
قصد ہے حج کا مگر جامۂ احرام خراب

زاہد و عاشق ہیں دونوں قید، مستی میں خراب
ہے مقید گردشِ گردوں میں واعظ بے خبر
ساکنانِ میکدہ دیکھے جو ہم نے آنکھ کھول
مفلس و زردار جو دنیا میں ہیں بےچین ہیں

یہ تو گمراہ زہد میں وہ عشق و مستی میں خراب
روز و شب رہتا ہے وہ بالا و پستی میں خراب
سب کے سب دن رات ہیں بادہ پرستی میں خراب
کوئی دولت میں ہر کوئی تنگدستی میں خراب

حافظا خوش حال اس کا جو کہ یہاں کچھ بھی نہ ہو
کچھ نہ چالاکِ زماں ہو اور نہ سستی میں خراب

کیسا زہد اور کیا ہے تقوےٰ کیا حساب
دل ہے مشتاقِ جمالِ گلرخاں
سینہ بریاں دیدہ گریاں خون جگر
زاہدوں کو عشق سے نسبت ہے کیا
جس کو عشقِ ساقیِ گلرو نہیں
ہے نہیں کوئی ہنر کچھ کام کا

ساقیا دیدے مجھے جامِ شراب
شہد پر جس طرح ہوتی ہے ذباب
ہے رواں آنکھوں سے جوں سیلابِ آب
زہد اس کا ہے بمانندِ سراب
وہ نہیں ہوتا ہے ہرگز کامیاب
راہ میں حق کی مگر وہ بادہ ناب

حافظِ رسوا نے ایک مدت ہوئی
طاق میں رکھدی ہیں سب علم و کتاب

کعبہ و بتخانہ کیا اور کیسا مذہب کیا حساب
ایک ادنیٰ فتنہ سازی سے تری اے ماہرو
ایک نگاہِ مست سے تیری ہیں باللہ العظیم

نرگسِ جادو سے تیرے سب کے سب ہیں بے خراب
واعظِ نادان کھاوے عاشقوں سے پیچ و تاب
صد ہزاراں بتکدہ صد مسجد و منبر خراب

جب نہ ہو [illegible] عشاق [illegible] یہ جام سے
پھر جہاں کا واعظ و ملا اور شیخ و شاب

زاہدا بہرِ خدا اس بیہودہ گوئی کو چھوڑ
راہیِ میخانہ ہو لے ہاتھ میں جامِ شراب

صومعہ پر خوں سے باہر صحبتِ رنداں میں آ
نوش کر جام و صراحی اور بادہ صاف و ناب

مثلِ حافظ کر تلاوت مصحفِ روئے صنم
عشق اور کنجِ عبادت کیسا ذکر اور کیا حساب

مستِ ازلی کو نہیں حاجت و درکار شراب
وہ اگر پیویں تو کیا کرتی ہے سرشار شراب

بادۂ وحدتِ جاناں کے جو میخوار ہیں وہ
اُن کے کس کام میں آتی ہے یہ مردار شراب

خونِ دل پیتے ہیں عشاق جلاتے ہیں جگر
ہے کباب جگر و خونِ دل اے یار شراب

عاشقِ حسنِ ازل صحبتِ غیروں سے نفور
شیخ کو ملتی ہے از صحبتِ اغیار شراب

تو نہ کس طور سے بدنام ہو دنیا میں بھلا
حافظا تو نے تو پی ہے سرِ بازار شراب

رات دن پیتے ہیں ہم بے شیشہ و ساغر شراب
ہے یہ ذوقِ عاشقاں پیویں مئی احمر شراب

واہ کیا قدرت سے نادر کیا ہے یہ اسرارِ عشق
کی میسر یار نے عشاق پر اکثر شراب

واعظ و ملا و شیخ و محتسب ہشیار ہو
حق نے کر دی ہے حرام ای غافلو تم پر شراب

وای نادانی کہ واعظ منکرِ عشاق ہے
منتظر ہے روزِ محشر کو ملے کوثر شراب

گرچہ ہم بدنام ہیں واعظ نہ کر غیبت کبھو
گوشت کھانے سے مسلماں کے ہے بہتر شراب

بھو لجاوے دو جہاں کی لذتیں ایکدم میں سب
جلوہ دکھلا دے گر اپنا وہ رخِ انور شراب

ہیں اگر بدنام و نافرجام ہوں حافظ مگر
رکھتی ہے دن رات میرا دیدہ و دل تر شراب

گھٹ گیا اُس رخ کے آگے اقتدارِ آفتاب
ہو گیا سنگِ سیہ قرص و عذارِ آفتاب

کر دیا ایک نیم نظارہ نے کارِ جاں تمام
مرغِ جاں اپنا ہوا گویا شکارِ آفتاب

اُس کفِ پا کی چمک اکبار جو آئی نظر
ہو گئی آنکھوں میں ابتر سب شمارِ آفتاب

رات کو سوتے ہوئے اس کی کفِ پا کھل گئی
ہو گیا زار و پریشاں روزگارِ آفتاب

دل ہوا روشن ترا حافظ جمالِ عشق سے
چاہیئے کیا بس تجھے اب انتظارِ آفتاب

ہمدمو گر کوی جاناں ہے عجب — سینۂ عاشق گلستاں ہے عجب
قید کرنے کو دلِ وحشی کے یار — کاکلِ مشکیں پریشاں ہے عجب
کس طرح دیکھوں میں روئی یار کو — راہ میں چاہِ زنخداں ہے عجب
کیا ہی خوش ہے یہ مری آوارگی — ہاتھ میں چاکِ گریباں ہے عجب
تھک گیا واعظ بھی وعظ و پند سے — عاشقوں سے وہ پشیماں ہے عجب
بارشِ اشکِ رواں تھمتی نہیں — روز و شب یہ چشمِ گریاں ہے عجب

سینہ بریاں دیدہ گریاں خونِ دل
حافظا یہ تیرا ساماں ہے عجب

یار ہم پر اب مہرباں ہے عجب — اور ہی کچھ اپنا ساماں ہے عجب
خود بخود امنڈی ہی ایک طوفانِ عشق — بے تکلف دیدہ گریاں ہے عجب
مارتا تھا زخم ہر دم وعظ کے — ناصحِ ناداں پشیماں ہے عجب
ایک دو ساغر ہی سے میخانہ میں کل — ہوگیا زاہد مسلماں ہے عجب
محتسب اور شیخ غافل عشق سے — کس طرح کے ہیچ ناداں ہے عجب
سن کے وعظ و پند قیل و قالِ شیخ — ہوگئے عاشق پریشاں ہے عجب

پابندِ اسلام کیوں ہو حافظا
یار خود ہے نامسلماں ہے عجب

رُخ پہ اس کے زلفِ پیچاں ہے غضب — دل مرا ہوتا ہے حیراں ہی غضب
خالِ ہندوی صنم کو دیکھ کر — ہوگئے کافر مسلماں ہے غضب
ناز و خندہ ہے شعار اُس شوخ کا — یہاں وہاں اشکوں کا طوفاں ہے غضب
ہوگئے بیچارہ لاکھوں پائمال — عشق کا یہ دیکھو میداں ہے غضب
غیروں سے ہنس ہنس کے نہ باتیں کرے — میں کھڑا نالاں و گریاں ہے غضب

شیخ ہے نازاں بسنجاب و سمور
عاشقِ مسکین عریاں ہے غضب

حافظ ہو بدنام و رسوا ملک میں
ناصح نادان خنداں ہے غضب

ردیف التاء

چہرہ کا تیرے تھا جو تصور تمام رات
رویا میں شوق میں ترے دلبر تمام رات

نقشہ ترا تھا ایسا جما میرے دل میں یار
یاد آیا مجھ کو خالقِ اکبر تمام رات

کھاتا تھا بسکہ گیسوئے مشکیں سے پیچ و تاب
ڈستے تھے مارِ زلفِ معنبر تمام رات

ظاہر میں گو جدا تھا میں اُس سیم تن سے یار
تھا میری بر میں پردہ ستمگر تمام رات

میں دیکھتا تھا اس کو تصور میں رُو برو
سینہ میں نارِ شوق تھی اخگر تمام رات

تھا محو اسقدر کہ خبر اپنی کچھ نہ تھی
تکتی تھیں آنکھیں وہ رُخِ انور تمام رات

حافظ کو جانتا ہو وہ بُت بھی کہ روز و شب
تڑپھے ہے وہ تو خاک کے اوپر تمام رات

بے چین رہتا ہے دلِ مضطر تمام رات
ایک بُت کا دھیان ہے اُسی اکثر تمام رات

پھرتا ہوں کوہ و دشت میں وحشی بنا ہوا
لگتے ہیں خار پا میں برابر تمام رات

کیا سیر ہے عزیز کہ تنہا ہوں دشت میں
دامن میں رہتے ہیں مرے گوہر تمام رات

قدرت خدا کی رات کو ناصح ہو چین سے
ہم کو ستاوے ایک بُتِ کافر تمام رات

ممکن نہیں نجات ہماری ہو تا ابد
افسوس پڑھے جو شیخ بھی ہم پر تمام رات

زاہد تو اپنے زہد و عبادت میں رات بھر
رہتے ہیں ہم تو حُسن کے ناظر تمام رات

مختار ہے وہ لطف کرے یا جفا کرے
حافظ رہے ہے صابر و شاکر تمام رات

رہتا ہوں عجب طور سے خاموش میں دن رات
ہوں جام مئے عشق سے بیہوش میں دن رات

سب بھول گئے ملت و مذہب کے یہ جھگڑے
کرتا نہیں پر عشق فراموش میں دن رات

سجدہ ہے مرا آٹھوں پہر بر درِ خمّار
اُس ساقیِ وحدت سے ہوں مدہوش میں دن رات

ہیں کیا کیا مصیبت میاں اس راہ میں ہم کو
پر عشق بتاں میں ہوں بلانوش میں دن رات

سنگبانی میخانہ سے جب ملتا ہے دلبر
حافظ کروں کیا اُس کو فراموش ہیں ذات

فہم میں آتی نہیں ہے شوخِ سنگیں دل کی بات
عاشق و معشوق کیا ہی ہو عجب مشکل کی بات

کون ہے معشوق عاشق اور کہاں عشقِ صنم
خود بخود بیخود ہے یار و مرد صاحبدل کی بات

کسکا وصل و ہجر اور کیسا ہے یہ جوش و خروش
اپنا ہی سب کام ہے اور یہ بھی اپنے دل کی بات

عابد و معبود خاک و پاک غافل ہوشیار
غیرِ حق کوئی نہیں سارے ہی ہے آل چھل کی بات

ہو نگاہِ پاک جب دیکھے وہ حُسنِ یار کو
غیرِ فہم پاک کب سمجھے کوئی کامل کی بات

عارف و معروف یہاں کچھ بھی نہیں جز ایکذات
مرد احول کچھ نہ مانے عارف واصل کی بات

غیرِ حق کوئی نہیں عالم میں باللہ العظیم
قاضی و مُلا سنیں کب حافظِ بسمل کی بات

مومن و مسلم نہ جانیں اس پری پیکر کی بات
غیر کافر کون جانے اُس بُتِ کافر کی بات

جس کو دیکھو بادۂ ہستی میں اپنی مست ہے
عاشقِ بیخود ہی جانے اُس رُخِ انور کی بات

جو کہ ہے پابندِ زلفِ کافرِ عیار کا
وہ ہی جانے خوب ہے اُس گیسوئی ابتر کی بات

جز نماز و روزہ کے کیا جانے زاہد بے وقوف
حور و غلماں کی وہ جانے کوزۂ کوثر کی بات

اہلِ تسبیح و مصلا بے خبر ہیں عشق سے
وہ نہیں جانیں بیچارہ یار ہیں بُز کی بات

مالکیانِ بچہ کش ہیں شیخ صاحب سادہ دل
حق پرستی اُن کو ہے فرزند اور دختر کی بات

کافرِ زلفِ صنم ہے حافظِ عیار رند
خوب سمجھے ہے وہی اس بیوفا کافر کی بات

ہیں سُرخ لال لال جو یہ دست و پائی دوست
خوں ہے یہ عاشقوں کا نہیں ہے حنای دوست

زاہد ترے نصیب میں حور و قصور ہے
قسمت میں عاشقوں کے ہے جور و جفائی دوست

ہے ننگ عاشقوں کو طلب کرنا خُلد کا
جنت میں کب نصیب ہے یہ خاکپائے دوست

آنکھوں میں عاشقوں کے نہیں جز جمال یار
دل میں کہاں ہے جا کہ جو ہو ماسوائی دوست

اے مُردہ دل ذرا تو لگا دل کو یار سے
کارِ مسیح کرتی ہے آوازِ پائے دوست

صد حیف عمر گذری تری وعظ و پند میں
آئی نہ لب پہ تیرے کبھو ہو و ہائی دوست

حافظ کو دین و دنیا میں ہو احتیاج کیا
وہ ہے قدیم سائلِ دولت سرائی دوست

مقتلِ عشاق ہے یا رہگذرِ کوئی دوست
رہزنِ آفاق ہے یا زلفِ عنبر بوئی دوست

شور و شر عالم میں ہے اُس حسنِ بے پایان کا
فتنہ آشوبِ جہاں ہو نرگسِ جادوئی دوست

زاہدا سجدہ ترا ہے سوی محرابِ جبین ال
سجدہ گاہِ عاشقاں طاق و خمِ ابروئی دوست

پای بندِ عشق ہے آزاد مطلق بے گماں
وہ مقید ہے بصد زنجیر زلف و موئی دوست

حلقہ سودائے جنوں ہو یا کہ زنجیر بلا
یا کمندِ عشق ہے یا طرۂ گیسوئی دوست

آرزو ہے شیخ کی حاصل کرے خلدِ بریں
عشق لیجاتا ہے ہر دم شادِ خندائی دوست

حافظا اس قیل و قالِ مدرسہ پر خاک ڈال
تجھ کو کافی ہے خیالِ طرۂ ہندوئی دوست

سوادِ ابروئے دلبر ہے بسم اللہ کی صورت
وہ بینی یار سے گویا الف اللہ کی صورت

رُخ اسکا والضحیٰ ہے آنکھ اُس کی چشمہ کوثر
سیاہی خط سے پیدا ہے کلام اللہ کی صورت

سر تا پا ہے نورِ حق مجسم وہ خدائی میں
بچشمِ عاشقاں ظاہر ہے اُس دلخواہ کی صورت

حقیقت سے ہے زاہد بیخبر افسوس صد افسوس
نمایاں ہو ہر اک شے میں رسول اللہ کی صورت

دلِ حافظ ہے دریائی حقیقت بحرِ نو پایاں
بھلا چھپتی ہے کب دریا میں یار و ماہ کی صورت

اُس بُت کی نہیں آتی ہے کچھ دھیان میں صورت
ایسی تو نہیں عالمِ امکان میں صورت

عشاق کی حالت سے تو آگاہ نہیں ہے
دیکھے ہے جو تو عاشقِ حیران میں صورت

عاشق تری فرقت میں اگر خاک اُڑا دیں
شرمندہ ہو مجنوں کی بیابان میں صورت

ای زاہدِ نادان سنبھل ہوش ذرا کر
دکھلائیگا کیا عشق کے میدان میں صورت

ہے حال پریشان مرا زلفِ بتاں سے
دیکھ اُس کی مرے حالِ پریشان میں صورت

عالم جسے کہتے ہیں گلستانِ خدا ہے
ظاہر ہے عجب سنبل و ریحان میں صورت

حافظ سے صحبت کعبہ و بت میں جاتا
بس دیکھ تو اپنے دلِ حیران میں صورت

عشق میں یارو کہاں عیش و طرب کی بات چیت
روز و شب رہتی ہے یہاں رنج و تعب کی بات چیت

تلخ ہم پر ہو گئیں ساری جہاں کی شادیاں
ہاں مگر شیریں ہے ہم کو پستہ لب کی بات چیت

وہ اگر لب کو ہلا وے جاویں لاکھوں جان سے
آتی ہو اُس شوخ کو تو ایسے ڈھب کی بات چیت

بوسہ گر دیوے تو دیوے آپ ہی دل کھول کر
کیا ہے طاقت جو کرے کوئی طلب کی بات چیت

زاہد ناداں تو ہے خورسند کل کے روز پر
ہم نہ جانیں ہے یہ کب کا ذکر کب کی بات چیت

زلف ابتر اسلئے ہے وہ پریشاں روسیاہ
منھ لگاتی ہی نہیں ہے کچھ ادب کی بات چیت

مدرسہ ہے اور واعظ اور ذکر خلد ہے
حافظ اور میخانہ ہے اور ہے عنب کی بات چیت

ہم نے دنیا میں حسین اور نازنیں دیکھے بہت
صد ہزاراں ماہرو اور مہ جبیں دیکھے بہت

روز و شب چھانی ہے خاک اس عشق کی امیدیں
بستہ لب غنچہ دہن سرو چمن دیکھے بہت

لیکن اپنے اس صنم کی خاکپا کے روبرو
ذرہ سے کم بیقدر ماہ جبیں دیکھے بہت

ہے یہ زنجیر بلا یا زلف کا فر کیش ہے
مبتلا جس میں ہزاروں اہل دیں دیکھے بہت

کوئی ایسا شعلہ رو اور فتنہ جو دیکھا نہیں
یوں تو عالم میں ہزاروں نازنیں دیکھے بہت

ہے کوئی عالم میں ایسا تند خو آتش مزاج
جس کے ہر مو سے آثار آتشیں دیکھے بہت

قطرہ ہر اک اشک کا تیرے ہے دُر یتیم
ہم نے حافظ انجم چرخ بریں دیکھے بہت

زاہد تو ہے خرسند بغوغائے قیامت
یہاں کوچۂ دلدار ہے صحرائے قیامت

جو عاشق جانباز ہیں اس حسن صنم کے
ہر دم انھیں حاصل ہے تماشائے قیامت

جن کو ہے یہاں نقد قیامت کا تماشا
کیا جانیں ہیں وہ شور و غوغائے قیامت

جو جلتے ہیں در راہ پڑے نار خدا میں
کیا کرتی ہے دوزخ انہیں ہو جائے قیامت

واعظ تو ڈراتا ہے ہمیں نار سقر سے
جل جاوے مری آگ سے صحرائے قیامت

ہے جن کی غذا رنج و مصیبت تری ناداں — لب دھیان میں لائے ہیں وہ ایذائے قیامت

حافظ تجھے کیا ڈر ہے بھلا روزِ حشر کا
ہے تیرا صنم انجمن آرائے قیامت

عشاق عاشقی میں ہیں بے نام و ننگ چست — میدانِ عاشقی میں مثالِ پلنگ چست

مژگانِ یار سے دلِ وحشی کہاں بچے — بیٹھا ہوا ہے جب کہ وہاں پر خدنگ چست

کیا مستعد لڑائی کی مژگانِ یار ہے — کرتی ہے کارزار چو فوجِ فرنگ چست

اے ناصحِ خراب ذرا میکدہ کو چل — ایک جام پی کے دیکھ مے لالہ رنگ چست

حافظ تو بات واعظ بیدرد کی نہ سن
عشاق کے ہی واسطے وہ خانہ جنگ چست

زاہد عجب طرح کا ہے مغرور ہوا پرست — ہے بُت پرست جانی ہی ہوں میں خدا پرست

جنت کی آرزو میں شب و روز مبتلا — عشقِ خدا سے دُور وہ ہے خود ہوا پرست

یہ طرفہ ماجرا ہے کہ منکر ہے عشق کا — عشاق حق ہیں جو کہ عزیز و صفا پرست

واعظ نہ کر بھروسا تو علم و کمال کا — ہم بُت پرست ہیں اگرچہ تو ہیگا خدا پرست

عشقِ صنم سے جو کہ ہے محروم ناصحا — وہ بے نصیب ازلی ہے گو ہے خدا پرست

عاشق سے ہے رند مشرب و قلاش روزگار — زاہد ہے زور مکر سے یار و حیا پرست

حافظ تجھے ہے رندی و مستی نصیب یار
صد شکر عاشقوں میں تو ہی بس وفا پرست

ردیف الثاء

ناصحا بہرِ خدا مجھ پہ نہ بل کھائے عبث — میں تو زنہار نہ مانونگا تو سمجھائے عبث

اللہ اللہ رے تری سنگدلی دیکھے نہ تو — کوئی کیسا ہی کہیں خاک میں ملجائے عبث

دل عاشق کو نہ سلجھایا خم زلف نے یار — بلکہ صدہا دلِ بیمار یہ الجھائے عبث

جب تڑپتا مجھے دیکھا تو یہ بولا قاتل — کہدو اس کشتہ سے ناداں تو نہ گھبرائے عبث

سارا عالم مرا گو دشمنِ جاں ہو ہووے — زلف پیچاں تری پر مجھ پہ نہ بل کھائے عبث

حافظا دولتِ عشقِ صنم آسان نہیں — لاکھوں طالب ہیں کہ اس راہ میں ٹکرائے عبث

دوستو دل اس پریرو سے لگانا ہے عبث
دید کی امید پر کوچہ میں جانا ہے عبث

پردۂ روئے صنم ہیں گرچہ زلفِ عنبریں
عاشقوں سے لیک اُس منہ کا چھپانا ہے عبث

کب چھپے ہے دوستو بادل میں حُسنِ آفتاب
روبرو صاحب نظر کے پھر نہ آنا ہے عبث

واعظا یہ پند تیری اور یہ وعدے خلد کے
بے دلوں کے روبرو یہ سب فسانہ ہے عبث

سر سے لیکر تا قدم نارِ جنوں میں جل گیا
کچھ نہ جب باقی رہا آتش بجھانا ہے عبث

کوئی ناکامی سے ہے زاہد کوچہ اُس دلدار کا
باہزار امید اس کوچہ میں آنا ہے عبث

حافظا سر بھی سلامت ہو وصالِ یار ہو
اس خیالِ خام پر اس رہ میں آنا ہے عبث

ردیف الجیم

دیارِ یار میں دیکھا نہیں وفا کا رواج
ہے لیک زمرۂ عشاق میں دعا کا رواج

ہزاروں کشتہ ہیں تیغ و کمان ابرو کے
زیادہ حد سے ہے خوباں میں بس جفا کا رواج

ہمیشہ خون سے عشاق کے کریں نگیں
برائے نام کیا ہے میاں خطا کا رواج

منع جو کرتا ہے ناصح مجھے محبت سے
نہیں ہے زمرۂ کفار میں حیا کا رواج

ہوئے ہیں آگے بھی عشاق ذُنوا حافظ
مگر ہے تیرے زمانہ میں بیحیا کا رواج

ہوا ہے مجھ سے کشیدہ وہ یار شوخ مزاج
خدا ہی جانے کہ کیا کیا کرے ستم وہ آج

مریضِ دردِ محبت کے ہیں جو اے ناصح
نہیں وہ رکھتے ہیں پرہیز اور دوا کا رواج

مدام کوچۂ جاناں کے خاکسار ہیں ہم
نہیں ہیں شاہی کو نین کے کبھو محتاج

اگر ہو مقتلِ عشاق میں گذر اُس کا
قدم وہ رکھتے ہوئے آویں لاش پر ای کاج

ترا ہے دلبر عالی مکان وہ حافظ
کہ دیں ہیں خسرو عالم ہمیشہ جس کو باج

ہے یکتا حسن میں وہ دلستاں آج
اُسے دیتے ہیں ہمیسر گلرخاں باج

نہیں ایسا زمانہ میں کوئی بھی
غلام ہوں جس کے سب پیر و جواں آج

ہے گلزار و چمن میں رشک گلشن
گئی جو چھوڑ کر بادِ خزاں آج

وہ شکِ گل ہے بزم آرائی گلشن
فدا ہوا اس پہ اے طوطیِ جاں آج

ترا دلبر ہے وہ سلطانِ خوباں
ہے تو عشاق میں حافظ عیاں آج

ہے کون مقابل ترے بتلا تو صنم آج
عالم ترا گشتہ ہے تو ہے اہل ستم آج

کہنے سے رقیبوں کے کیا مجھ سے کنارہ
عاشق کو ترے اک نیا صدمہ ہے صنم آج

یہ گالیاں تیری ہیں ہمیں قند سے بہتر
مخصوص میرے واسطے ہو لطف و کرم آج

ایک میں ہوں اٹھاتا ہوں ترے جور و جفا یار
ہے کون اٹھائے ترے یہ ظلم و ستم آج

حافظ ترا سینہ ہے گلستانِ محبت
تجھ سا نہیں دنیا میں کوئی اہل نعم آج

مول لیتے ہیں میاں ہم عشق میں راحت سے رنج
ہم کو دنیا کیا کچھ نہیں حاصل ہوئی راحت سے رنج

دین و دنیا کھو کے ہم نے رنج عشق آساں کیا
کسطرح یارو لیا ہے ہم نے اس محنت سے رنج

کچھ نہیں ہیں پابند اس ملت و مذہب کے ہم
ہم نے کیا کیا کچھ اٹھائے مذہب و ملت سے رنج

ہو گئے یکساں ہمیں جب وصل و ہجر اے ہمدمو
کچھ نہیں ہوتا ہمیں اب یارو اس فرقت سے رنج

عشق کی ذلت ہے بہتر سلطنت کونین سے
اسلئے ہم کو نہیں ہے عشق میں ذلت سے رنج

عاشقوں کو ہے ازل سے عشق کی دولت نصیب
ناصح ناداں کرتا ہے عبث دولت سے رنج

عاجزی حافظ کی اور شیخی کو اس واعظ کی دیکھ
اب تو ہوتا ہے ہمیں ناداں کی صحبت سے رنج

ردیف الحاء

کھینچی ہوئی ہے ابروئے خمدار بے طرح
دل میں لگی ہے میرے یہ تلوار بے طرح

تیر نگہ نے یارو میرا کام کر دیا
کرتا ہے سب کسوں پہ وہ کیا وار بے طرح

وہ اسکا مسکرانا پھر اکدم میں چین جبیں
یہ طرز کیا ہی بھاتی ہے دلدار بے طرح

ہاتھوں سے عشق کے نہیں ممکن ہے اب نجات
دل کو لگا ہے میرے یہ آزار بے طرح

حافظ اگرچہ عشق میں یکتائے عصر ہے
زاہد اسے سمجھتا ہے میخوار بے طرح

لیتا ہے دل کو میرے وہ دلدار بے طرح
چہرہ پہ اُس کے زلف ہے خمدار بے طرح

اب دیکھئے کہ کس کی اجل ہے پکارتی
بگڑا ہے آج کافر عیار بے طرح

کیا سخت بیوقوف ہے زاہد خراب حال
ہے خوف آخرت میں گرفتار بے طرح

پامال کر دیا ہے دل و دین و عقل و جاں
ہے فوج گرد خط کے نمودار بے طرح

حافظ بتا تو کیا کروں تدبیر اب بھلا
مجھ سے ہوا ہے یار وہ بیزار بے طرح

چل رہی ہیں شوخ کی اب تیر مژگاں بیطرح
عاشقوں کو لگ رہی ہیں زخم پیکاں بیطرح

کیا غضب ہے زلف کافر ہے حجاب روئے یار
بکھری ہے چہرہ پہ اُس کے زلف پیچاں بیطرح

بزم رنداں میں اچانک کل جو گذرا [illegible]
بھاگا زاہد چھوڑ کر تسبیح مرجاں بیطرح

چل رہا تھا دور ساغر در خرابات مغاں
اور وہاں پر ہو رہا تھا شور رنداں بیطرح

کیا ہی ناداں ہے یہ ناصح جو غرور عقل میں
آتا ہے بہر نصیحت دردمنداں بیطرح

جذبۂ الفت سے آئی آشیاں کو چھوڑ کر
بلبل بے خانماں سوئے گلستاں بیطرح

عشق کے میدان میں مردانہ ہو کر رکھ قدم
ہیں اُٹھانے تجھ کو حافظ ناز خوباں بیطرح

ہے کیا وہ دلربا بت عیار کیطرح
اقرار سے نکلتا ہے انکار کی طرح

قاتل جو تو نے قتل کیا تو بجا کیا
لاشہ پہ پر غضب ہے یہ رفتار کی طرح

دردِ فراق کو مرے سنتا ہی وہ نہیں
ہے یاد اس کو ایسی جفاکار کی طرح

کیسا ہی ہو حسین و یا نازنین ہو
ہم کو تو بھاتی ہے اُسی خونخوار کی طرح

یہ کیا ہوا کہ حال پریشان ہو گیا
حافظ کو پوچھتا تھا وہ غمخوار کیطرح

ناصحا میں عشق کا سامان چھوڑوں کسطرح
عاشقوں کو یہ نہیں شایاں چھوڑوں کسطرح

تو منع کرتا ہے مجھ کو اس کے کوچے سے بھلا
کوچۂ جاناں سے ہے میری جان چھوڑوں کسطرح

گرچہ اُس کے عشق میں بدنام ہوں گو ہو
اس کے عشاقوں میں اپنی آن چھوڑوں کسطرح

درد اور رنج و مصیبت ہے غذائی عاشقاں
ان کو میں اب ناصحِ ناداں چھوڑوں کسطرح

مصحفِ رخ کی تلاوت کیسے چھوڑوں زاہدا
حافظِ قرآں ہوں قرآں چھوڑوں کس طرح

کوئی جاناں میں آگئی اب میں جاؤں کسطرح
ہاتھ سے ناصح کے میں دامن چھڑاؤں کسطرح

واعظِ ناداں ہے عشقِ صنم سے بے خبر
کیفیت دل کی اُسے اب میں سناؤں کسطرح

جو کہ ہے محروم ازلی عشق کی دولت سے آہ
راہ و رسمِ عاشقی اُس کو سکھاؤں کس طرح

منکرِ رنداں ہے زاہد اپنی بدبختی سے یار
مجلسِ رنداں میں اُس کو میں بٹھاؤں کس طرح

راہِ حق سے محض نابینا ہے یہ شیخِ زماں
رمزِ عشق و عاشقی اُس کو سناؤں کس طرح

عاشقِ حور و جناں ہے زاہدِ فرمردہ دل
سوئے گلزارِ خدا اُس کو بلاؤں کس طرح

رند و عیارِ خدائی حافظ بدنام ہے
دیکھنا ناصح کو میں بھی اب جلاؤں کس طرح

ہاتھ کیا آئے ہے ہم کو عشقِ جاناں کیطرح
داغ ہیں دل میں کھلے گلہائے خنداں کیطرح

ہجر میں دلبر کے مجھ کو رات دن یہ شغل ہے
اشک ہیں آنکھوں سے جاری میرے طوفاں کیطرح

تنگدل اور تنگ بیں ہے ناصحا عالم میں تو
عاشقاں دریائے دل ہیں بحرِ عماں کیطرح

تو سیہ دل ہے ہمیں نسبت سیاہی سے ہے کیا
رکھتے ہیں آنکھیں سفید ہم پیرِ کنعاں کیطرح

کیا ہی ہے یہ سنگدل اور بیحیا ناصح بھلا
عاشقوں کے حق میں ہے غولِ بیاباں کیطرح

ہے ملامت صیقلِ زنگارِ عاشق دوستو
اس سے دل اُمنڈے ہے ایسا موجِ طوفاں کیطرح

عام ہیں الطاف تیرے یا نظامِ شاہِ دیں
منتظر حافظ گدا مورِ سلیماں کی طرح

ردیف الخاء

ایسا ہے روی یار پہ یار و حجاب تلخ
کرتا ہے زندگی کو میری بس خراب تلخ

لیتے ہیں یہ مزا تری تلوار کا ہمیں
شمشیر کی اگرچہ تری ہے وہ آب تلخ

دشنام دے ہے بوسہ کی درخواست پر مجھے
کیا خوب ہے سوال کا جاناں جواب تلخ

سودائی زلفِ یار میں ہوں رات بھر خراب
آتے ہیں سیکڑوں مجھے در رات خواب تلخ

اس چاشنی سے عشق کی واقف نہیں ہے شیخ
حافظ کو دیکھتا ہے وہ خانہ خراب تلخ

کیا سماتا ہے نظر میں اس دلِ مضطر کے چرخ
گردشِ دل سے ہماری آ گیا چکر میں چرخ

زاہدا عشقِ صنم میں زار و مضطر بیقرار
دیکھنا تو عاشقوں کو کھائینگے محشر میں چرخ

اس کی محفل میں ہے بوقتِ دورِ مستانِ شراب
بادۂ صافی لگے ہے کھانے اُس ساغر میں چرخ

خاک و باد و آب و آتش سب کے سب چکر میں ہیں یا
عاشقاں دن رات کھاتے ہیں جو بحر و بر میں چرخ

شیخ و زاہد محتسب پھرتے ہیں آوارہ خراب
حافظِ مسکین بھی کھاتا ہے خاکستر میں چرخ

عشق کی ہیبت سے یارو چرخ بھی کھاتا ہے چرخ
اپنی ہستی میں اگرچہ برتر و بالا ہے چرخ

پست ہیں سب اس کے آگے انس و جن و ہم ملک
بیقدر خورشید و مہ بھی جس سے ہے زیبائی چرخ

عشق سے ہے عشق کی گردش میں افلاک و بروج
گر نہ اُس کا عشق ہو کس طور گردش کھائے چرخ

عشق کی گردش اگر آجائے اپنے جوش میں
آسیا کی طرح سے چکر میں لاکھوں آئے چرخ

عاشقوں کے چرخ کے آگے یہ کیا ہے چرخ چرخ
اُن کی گردش سے ہزاروں مرتبہ بل کھائے چرخ

دور میں جس وقت آجاوے ہے اُس ساقی کی چشم
صد ہزاراں بار صدمہ پا کے گھبرا جائے چرخ

عشق کی رفعت ہے ایسی حافظا ایک ذرّہ گر
بر بلا ہو جائے پھر کہہ تو کہاں کو جائے چرخ

آتے ہیں آنکھوں سے میرے اشک گوہر بار سرخ
جیب و دامن کا میرے ہے ہمہ مو ہر تار سرخ

کیا ہے حسنِ دلربا چھایا ہے ہر جا پر دلا
جس طرف دیکھو تو ہیں سارے گل و گلزار سرخ

غم میں اُس کے ہے شفق خونبار ہے یہ آسماں
سرخ ہیں شام و سحر صحرا و ہم کہسار سرخ

روتے روتے سرخ آنکھیں ہو گئی ہیں ہجر میں
میری نظروں میں تو ہیں سب یہ در و دیوار سرخ

خوں ہمارا ہے پسند اُس تیغِ جوہر دار کو
اسلئے رکھتے ہیں ہم بھی دیدہ خونبار سرخ

عشق کا افسانہ میرے اسکے کانوں میں پڑا
ایسا برہم ہو گیا جس سے ہوئے رخسار سرخ

خوں بہا آنکھوں سے حافظ جب تلک ہے دم میں دم
رکھتے ہیں عشاق شیدا اشک گوہر بار سرخ

دی ہی اُس کی تیغ کو حق نے بہت ہی آب سُرخ
اس لئے چاہتا ہے وہ عشاق کا خوناب سُرخ

میکدہ میں جا کے دیکھا ہے سبھی اسباب سُرخ
صحن سُرخ اور جام سُرخ اور ہے وہ شرابِ ناب سُرخ

ہے خم و خمخانہ سُرخ اور سب در و دیوار سُرخ
سُرخ لب ساقی کے ہے اور مستان بادۂ ناب سُرخ

چشمہائے بادہ نوشاں سُرخ و مستی میں بھری
سُرخ آتش سُرخ آب اور ہیں سبھی احباب سُرخ

کیا شفق سے آسماں ہے در غمِ عشقِ صنم
آسماں سُرخ اور ستارے اور ہے مہتاب سُرخ

اسقدر چھائی ہے سُرخی اُس لب و دندان کی
ہیں زمین و آسماں خورشید عالمتاب سُرخ

خونِ دل پینے سے حافظ کچھ نہیں چارہ تجھے
عشق کے ہیں کیونکہ سب ارکان و ارباب سُرخ

ردیف الدال

بیوفائی یار سے کرنی ہے یاری سے بعید
لیکن ہرگز یہ نہیں عادت تمہاری سے بعید

دل دیا ایماں دیا اب قصد جاں دینے کا ہے
جان اپنی گر نہ دیں کر جاں نثاری سے بعید

یار کی چوکھٹ سے گر سر کو اٹھا دیں خاک پر
یہ سراسر عیب ہے اور خاکساری سے بعید

گر بگولے کی طرح اڑ کر میں توڑوں چرخ کو
یہ عجب کچھ بھی نہیں اور بیقراری سے بعید

گر بوقتِ گل کرو توبہ شراب و جام سے
حافظا ہے یہ تمہاری ہوشیاری سے بعید

گر دینے کو جاں طالبِ دیدار ہے موجود
جاں لینے کو بھی ابروئے خمدار ہے موجود

سو ناز و ادا غمزے میں دل لینے کو میرے
گر بوسہ طلب تجھ سے انکار ہے موجود

وہ بسترِ راحت پہ بصد ناز و تجمل
عاشق بہ تمنا پسِ دیوار ہے موجود

از بہرِ نثارِ قدم یارِ دل آزار
آنکھوں میں مرے اشکِ گہربار ہے موجود

حافظ ہے بصد جان نثار درجب نال
گر قتل کرے تو یہ گنہگار ہے موجود

کون اٹھائے گا ترے ناز و ادا میرے بعد
ہو گا کیا کشتۂ صد جور و جفا میرے بعد

پہلے تو قتل کیا پھر کیا لاشہ پامال
کون لیویگا بھلا ایسا مزا میرے بعد

خاک بھی رہنے نہ پائی ترے کوچہ میں ہی
کس سے وہ لاگ کریگی یہ صبا میرے بعد

کیسی تیری ہے اگر خار بیاباں میں دلا
کب کوئی آویگا یہاں آبلہ پا میرے بعد

زخم پر زخم ہے لب پہ نہ آئی فریاد
کیا کوئی ناک کریگا یہ وفا میرے بعد

جسقدر جور و جفا کرنی ہے کر لو پیارے
نام الفت کا کوئی لیویگا کیا میرے بعد

حافظا تو تو ہوا کشتۂ شمشیر جفا
ایسا ہوگا نہ کوئی اہل وفا میرے بعد

زلف و گیسو کی عجب ہی دوستاں قید شدید
روبرو جس کے خجل ہے مہر بر قید حدید

پائی بند زلف سے آزاد از دین و ملل
ہیں بری قید جہاں اہل عشق کے جو ہیں مرید

کردیئے خمخانہ خالی پھر بھی ایسا تشنہ ہوں
ہر زماں لب پہ ہے میرے نعرۂ ہل من مزید

ہے تو بیت حق سے غافل زہد میں ہے مبتلا
غیر عاشق کون جانے قفل کے دل کی کلید

عشق سے محروم ہے نازاں عبادت پر ہے تو
چاہتا ہے قرب جتنا ہوتا ہی حق سے بعید

پھر بھی قرب حق ہوا نادان تجھ کو حاصل ذرا
زہد و تقوی میں اگرچہ عمر گذری ہے مدید

توڑ کر سب بند و قید آزاد اور بے قید ہو
حافظا قید ملل ہے عشق میں عیب شدید

زاہد تو ہے یہاں الفتِ خوباں سے آزاد
عشاق محبت میں دل و جان سے آزاد

کیا فہم ہے نادان کا غافل ہے خدا سے
لیکن وہ نہیں حور و غلمان سے آزاد

کیا زندگی برباد ہے دنیا میں انہوں کی
جو لوگ کہ ہیں زلف پریشان سے آزاد

جو عاشق جانباز ہیں مقتول بتاں کے
بے قید ہیں سب ملت و ادیان سے آزاد

راحت سے نہ مطلب ہے نہ گلزار ارم سے
ہیں کوچہ جاناں میں گلستان سے آزاد

آبادی و ویرانی سے رکھتے ہیں نہ کچھ کام
رہتے ہیں وہ سب شہر و بیابان سے آزاد

حافظ جو ہوا ساکن درگاہ [illegible]
اسواسطے رہتا ہے وہ سامان سے آزاد

مجھ کو محراب سے ہے ابروئے دلدار پسند
ہے جناں مجھ کو بہشت سایۂ دیوار پسند

تاب و طاقت نہیں و اعضا کی اٹھاوے غم عشق
دل زار کو اول سے ہے نالانہ پسند

تیغ شیخ اپنے تحمل میں بہت ہے نازاں
رند و عاشق کو نہیں کوچہ و بازار پسند

حوصلہ کیا ہے جو میدان میں آوے زاہد
عاشق زار کو ہے خنجر و تلوار پسند

پند بیہودہ مجھے دیتا ہے ناداں دن رات
میں ہوں دیوانہ مجھے کب ہے ترا کار پسند

شہرت جبہ و دستار تجھے ہے زیبا
ہم ہیں عاشق ہمیں ہے اپنا دل زار پسند

جاں تلف کرکے تو واں پہنچا ہی مگر
بات جب ہے جو کرے اس کو وہ دلدار پسند

کس کو کرتا ہے عزیز وہ ستمگار پسند
کیونکہ مغرور ہے وہ اور ہے دشوار پسند

دل آباد پسند اس کو نہیں ہے زنہار
ہاں اگر ہے تو وہ کرتا ہے دل زار پسند

منہ بگڑتا ہے یہاں آپ کا ای حضرت شیخ
لیک عشاق کو ہے خنجر خونخوار پسند

تجھ کو آزار محبت نہ ملا روز ازل
زاہدا ہم کو ملا عشق کا آزار پسند

کیا تماشا ہے کہ عشاق کا دل ہو ویراں
عمر بھر شیخ کو ہے خلد کا گلزار پسند

گنج ویرانہ میں ہے ہائے یہاں کیا کیجے
اپنی قسمت ہے جو ناصح کو ہے انکار پسند

ردیف الذال

یا نظام شہ دین مرشد و مولائے جہاں
حافظ تشنہ کو ہے شربت دیدار پسند

کیوں نہ عاشق کو لگیں تیری یہ دشنام لذیذ
جب کہ ہو دل میں بسا اس کے ترا نام لذیذ

زاہدا جنت و کوثر کا مزا ہے تجھ کو
عاشقوں کو تو میاں عشق کے ہیں کام لذیذ

بوالہوس خامی سے تو طالب دیدار نہیں
دیکھا ہے تو نے کہیں بھی ثمر خام لذیذ

کچھ بھی لذت سے ہے ترے ورد و وظائف میں فرا
بلکہ ہیں دو لب شیریں گل اندام لذیذ

ردیف الراء

حافظا کچھ بھی نہیں شیخ کی باتوں میں مزا
ہاں اگر ہے تو وہ ہے بادۂ گلفام لذیذ

کوئی بھی ایسا ہوا ہے پیدا جسے ہو قرب حضور قادر
مجال کیا ہے بشر ملک کی جو اس کو ہووے حضور قادر

وہ ہیں شان محمدی سے خدا کا محبوب سرمدی ہے
عجب سے بخت مبارک اس کا جسے ہو قرب حضور قادر

جو چاہے کوئی کسی ہنر سے کسی عبادت کسی فکر سے
حصول ہووے یہ دولت اس کو کہ پاوے قرب حضور قادر

نہیں ہے ممکن محال ہے یہ مگر فضل سے محی الدین کے
بعید کیا ہے جو پاوے کوئی عزیز قرب و حضور قادر

وہ نور احمد کا محی الدین ہے وہی محمد وہی نبی ہے
حضور احمد حضور حق ہے وہی ہے قرب و حضور قادر

جو شفقت امت پہ ہے نبی کی وہی ہے شفقت محی الدین کی
فضل سے اپنے جسے وہ چاہے اسی کو بخشے حضور قادر

جو چاہے رحمت سے اپنی قادر ہزاروں خوار و ذلیل کو وہ
بس ایک دم میں اولیا ایک پل میں عطا ہو قرب حضور قادر

نہیں ہے پرسش یہاں عمل کی نہ نیک و بد کا ہے کچھ تفاوت
محض ہے فضل و کرم کا قصہ جو ہووے قرب و حضور قادر

نہیں ہے مایوس کوئی بندہ فضل سے غوث خدا کے حافظ
امید رکھ تو بھی دل میں اپنے ملے جو قرب و حضور قادر

جو قرب درگاہ کبریا ہے وہی ہے قرب و حضور صابر
بڑا ہی مشکل بہت کٹھن ہے عزیز و قرب و حضور صابر

مجال کیا ہے کسی کی ایسی جو ہو رسائی اسے وہاں تک
جمال حق ہے جمال صابر حضور حق ہے حضور صابر

جو کوئی طالب طلب سے چاہے کہ ہاتھ آوے یہ دولت اس کو
نہیں ہے ممکن مگر فضل سے اسی کو ہووے حضور صابر

فضل سے کھلا جو میکدہ کو شراب وحدت بھری ہے جس میں
ہزاروں مستانہ دل کے دل میں شراب پیویں حضور صابر

چلو ری سکھیو پیویں پلاویں شراب خانہ میں دھوم ڈھائیں
پھر ایسی دولت کہاں ملیگی شراب وحدت حضور صابر

گھٹا ہے امڈی جو اندنوں میں یہ ابر رحمت برس رہا ہے
سب اپنی جھولی بھر بھر کر قریب پہنچو حضور صابر

بھروسا اس کے فضل پہ رکھ تو گدائے مفلس فقیر حافظ
طفیل خیر الوریٰ کے تو بھی جو پہنچے قرب و حضور صابر

ناصحا جاؤں کہاں میں کوئے جاناں چھوڑ کر
میں کدھر جاؤں بھلا اس گل کا داماں چھوڑ کر

فرقت جاناں نے مجھ کو گرچہ وحشی کر دیا
خاک چھانونگا میں اب سیر گلستاں چھوڑ کر

اس کی آنکھوں کی صفت سنکر کے آہوئے ختن
کوئے جاناں کو گئے دشت و بیاباں چھوڑ کر

واعظا کہتا ہے تو مے کو حرام اے بے نصیب
کفر بکتا ہے تو احمق راہ ایماں چھوڑ کر

حافظا محروم ہے زاہد خدا کے عشق سے
وہ نہیں جانتے خدا کو حور و غلماں چھوڑ کر

ہم کو کچھ بھاتا نہیں سیر بیاباں چھوڑ کر
کیا کریں جنت کو زاہد کوئے جاناں چھوڑ کر

ناصح بیدرد کی باتوں سے دل مردہ ہوا
اسلئے جاتا نہیں شہر خموشاں چھوڑ کر

گھر پہ جا کر خوب چھپتا یا وہ قاتل رات بھر
جب گیا وہ کر کے بسمل خوں میں غلطاں چھوڑ کر

ہے تصور اس کی زلفوں کا بندھا اب رات بھر
دل کہیں جاتا نہیں زلفِ پریشاں چھوڑ کر

زاہدِ نامرد دیکھے گر مرے احوال کو
حافظا اٹھ جاوے وہ تسبیح مرجاں چھوڑ کر

بزم رنداں کو گئے ہم سب کو حیراں چھوڑ کر
صحبت جاناں کو پایا کفر و ایماں چھوڑ کر

سیرِ گلزارِ الٰہی کب میسر ہو تجھے
زاہدا جاتا نہیں تو باغ و بستاں چھوڑ کر

کیا عجب آتا ہے مجھ کو واعظ ناداں پر
فرش ادنےٰ پر گرے ہے عرش رحماں چھوڑ کر

حیف ہے اس ہوشیاری پر تری اے ناصحا
عقل پر نازاں ہے تو کیا بزمِ رنداں چھوڑ کر

منصبِ شیخی کے ساماں تو عبث کرتا ہے شیخ
سیدھا میخانہ کو چل سب ساز و ساماں چھوڑ کر

قیل و قالِ مدرسہ میں کیا پڑا ہے واعظا
صحبتِ رنداں میں چل گبر و مسلماں چھوڑ کر

ہے خراباتِ مغاں حافظ عجب عالی مقام
چل وہاں پر بے سر و پا دین و ایماں چھوڑ کر

کل جو گذرا وہ صنم عشاق سے منہ موڑ کر
بیوفا ایسا بنا سب عہد و پیماں توڑ کر

ہوں قتیلِ ناوکِ مژگاں میں اے دوستو
کیسا گذرا سینہ میں ہے تیرِ مژگاں توڑ کر

کی ملامت ناصحِ ناداں نے ہو کر خفا
کیا ہی خوش ہوتا ہے ناداں عرشِ رحماں توڑ کر

ایسی بے رحمی کا شکوہ کیا کروں اس شوخ کی
ہاتھ کیا آتا ہے اُس کو غم کا پیکاں توڑ کر

گفتگو بے فائدہ ہے عمر گذری حافظا
خدمتِ پیرِ مغاں کر سبحہ مرجاں توڑ کر

ہو گیا بے چین میں اُس دلربا کو دیکھ کر
ہوش سب جاتے رہے نورِ خدا کو دیکھ کر

مثلِ موسےٰ گر پڑا غش کھا کے عاشق ناتواں
ہو گیا بے جاں جمالِ مصطفا کو دیکھ کر

اللہ اللہ کیا ہی حسن و ناز ہے اُس شوخ کا
بُت ہزاروں ہو گئے ساجد ادا کو دیکھ کر

روشنی جاتی رہی شمس و قمر کی ناگہاں
ہو گئے بے نور دونوں اُس کے پا کو دیکھ کر

دین و ایماں سب گیا اسلام رخصت ہو گیا
کفر برپا ہو گیا زلفِ دوتا کو دیکھ کر

مذہب و ملت سے خارج زہد اور تقوی سے دور
سب سے بیگانہ ہوا اس آشنا کو دیکھ کر

ہو گیا حافظ گدا اندر حضور شہ نظام
بے خود و شیدا جمال کبریا کو دیکھ کر

دل ہوا روشن مرا رشک قمر کو دیکھ کر
کچھ کا کچھ آیا نظر اس سیمبر کو دیکھ کر

تھا چمن کی سیر میں وہ نازنیں میں ناگہاں
پہنچا وہاں وہ مسکرایا کچھ ادھر کو دیکھ کر

تاب و طاقت کیا تھی جو دیکھوں جمال پاک کو
ہو گئی خیرہ نظر اس کی نظر کو دیکھ کر

حب مال و جاہ ہے دل میں بھری نادان کے
ہووے عاشق خوش کہاں گنج و گہر کو دیکھکر

یا الٰہی کسقدر دشوار ہے غم فراق
ہوتی ہے تسکین کچھ تو نامہ بر کو دیکھ کر

عاشقوں کا راہبر ہے عشق دلبر دائما
کب کوئی گمراہ ہووے راہبر کو دیکھکر

حافظ بیچارہ کو یا مرشد والا نظام
ہوش کعبہ کا نہیں ہے تیرے در کو دیکھ کر

ہوش سب جاتے رہے اس ماہرو کو دیکھ کر
ہو گئے بیچین ہم اس سبز مو کو دیکھ کر

زیرک و دانائے عالم اور حسین نازنیں
سب کی ہے ترکی تمام اس فتنہ جو کو دیکھ کر

شوکت و عظمت سے اس کی ساکنان عرش بھی
الاماں کہتے ہیں ہر دم اس کی خو کو دیکھ کر

ہم تو حیراں رہ گئے زاہد تجھے ہے کچھ خبر
اس عبادت اور نماز بے وضو کو دیکھ کر

بے خبر جیسا ہے تو حالات سے عشاق کے
تو بھی حیراں ہوتا ہے جام و سبو کو دیکھ کر

مقتل عشاق میں گذرا جو قاتل ناگہاں
رہ گیا حسرت میں وہ میرے لہو کو دیکھ کر

جان کر قربان حافظ شہ نظام پاک پر
کیا ہی رحمت کی ہے تیری حسن جو کو دیکھ کر

کیا کرے جنت کو عاشق کوئی جاناں دیکھ کر
سوئے گلخن کون جاتا ہے گلستاں دیکھ کر

تیرا وہ حسن و ملاحت ہے کہ اے رشک قمر
کافر صد سالہ ہوتا ہے مسلماں دیکھ کر

عشق میں تیرے ہوں ایسا زار و رسوا و تباہ
زاہد نادان مجھے ہوتا ہے خنداں دیکھ کر

پائی بند مذہب و ملت نہیں عاشق ترا
دل ہوا بے قید یہ گبر و مسلماں دیکھ کر

عشق کی تاثیر حافظ آخر اُس کو بھی ہوئی
ہوگیا بے چین وہ بھی تجھ کو حیراں دیکھ کر

سرہانے میرے تم ایک لحظہ آ کر
میں ہوں جانباز تیرا اور وفا دار
یہ کیا ضد ہے جو میری خاک دیکھی
ارادہ قتل کا دیکھا جو اُس کا
لگا کہنے وہ دل میں ہیں ہوں صابر
سراسر ناز سے بل کھا کے بولا

یہ دیکھو حال میرا دل لگا کر
مرض کی میرے تو کچھ تو دوا کر
چلے وہاں کو میاں دامن اُٹھا کر
اُسی دم پہنچا میں سر کو جھکا کر
اسے کیا ماروں میں خود ہی بُلا کر
تجھے رکھا غلام اپنا بنا کر

بہ یمنِ شہ نظامِ شاہِ شاہاں
ہوا حافظ غلام اس در پہ جا کر

صنم ایک دن نقاب اپنا اُٹھا کر
کیا ہے حشر برپا تو نے ظالم
ہزاروں جان قالب سے گئی یار
صبا بہرِ خدا یہ خاک میری
بتا سچ ہاتھ کیا آتا ہے تجھ کو
میاں ہم ہیں بھکاری درسن جاناں

خدا کے واسطے ٹل جا تو آ کر
وہ سروِ ناز بس ہم کو دکھا کر
چلا جب ناز سے دامن اُٹھا کر
تو لے جا اُس کے کوچہ میں اُڑا کر
طلبگاروں سے مُنھ اپنا چھپا کر
دکھا دے رُخ تو زلف اپنی اُٹھا کر

چھٹے ہستی کی علت سے تو حافظ
بدرگہِ شہ نظام ایسی دُعا کر

کیا بے چین دل میرا لبھا کر
لیا جب تک نہ تھا دل کو مرے آہ
بھلا ایسا کہیں دیکھا کسیکو
خدا کے واسطے اتنا تو کہدے
نہیں پھیرونگا منھ کو تیرے در سے

یکایک اُس نے رُخ اپنا دکھا کر
کری کیا پیار کی باتیں سُنا کر
کوئی مارے ہے اپنے گھر بُلا کر
تجھے کیا ہاتھ آتا ہے ستا کر
تو چاہے جور اور چاہے جفا کر

مجھے تو قتل کرتا ہے ستمگر / نقیروں سے بھلا کچھ تو حیا کر

کیا حافظ کو یار دست شیدا
مگر ساقی نے جام اپنا پلا کر

ٹھہرتی ہرگز نہیں ہے روئے جاناں پر نظر / پہنچتی مشکل سے ہے زلفِ پریشاں پر نظر

جو کہ عاشق ہیں ترے اے خسروِ اقلیمِ حسن / کرتے ہیں کب وہ میاں سیرِ گلستاں پر نظر

شیخ و زاہد دونوں ہیں غافل جو حُسنِ یار سے / رات دن رکھتے ہیں یار و باغ و بُستاں پہ نظر

حیف ہے ویراں کیا گلزارِ دل کو ناصحا / رکھتا ہے گلخن کی ہر دم خارِ بیجاں پر نظر

بے خبر ہے رندِ عاشق گلخن و گلزار سے / اُس کو ہر دم ہے میاں پیرِ خمستاں پر نظر

ہم اسیرِ بندِ زلفِ یار ہیں اے ہمدمو / کچھ بھی ہم کو ہے نہیں تکلیف رنداں پر نظر

تجھ کو کیا لینا ہے حافظ مجلسِ واعظ سے اب
چاہئے ہر لحظہ تجھ کو پیرِ رنداں پر نظر

جس کے ہم عاشق ہیں عالم میں وہ جاناں ہے کچھ اور / سیر گاہِ عاشقاں ہر دم گلستاں ہے کچھ اور

تیغِ ابروئے کے ہیں زخمی کشتۂ تیرِ بلا / زہر خوردہ مارِ کاکل زلفِ پیچاں ہے کچھ اور

شیخ صاحب دل کی جمعیت تمہیں روزی رہے / مضطرب آشفتہ خاطر دل پریشاں ہے کچھ اور

مسند و قالین واعظ زہد و تقویٰ اور ہے / ہجر میں دلبر کے خوار و زار و حیراں ہے کچھ اور

دیکھنا اُس کوچہ میں آنا سنبھل کر بوالہوس / مجلسِ وعظ اور ہے اور بزمِ رنداں ہے کچھ اور

عشق کی دولت کدھر سے شیخ صاحب کو ملی / سبحہ مرجاں اور ہے اور موجِ طوفاں ہے کچھ اور

دین و مذہب عاشقوں کا صحبتِ جاناں ہے بس
حافظا اسلام و دیں گبر و مسلماں ہے کچھ اور

کافرِ عشق ہے سب ملت و اسلام سے دُور / عاشقِ رند ہے بس ننگ سے اور نام سے دور

جو کہ پابند ہیں زنجیرِ دو گیسوئے صنم / کسطرح ہوویں بھلا زلفِ سیہ فام سے دُور

کیا ہی بدبخت ہے یہ ناصح نادان بھلا / عزت و جاہ کا طالب ہے مے و جام سے دُور

زاہدا دیکھ سنبھل تسبیح و اوراد کو تھام / بزمِ رنداں سے الگ عاشقِ بدنام سے دُور

شیخ دن رات سے محراب عبادت میں کھڑا
حیف رہتا ہے مگر ساقیِ گلفام سے دور

جنت و حور کو گیا خاک میں ڈلے عاشق
جس کی خواہش میں سے اپنے دلآرام سے دور

خاکپا رندِ سبوکش کی تو کر کحلِ بصر
حافظا رہنا مگر زاہدِ خودکام سے دور

ردیف الزاء

ساقیا دیدے شراب صاف سی ایک جام تیز
عاشقوں کو چاہیئے مے ساقیِ گلفام تیز

تیز رفتاری سے قاصد کی ہوا معلوم یہ
لایا ہے میرے لئے وہ کچھ نہ کچھ پیغام تیز

کشتۂ تیغِ نگہ ہوں قاتلِ سفاک کا
کس لئے کرتا ہے وہ مجھ پر بھلا صمصام تیز

کیا غضب ہے غیر سے وہ بات نرمی سے کرے
جب کرے مجھ سے تو دیتا ہے مجھے دشنام تیز

ہے ادا اور ناز اس کا سب سے بڑھ کر حافظا
اسلئے رہتا ہے تجھ پر وہ بتِ خودکام تیز

تیرِ مژگاں سے لگا دل میں مرے دور و دراز
اس لئے ہے مری یہ آہ و فغاں دور دراز

عشق کو خام طبع جانے ہے آساں لیکن
حضرتِ عشق کا ہے یار و مکاں دور دراز

اک ذرا عشق کے میداں میں قدم رکھ کے تو دیکھ
عاشقوں کی ہے کہاں رفعتِ شاں دور دراز

آہِ عشاقِ دلِ سوختہ رکھتی ہے اثر
پہنچے ہے تا بفلک اسکا دھواں دور دراز

راہ الفت کا پتہ کچھ نہیں ملتا حافظ
اس ستمگار کا ہے نام و نشاں دور دراز

شورشِ عشق کہوں کیا بتِ بے پیر ہنوز
تیری الفت میں ہوں میں پائی بزنجیر ہنوز

مر گئے ہم تو تمنا میں تری دید کی یار
پردہ ہے رخ پہ ترے زلفِ گرہ گیر ہنوز

خلد کا نقشہ کھنچا دل میں ترے اے زاہد
دل میں میرے ہی کھنچی یار کی تصویر ہنوز

زخمیِ تیرِ نگہ ہوں ترا اے صید افگن
اسکو فتراک پہ لے تڑپے ہے نخچیر ہنوز

سلسلہ پاک جنوں میں تو ہے بیعت حافظ
غیر رندی کے نہیں ہے تری توقیر ہنوز

رات دن مجھ کو جنوں ہے بتِ بے پیر ہنوز
زلفوں میں تیری ہوں میں پائی بزنجیر ہنوز

تھک گئے ہم تو میاں کچھ بھی نہ تدبیر ہوئی
الجھی ہے رخ پہ تری زلف گرہ گیر ہنوز

ہم کو واعظ نے سبھی طور سے سمجھایا مگر
بھولتی دل سے نہیں یار کی تصویر ہنوز

اللہ اللہ تری بے رحمی کہ در دشت جنوں
اک نگہ ناز سے بسمل ہے یہ نخچیر ہنوز

در پہ تو پیر خرابات کے پہنچا حافظ
تیری مستی کے سوا کچھ نہیں تدبیر ہنوز

گرچہ بلبل کو ہے وہ گلشن و گلزار عزیز
بوئے گل پر ہے اُسے خار بھی لاچار عزیز

نرگسی چشم کے بیمار ہیں اُس شوخ کے ہم
اس چمن میں ہمیں ہے نرگس بیمار عزیز

دولتِ عشق سے محروم ہے ناصح ناداں
اس لئے اُس کو ہے عشاق کا انکار عزیز

عشق ہے وہ عزت و شیخی پہ ہمیشہ اپنی
عاشقوں کو ہے ملامت سر بازار عزیز

عشق خونخوار ہے اور جان کا دشمن ہر دم
جان کا دینا تو ہے عشق میں بسیار عزیز

تحفۂ جاں سے سوا کچھ نہیں ہدیہ اُس میں
دیکھو منصور کو ہے کیسا سرِ دار عزیز

اے نظامِ شہِ دیں حافظِ رسوا کو کبھو
جز غلامی تری در کے نہیں کچھ کار عزیز

کیا ہے امید ہمیں جو ملے وہ یار عزیز
عقل و دانائی سے برتر ہے وہ سرکار عزیز

دین و ایمان دیا عقل و خرد کچھ نہ رہی
پر وہاں کچھ بھی نہیں اسکا پتہ یار عزیز

خاک ہے عشق و طلب زہد و ورع اپنا یہاں
خود اگر چاہے تو ملجاوے وہ دلدار عزیز

مر گئے خاک ہوئے پھر بھی پتہ کچھ نہ ملا
بے نیاز ایسا ہے دلبر کا وہ دربار عزیز

کیا ہی بیہودہ ہے زاہد جو ہے نازاں ہر دم
زہد کو جانے ہے وہ اپنے بہت کار عزیز

آپ ہی چاہے تو آجاوے وہ دلبر یارو
کچھ مقرر نہیں ہے رند اور ابرار عزیز

جان کس طرح نہ دوں یارو کہ کہتا تھا وہ گل
سب سے ہے مجھ کو مرا حافظِ بدکار عزیز

ردیف السین

کوئی ایسا ہوا عالم میں ہے ناکام سو سو کوس
کہ بھاگے نام سے جس کے بُتِ خودکام سو سو کوس

نہ بچے کیا خاک وہ طائر ترے ہاتھوں سے اے صیاد
کہ جس کی راہ میں تو نے بچھائے دام سو سو کوس

کوئی دن وہ بھی تھے جاناں کہ اپنی بزمِ عشرت میں
بلاتے تھے ہمیں تم بھیج کر پیغام سو سو کوس

وہ اب ہم ہیں مریضِ عشق تیرے ہجر میں جاناں
گئے ہیں چھوڑ ہم کو طاقت و آرام سو سو کوس

غضب ہے حال کی میرے نہیں ہے کچھ خبر تجھ کو
کہ حافظ ہو گیا تیرے سبب بدنام سو سو کوس

کچھ نہیں ہم کو رہی بادہ پرستی کی ہوس
عمر آخر ہو چکی کب ہے وہ مستی کی ہوس

دونوں ابروئے یار کے کافی ہیں میرے قتل کو
کیوں بھلا قاتل کو ہے تیغِ دو دستی کی ہوس

بے خبر عاشق ہے ناصح دونوں عالم سے تو دیکھ
نے بلندی کی ہے خواہش اور نہ پستی کی ہوس

عمر ساری صرف کی عشقِ رخِ گل فام میں
اب ہمیں کچھ بھی نہیں ہے عیشِ ہستی کی ہوس

حافظِ دیوانہ کو کیا کام ہے جز عشقِ یار
نے غرض ویرانہ سے ہے اور نہ بستی کی ہوس

کوئی جا کر کے کہو میرے دلِ آزار کے پاس
ٹک ذرا آ کے تو دیکھے دلِ بیمار کے پاس

گرچہ وہ حسن میں اپنے ہے میاں مست غرور
کیا تعجب ہے جو ہو گل بھی کبھی خار کے پاس

کچھ تمنا نہیں عاشق کی ترے اے قاتل
دفن کرنا تو اُسے سایۂ دیوار کے پاس

کچھ ٹھکانا نہیں ہے بلبل شیدا کا کبھو
ہاں اگر ہے تو رہے وہ گل و گلزار کے پاس

سر کا دینا ہے ہنر عاشقِ جانباز کا جب
راحت آتی ہے مجھے یار و سرِ دار کے پاس

دل ہے ویران مرا بھاتا ہے ویرانہ مجھے
کام کیا ہے مرا اس کوچہ و بازار کے پاس

حافظِ رند ہے خاک ترے کوچہ کی
خوش نصیبی ہے یہی یار رہے یار کے پاس

ردیف الشین

فرقتِ جاناں میں ہے میرا کلیجہ پاش پاش
صدمۂ رنج و عنا سے دل ہے میرا پاش پاش

ایک تو ہجرِ صنم پھر یہ مصیبت کیا کہوں
ہاتھ سے ناصح کیا ہے زخم دل کا پاش پاش

جان دوں پر منہ نہ دیکھوں ایسے ناداں کا کبھی
یہ جگر میرا کیا زاہد نے ایسا پاش پاش

واعظِ بیدرد ایسا تند خو اور جنگ جو
جس کی باتوں سے ہو یارو سنگِ خارا پاش پاش

اسقدر ہوں چھانتا خاکِ بیاباں عشق میں
خارِ صحرا سے ہوئی میری کفِ پا پاش پاش

ایسا ہوں بدبخت جب میں نے وہ چاہا جامِ مے ... کردیا ساقی نے اُس دم جام و مینا پاش پاش

کیا تمنا نیکنامی کی تجھے ہے حافظا
دل میرا آخر ہوا ہو کر کے رسوا پاش پاش

کب کریں ہیں اہلِ دل کچھ عشق کے اسرار فاش ... بزم میں نامحرموں کے کرتے ہیں انکار فاش
اللہ اللہ کیا ہے اسرارِ ازل اے ہمدمو ... دل پہ ناصح کے لگا ہے کسقدر زنگار فاش
خلد کے لالچ میں کرتا ہے عبادت بیوقوف ... حق سے مطلق بیخبر اور عشق سے بیکار فاش
ہے یہ سر حق نہیں اسکا بیاں اے ہمدمو ... کیونکہ اسرارِ خدا کو کرتے ہیں اغیار فاش
برزباں لاتے نہیں عشاق رازِ غیب کو ... اور اگر لاویں تو پہنچا دیں انہیں بردار فاش
کسقدر مغرور ہے وہ جبہ و دستار میں ... بندہ ہونے کا کرے ہے بیوفا اقرار فاش

نیکنامی اور شیخی حق سے واعظ کو ملی
ہو گیا حافظ تو رسوا بر سرِ بازار فاش

دوستو ہوں منتظر پیارا مرا ملجاوے کاش ... میرا یہ شجر محبت کیا عجب پھلجاوے کاش
ہووے گر تاثیر میری آہ آتشبار میں ... میری الفت میں دل اس کا بھی اگر جلجاوے کاش
ہمزباں دیکھے اُسے جب مجھسے وہ تنہا رقیب ... ہووے مایوس اور اپنے ہاتھ مَل جاوے کاش
یہ دلِ دیوانہ میرا جو کہ ہے وحشی مزاج ... حسرتیں اپنی نکالے اُس کے بَل بَل جاوے کاش
ایک نظر کافی ہے حافظ شہ نظام پاک کی ... یار میرا ایک دم میں تجھسے مل جاوے کاش

میں رند ہوں اور کافر اسلام فراموش ... مے بادہ کو بھولوں ہوں نہ ہے جام فراموش
واعظ مجھے اسلام سے کچھ کام نہیں ہے ... جز عشق بتاں کے ہیں سبھی کام فراموش
گر سارا زمانہ مجھے چھوڑے تو بلا سے ... لیکن نہ کرے وہ بتِ خود کام فراموش
بیچین ہوے عشق میں رسوا بھی ہوئے ہم ... ممکن نہیں ہو دل سے دل آرام فراموش

حافظ کا یہی حال ہے دن رات عزیزو
جز عشق صنم کے ہیں سبھی کام فراموش

عشاق کو ہیں عشق میں سب کام فراموش ... ہوتا نہیں پر وہ بتِ خود کام فراموش

رندانِ سبوکش ہیں فدائے درِ خمّار
ہوتا نہیں اُن سے وہ مے و جام فراموش

جو مستِ خرابات ہیں عشاق بلانوش
اُن کو ہے بھلا عشق میں آرام فراموش

کس طور بچوں یارو پریشانیٔ دل سے
ہوتی نہیں وہ زلفِ سیہ فام فراموش

ایک حافظ بدنام بھی ہے رند تمہارا
کرنا نہ اُسے ساقیٔ گلفام فراموش

طائرِ بسمل ہوں مجھ کو ہے نہ بال و پر کا ہوش
نیم جاں افتادہ ہوں کچھ ہے نہ پا و سر کا ہوش

ناصحا ہم کو ڈراتا ہے تو روزِ حشر سے
ہم کو واللہ عشق میں کچھ بھی نہیں محشر کا ہوش

کردے خمخانہ خالی پھر بھی کچھ بہکا نہیں
زاہدا تو دیکھ تو اس عاشق کافر کا ہوش

فرش قالیں شیخ صاحب یہ تمنا ہے تمہیں
عاشقوں کو تو نہیں ہے خاک کے بستر کا ہوش

ہم تو ہیں میخانہ میں بدمست مستی میں خراب
واعظا تجھ کو ملا ہے مسجد و منبر کا ہوش

میں نہیں محتاج ہوں ایک جام مے کا دوستو
نشۂ الفت میں مجھ کو کچھ نہیں ساغر کا ہوش

قصرِ جنت کی تمنا کچھ نہیں حافظ مجھے
پر رہے دائم مرے دل پر اسی اک در کا ہوش

تھی ہم کو جو اس دیرِ خرابات میں تشویش
سب چین ہمیں کرتی تھی دن رات میں تشویش

کیا حسن خداداد ہے اس غنچہ دہن کا
سب عمر کی جاتی رہے ایک بات میں تشویش

سب کام ہیں عالم کے پریشانی ہے یارو
عاشق کو بھی ہے لحظہ و ساعات میں تشویش

بے فکر جو دیکھے ہیں تو رندانِ خرابات
ہرگز بھی نہیں بزمِ خرابات میں تشویش

حافظ تو نہ کر فکر خرابات کو چل دے
کچھ بھی تو نہ کر فکرِ مہمات میں تشویش

ردیف الصّاد

میرے مولا میں ہوں غلامِ خاص
مجھ کو کافی ہے بس یہی اخلاص

فضل کی شان ہے عجیب و غریب
جس میں حیران ہیں عوام و خواص

اُس کے فتراک کا جو ہو نخچیر
تا ابد ہو وہ کب رہا ہے خلاص

عام جو ہیں غلام صابر کے
اُن سے ہیں ننگ اور خاص الخاص

ہے عجب فیضِ احمد صابر
وہاں پہ پرسش نہیں ریا اخلاص

پہنچے کب عارفوں کا وہاں عرفاں
کیسا ہی ماریں سر ہزار اشخاص

ردیف الضاد

اپنے مولا سے عرض ہے حافظ
ہو غلامی سے اُس کی تو نہ خلاص

لاکھ جنت کو نہ لوں کوچۂ جاناں کے عِوَض
ہفت اقلیم کو چھوڑوں درِ سلطاں کے عِوَض

لاکھ جاں ہو ویں اگر کر دوں میں ایکدم میں نثار
ملکِ کونین نہ لوں اس دلِ ویراں کے عِوَض

کیا ہی سلطانِ دو عالم ہیں گدا کے تیرے
خاک اس در کی نہ دوں ملکِ سلیماں کے عوض

اشک ہر وقت جو گرتے ہیں مرے دامن میں
ہفت افلاک نہ لوں گوشۂ داماں کے عِوَض

گوہر افشانی جو کرتی ہیں میری دیدۂ تر
بحرِ عماں کو نہ لوں دیدۂ گریاں کے عِوَض

دفترِ عشقِ بتاں ہے میرا سینہ واللہ
لوحِ محفوظ نہ لوں سینۂ ویراں کے عِوَض

پیچ میں زلفِ پریشاں کے پھنسا ہے حافظ
لاکھ راحت کو نہ لوں زلفِ پریشاں کے عِوَض

ہم کو تو دونوں جہاں سے عشقِ خوباں ہی غرض
داغِ دل اور خاک سر پر جسمِ عریاں ہے غرض

کعبۂ و بتخانہ سے مقصود کیا ہے نارِ صحا
کفر اور اسلام سے دیدارِ جاناں ہے غرض

دل کی سوزش ہوتی ہے کم نالۂ و فریاد سے
ورنہ ہم کو درد کی اپنی نہ درماں سے غرض

غیر اس کے آرزو دل میں نہیں میرے ذرا
روبرو اس کے زباں میں مردہ بیجاں ہے غرض

ہوں میں شہبازِ محبت صید میرا ور ہے
زندگی تو اس جہاں کی دستِ سلطاں ہے غرض

میں مقلدِ ملت و مذہب نہیں اے ہمدمو
اتباعِ مشربِ سلطانِ رنداں ہے غرض

ردیف الطاء

ایک نظر کا منتظر ہوں یا نظامِ پاکباز
حافظِ رسوا کو سگبانیِ سلطاں ہے غرض

پیچ میں ڈالا مجھے زلفِ پریشاں نے فقط
کام میرا کر دیا ہے تیرِ مژگاں نے فقط

حال میرا کچھ نہ تھا غیروں پہ ظاہر ہمدمو
بر سرِ بازار کھولا دیدۂ گریاں نے فقط

اسقدر حیران و پیچاں میں نہ تھا پہلے کبھو
کر دیا حیراں مجھے گیسوی پیچاں نے فقط

دونوں ابرو یار کے ہیں گویا شمشیرِ قضا
ٹکڑے ٹکڑے کر دیا دل تیغِ براں نے فقط

دو جہاں میں غیر دلبر اور کچھ دیکھا نہیں / ظاہر و باطن ہمیشہ چشمِ حیراں نے فقط

عقل و دانائی مری جاتی رہی جو یک بیک / محو بیخود کر دیا اُس روئے جاناں نے فقط

ایسا رسوا ہیچ کیا عالم میں حافظ تو نہ تھا / کر دیا بدنام سوا عشقِ خوباں نے فقط

ناصحِ ناداں سے تو اچھا نہیں ہے اختلاط / صحبتِ غیا سے زیبا نہیں ہے اختلاط

شیخ و مُلا کیسی ہی تدبیر اپنی ہی کریں / اُن سے ہم کو کچھ ذرا ہوتا نہیں ہے اختلاط

ہم تو سودائی ہیں دیوانے جمالِ یار کے / غیرِ جاناں اور سے اصلا نہیں ہے اختلاط

دل ملے کس طور اپنا زاہدِ بیہودہ سے / نیک کاموں سے کرے کب بند و رسوا اختلاط

جز درِ پیرِ مغاں کے حافظِ شیدا کبھو / کر نہیں سکتا ہے دنیا میں وہ ہرجا اختلاط

ردیف الظاء

بے جمالِ یار کے اس بندگی کا کیا ہے حظ / اور بے عشقِ بتاں بس بندگی کا کیا ہے حظ

رات دن کیسا ہی کوئی سر کو رگڑے خاک پر / لیک بے اخلاص سر افگندگی کا کیا ہے حظ

عابد و زاہد ہیں تائب گرچہ خوفِ نار سے / بے خبر ہیں عشق سے شرمندگی کا کیا ہے حظ

وعدۂ جنت میں کیا سر دھرے ناداں مدام / آہ بے اُس یار کے خورسندگی کا کیا ہے حظ

گرچہ عیشِ جنت الماویٰ ہے حافظ پائدار / بے وصالِ دوست کے پائندگی کا کیا ہے حظ

ردیف العین

فضلِ احمد کا ہووے جس کا شفیع / اسکا رتبہ ہے بس بلند و رفیع

کیا قوی ہے حمایتِ قادر / یوں تو اپنوں کا ہر کوئی ہے شفیع

جس کے حامی ہوں احمد و قادر / ہے کوئی ایسا ضامن اور شفیع

یہ شفاعت برائے گفتن ہے / ورنہ کیسی شفاعت اور شفیع

ارحم الراحمین وخود مختار / اکرم الاکرمیں وہ خود ہے شفیع

جو جمادات کو کرے انساں / کون ایسا ہے بس قدیر و شفیع

گر غلامی میں ہو قبول حافظ / اس سے برتر ہے کیا بلند و رفیع

ردیف الغین

ہوتا ہے دل کیا ہی عشقِ دلربا سے باغ باغ
کیوں نہ ہو عاشق کا دل نورِ خدا سے باغ باغ

جس زمیں پر جلوہ فرما ہووے وہ رشکِ قمر
ہووے وہ اک آن میں تاثیرِ پا سے باغ باغ

گر میسر ہو ہوا اُس کوچۂ دلدار کی
ہو دلِ ویرانِ عاشق اس ہوا سے باغ باغ

کیا عجب ہے غنچۂ سربستہ عاشق کا کھلے
غنچہ کیا ہوتا نہیں بادِ صبا سے باغ باغ

دل ترا ہے بند کیوں اے زاہدِ نادان دیکھ
دیکھے جب جو ہووے وہ عشقِ خدا سے باغ باغ

در گہِ پیرِ مغاں پر سر کے بل گر جاوے تو
بے شبہ دل ہووے نورِ انبیا سے باغ باغ

بردرِ پیرِ مغاں شاہِ نظامِ نورِ جاں
ہو گیا حافظ کا دل نورِ ہدا سے باغ باغ

تیرِ مژگاں سے ہے ہوا میرا کلیجہ داغ داغ
زخمِ پیکاں سے ہوا سینہ ہمارا داغ داغ

ہے مشبک سینہ میرا اس کے تیرِ ناز سے
ناز نے اس کو بھلا اتنا سنوارا داغ داغ

ہے فلک بھی داغدار اس ناوک و پیکان سے
دیکھتا ہوں اس میں میں ہر ایک تارا داغ داغ

زاہد و زہد و عبادت سے ہو تم مسرور و شاد
عشقِ دلبر سے نہیں سینہ تمہارا داغ داغ

جان و ایماں دیدیا عشقِ صنم میں حافظا
جب ہوا یہ دل ترا تیروں کا مارا داغ داغ

ردیف الفاء

عشق سے ہوتا ہے ہر دم سینۂ عشاق صاف
اور جمالِ یار سے ہے دیدۂ عشاق صاف

سینکڑوں جھگڑے بھرے ہیں دل میں شیخِ شہر کے
ایسی باتوں آرزو سے ہے دلِ عشاق صاف

عشق سے محروم ہو کر بزمِ جاناں دُور ہے
ہے بہت نزدیک و آساں منزلِ عشاق صاف

کعبہ و بتخانہ اور دیر و مساجد ہیں حجاب
مذہبِ توحید ہے اور مشربِ عشاق صاف

میکدہ میں جا کے تو اور حال میخواروں کا دیکھ
ہیں وہ سب جام و سبو پیمانۂ عشاق صاف

بے شراب و جام کے یہ زنگِ دل جاتا نہیں
ہے بہت صافی مجلا آئینۂ عشاق صاف

اک نگاہِ پاک سے پیرِ مغاں کی ناگہاں
آ گیا حافظ بھی اندر زمرۂ عشاق صاف

ایک مدت میں کیا ہے بزمِ رنداں کا طواف
ہاتھ آیا ہے مجھے جب کعبۂ جاں کا طواف

جان کی بازی لگائی سر لیا رکھ ہاتھ پر
جب میسر آیا مجھ کو کوئے جاناں کا طواف

عقل و دانائی کو کھو کر بیخود و والہ ہوا
اُس گھڑی حاصل ہوا اُس دلبرِ جاں کا طواف

ننگ و ناموس و خرد اسلام و ملت سے الگ
ہو کے پایا میں نے جب اس عرشِ سبحاں کا طواف

تجھ کو یہ دولت ملی بختِ ہمایوں سے دلا
جب کیا اک عمر تو نے پیرِ رنداں کا طواف

ہوں نظر بازوں میں یکتا ناظرِ حسنِ صنم
اس لئے کرتا ہوں ہر دم دیدۂ حیراں کا طواف

سجدہ پیشِ بت کیا حافظ نے بتخانہ میں جا
رات دن کرتا ہے کافر نا مسلماں کا طواف

رات دن کرتے ہیں ہم تو روئے جاناں کا طواف
دین و ایماں ہے ہمارا کوئے جاناں کا طواف

زخمیِ تیرِ مژہ اور کشتۂ تیغِ نگاہ
اسلئے کرتے ہیں ہم تو تیر و پیکاں کا طواف

اشک جاری ہیں ہمارے اب تو ہجرِ یار میں
کرتے ہیں ہم روز و شب بس دیدۂ گریاں کا طواف

دل ہوا ویراں ہمارا غیر کی صحبت سے یار
رات دن کرتے ہیں ہم اس خانۂ ویراں کا طواف

ہوگیا صد پارہ سینہ اور گریباں چاک ہے
پھر کریں کیونکر نہ ہم چاکِ گریباں کا طواف

ہے گلستانِ الٰہی سینہ عاشق کا بھلا
کرتے ہیں سارے ملائک اس گلستاں کا طواف

چل تو میخانہ کو حافظ نوش کر جامِ شراب
اور کیا کر ہر زماں پیرِ مغاں کا طواف

جو کہ کرتے ہیں ہمیشہ زلفِ پیچاں کا طواف
ان کو دائم فرض ہے خاطرِ پریشاں کا طواف

جو کہ عاشق ہیں عزیزو مثلِ بلبل بے قرار
بر امیدِ گل کریں ہیں وہ گلستاں کا طواف

مارے مارے پھرتے ہیں ہم شوقِ وصلِ یار میں
بیقراری میں ہے کوہ و بیاباں کا طواف

زائرِ کعبہ ہوا غافل ہے دل سے بے خبر
حج اگر چاہے ہے کر تو کعبۂ جاں کا طواف

دل نہیں ہے زاہدا یہ خانۂ گل ہے ترا
تو عبث کرتا ہے اس تصویرِ بیجاں کا طواف

بے خبر دل سے نہ ہو واقف ہے تو دل سے اگر
بے تکلف تو کیا کر عرشِ سبحاں کا طواف

از طفیلِ مرشدِ کامل شہِ والا نظام
حافظِ بیدل کو دائم گلستاں کا طواف

آیا جب وہ قاتلِ سفاک لے خنجر بکف
مستعد ہیں ہم بھی حوالے کرکے اپنا سر بکف

اشک میرے ہیں رواں ہجرِ صنم میں واہ واہ
رات دن رکھتے ہیں ہم تو دوستاں گوہر بکف

سیکڑوں مقتول ہیں تیغِ نگہ اس شوخ کے
دادخواہ پھرتے ہیں لاکھوں بس لئے محضر بکف

کل جو تھا میخانہ میں وہ شوخ مستی میں بھرا
ہاتھ میں تھی اک صراحی بادہ و ساغر بکف

سرخرو ہوویگا حافظ روز محشر زاہدا
ہوگا رندی میخوری کا اس کے اک دفتر بکف

ہم نے دیکھے اُس صنم کے زار و شیدا ہر طرف
جابجا اور کو بکو پنہان و پیدا ہر طرف

کوچۂ دلبر ہے یا ہے مشہدِ شہدائے عشق
جس سے عالم میں پڑا ہے شور و غوغا ہر طرف

سحر و جادو ہے بھرا آنکھوں میں تیری اے صنم
جس طرف دیکھو ہے اُس سے فتنہ برپا ہر طرف

سیکنوں مُلّا و واعظ اور ہزاروں شیخ و شاب
مبتلا ہیں روز و شب حیران و رسوا ہر طرف

زلفِ دلبر ہے الٰہی یا کہ ہے کالی بلا
سب ہیں جس سے بستۂ زنجیر سودا ہر طرف

جس کو دیکھو ہے وہ بیخود مبتلائے عشقِ یار
اس نے ایسا کر رکھا ہے ناز برپا ہر طرف

کیا تو ہی دیوانہ ہے عشقِ صنم میں حافظا
یہاں تو عالم کی نہیں ہے عقل برجا ہر طرف

ہم نے دیکھا اُس پری کا شور و افغاں ہر طرف
چل رہی ہیں اُس کی ہر دم تیر مژگاں ہر طرف

غرق صدہا ہو گئے اس بحرِ بے پایان میں
اٹھ رہی ہیں عشق کے دریا کے طوفاں ہر طرف

آہِ آتش بار عشاقوں سے ناصح دیکھ تو
جل گئے ہیں جابجا شہر و بیاباں ہر طرف

دل کے دل لاکھوں ہیں کشتہ اُسکی تیغِ ناز سے
کوئی قاتل بین تڑپتے ہیں خوں میں غلطاں ہر طرف

کونسا عالم میں ہے مائل جو اُس بت پر نہیں
سر بسر حیران ہیں گبر و مسلماں ہر طرف

ایک عالم ہے اسیر اُس زلفِ کافر کیش کا
سینہ بریاں دیدہ گریاں پا بجولاں ہر طرف

ہو رہا سب قید سے باہر نکل حافظ شتاب
حُسن تیرے یار کا تو ہے نمایاں ہر طرف

ہے اُسی مہ رو کا یہ جلوہ نمایاں ہر طرف
ہے اُسی کے حُسن کا سب کار و ساماں ہر طرف

جس کو دیکھو ہے وہی پابستۂ زنجیرِ زلف
دام ہے سب کے لئے زلفِ پریشاں ہر طرف

سیکنوں ہیں زہر خوردہ مارِ کاکل کے دلا
آتشِ الفت سے ہے بس سینہ بریاں ہر طرف

کشتۂ ناز و ادا ہیں گیسوئی خمدار کے
ابرو و مژگاں لگا دیں تیر و پیکاں ہر طرف

جسطرف دیکھو اسی کے حُسن کی ایک دھوم ہے
کامل و ناقص پڑے ہیں مردہ بیجاں ہر طرف

رند و زاہد پارسا ملا و شیخ و محتسب
روبرو اُس کے ہیں نادم اور پشیماں ہر طرف

ایک حافظ مے خوار سوا حقیر و بس خراب
اُس نگاہِ ناز سے پھرتا ہے حیران ہر طرف

کرتا تھا وہ شوخ جو سیرِ گلستاں ایک طرف
ایک طرف تھا شعلہ رو اور خلق حیراں ایک طرف

منع کرتا تھا مجھے ناصح بگڑ کر رات دن
گر پڑا غش کھا کے وہ ہو کر پریشاں ایک طرف

تاب کیا ہے جو کوئی دیکھے جمالِ یار کو
منتظر ہیں دید کے سب ماہرویاں ایک طرف

ہیں پری رویانِ عالم ایک سو امیدوار
اور کھڑے مشتاق ہیں عشاق بیجاں ایک طرف

کیا ہے یہ حُسنِ خداداد اور استغنا و ناز
رد برد جس کے ہے عالم زار و حیراں ایک طرف

اللہ اللہ کیا غرورِ حُسن ہے اس شوخ کا
سارا عالم ایک طرف وہ نا مسلماں ایک طرف

حافظِ رندِ خدائی کیا ہی از خود رفتہ ہے
ہے وہ رسوا ایک طرف گبر و مسلماں ایک طرف

ردیف القاف

سب سے برتر ہے عزیز و درگہِ سلطانِ عشق
اور مرض لادوا ہے دردِ بے درمانِ عشق

دونوں عالم غرق ہیں ایک ادنیٰ اُس کی موج میں
کسقدر بے انتہا ہے بحرِ بے پایانِ عشق

عشق وہ دریا ہے جو ہے اصلِ جملہ بحر و بر
حضرتِ خیر الوریٰ ہیں گوہرِ عمّانِ عشق

دو جہاں کی سلطنت پر حرف ماریں ہیں صدا
سیر چشمی رکھتے ہیں کیا رند بے سامانِ عشق

کیا ہے وسعت اور فراخی عشق کے میدان کی
لامکاں سے ہے ایک اک گوشۂ میدانِ عشق

مسجد و بتخانہ کیا ہے جملہ ادیان و ملل
توڑ ڈالے دم کے دم میں صدمۂ سندانِ عشق

پہنچا حافظ بر درِ شاہِ شہاں پیرِ مغاں
ذکر کس منہ سے کروں یہ منتِ احسانِ عشق

کیا ہی بے آئین ہے یہ کشورِ سلطانِ عشق
پُر ہے سب رنج و بلا سے دوستو دکانِ عشق

ہیں فلاطوں بو علی سر دفترِ عقلائے دہر
پر نہ ہرگز کر سکے لاچار کچھ درمانِ عشق

دل پریشاں سینہ سوزاں لب پُر از آہ و فغاں
عاشقوں کو ہے میسر یار و یہ سامانِ عشق

داد عشاقوں کی یہاں تو کوئی دے سکتا نہیں
حشر میں بھی پر کوئی سنتا نہیں افغانِ عشق

ناصحِ ناداں تو کیا اور اُس کی باتیں حافظا
سیکنوں دفتر بہائے دم میں طوفانِ عشق

کھو دیا سب خانماں صلِّ علیٰ سلطانِ عشق — صدقہ کیا سب جسم و جاں صلِّ علیٰ سلطانِ عشق

دین و ایماں سب گیا اور جان کی بازی لگی — اب ہوں میں بس نیم جاں صلِّ علیٰ سلطانِ عشق

کوچ کب کا کر گئے تاب و تواں عقل و خرد — رہ گیا بس ناتواں صلِّ علیٰ سلطانِ عشق

ننگ و ناموس و حیا یہ سب کے سب جاتے رہے — ایک ہوں میں خستہ جاں صلِّ علیٰ سلطانِ عشق

درد اور رنج و مصیبت خوب سی برپا ہوئی — چپ ہوں اور بستہ دہاں صلِّ علیٰ سلطانِ عشق

ہے غذا خونِ جگر اور بیکسی و مفلسی — بدتر از خوک و سگاں صلِّ علیٰ سلطانِ عشق

حافظا کھلتے نہیں پرچین ابرو شوخ کے — اس کی پرسش کیا ہو وہاں صلِّ علیٰ سلطانِ عشق

سلطنت پائندہ ہو کیا ہمسر سرکارِ عشق — بیکراں جاری ہے دائم بحرِ گوہر بارِ عشق

راندۂ درگاہ کیسا ہو گیا ایک آن میں — طوقِ لعنت کا ملا جس نے کیا انکارِ عشق

وہ ملائک کیسے ہیں خاصان و مقبولِ خدا — کیسی ہی رفعت ملی جس نے کیا اقرارِ عشق

سب سے اُلٹی چال ہے اُس کی تحیر ہے دلا — صحتِ کامل ملتی ہے جس کو کہ ہو آزارِ عشق

غیر دلبر کے نہیں وہ جانتا ہے اور کو — چھوڑتا ہرگز نہیں ہے خنجرِ خونخوارِ عشق

عشق کچھ شرح و بیاں رکھتا نہیں ہے زینہار — کس سے ہووے ہے بیاں اندک و یا بسیارِ عشق

سر جھکا دے آستانہ پر نظام پاک کے — مرشدِ کامل ہے حافظ اور ہے سردارِ عشق

دولتِ پائندہ کیا ہو ہمسرِ سرکارِ عشق — ہیگا تفصیل دو عالم ہمسر اقبالِ عشق

مردۂ مطلق ہے عالم ہے وہ مانندِ حباب — زندۂ جاوید ہے وہ جو کہ ہے پامالِ عشق

سب عروج اس کے مقابل پست ہیں اور خیرہ سر — غالب و جبار ہے سلطان با اجلالِ عشق

ذکر اور تذکیر کیا ہے شغل اور اد تمام — راحتِ دارین ہے یہ ذکرِ فرخ فالِ عشق

انبیاء و اولیا اس کے طفیلی سب ہیں یار — کیا کہوں کس طرح بولوں کیا ہو قیل و قالِ عشق

عشق حال و قال سے بہتر ہے اُس کا مرتبہ — پاتا ہے وہ ہی کہ جس پر ہو محض افضالِ عشق

ذلت و خواری کی دولت بر درِ پیرِ مغاں — جا کے لے حافظ یہی ہے عظمت و اجلالِ عشق

معشوق پہ مرتا ہے دل و جان سے عاشق — ہوتا ہے نثار اُس پہ وہ سو جان سے عاشق

عاشق کا ہے ایمان یہاں صحبتِ جاناں — بیزار ہے اس دین اور ایمان سے عاشق

ہیں دیدۂ عشاق کے طوفان بھرے یار — کچھ خوف نہیں کرتا ہے طوفان سے عاشق
اِک دم میں دو عالم کو بہا دیتا ہے پیارے — بارش جو کرے دیدۂ گریان سے عاشق
کب اُس کی نظر میں تو سماتا ہے ارے مُلّا — خوش ہوتا نہیں مُرغِ سحر خوان سے عاشق
جز یار کے وہ جانے نہ کچھ جنت و فردوس — واقف بھی نہیں حور نہ غلمان سے عاشق

اس خاک کے بستر کو ارے حافظِ رسوا
خوش جانتا ہے تختِ سلیمان سے عاشق

کیا ہی ذاتِ حق میں اور اُس یار کی صورت میں فرق — ہیں صفات اُس کی صفاتِ حق نہیں صورت میں فرق
منھ تو دیکھو یوسفِ مصری کا اُس کے رُو برو — ہو زمیں اور آسماں کا دونوں کی صورت میں فرق
فتنۂ محشر کا کیا ہے سامنے رفتار کے — بے تکلف ہے قیامت جلوۂ قامت میں فرق
عین ذاتِ حق ہے اور صفتِ خدائی پاک ہے — ایک دم یکساں نہیں ہے دمبدم حالت میں فرق

واعظِ ناداں کی باتوں سے حیرت ہے مجھے
تیری باتوں سے اُسے حافظ نہیں حیرت میں فرق

کیا ہی قدرت رکھتی ہے اے ہمدمو تاثیرِ عشق — سب پہ غالب ہے جہاں میں دیکھ لو تقدیرِ عشق
ہے یہ کیا کنزِ الٰہی عشق ویرانی طلب — ہیں یہی کوہ و بیاباں ملک اور جاگیرِ عشق
زلف ہے اُس شوخ کی یا ہے وہ زندانِ بلا — عاشقوں کے پاؤں میں ہیں یہی تو زنجیرِ عشق
تیغِ ابرو تیز ہے کاری ہے کیا تیرِ نگاہ — کرتے ہیں کام اپنا کیسا دیکھو تیغ و تیرِ عشق
کیا ہے صیادِ ستمگر حضرتِ سلطانِ عشق — ہیں دلِ عشاق جس کے ادنیٰ بس نخچیرِ عشق
وصل جاناں کا ہے ہر وقت عاشق کو نصیب — غیر اس کے کچھ نہیں کرتا کبھو تدبیرِ عشق

سُرمہ آنکھوں کا ہے خاکِ درِ پیرِ مغاں
غیر اس کے کچھ نہیں حافظ ذرا توقیرِ عشق

رہے ہے ہم سے جو دلبر سدا تڑاق پڑاق — غرورِ حسن میں ہے سر لقا تڑاق پڑاق
نہیں کسی سے لگاوٹ جو اُس کے عاشق کو — شرابِ عشق کا ہے خود مزا تڑاق پڑاق
نشے سے کب وہ کسی کی غرض میں اپنے — ہے تاب کس کی جو وہاں پر وہ جا تڑاق پڑاق

مجال کیا ہے ملائک مقربین کی دلا — جو اُس کے رُوبرو جاوے چلا تڑاق پڑاق
کوئی ہو کیسا ہی مقبول یا کہ کامل ہو — جو مطمئن ہو تو پاوے سزا تڑاق پڑاق
وہ بے نیاز ہے ایسا گدا لائے مفلس کو — جو جا ہے بزم میں لیوے بلا تڑاق پڑاق

پڑا ہے حافظ مفلس بدرگہ صابر
وہاں تو ایک ہیں شاہ و گدا تڑاق پڑاق

مجھی سے کچھ نہیں وہ تند خو تڑاق پڑاق — سبھوں سے رہتا ہے وہ فتنہ جو تڑاق پڑاق
خدائی بھر میں وہ ہے ایک مہ جبینوں میں — ہے خوبرویوں میں وہ شعلہ رو تڑاق پڑاق
نہیں ہے اُس کے مقابل کوئی زمانہ میں — بہ عرش و کرسی ہے وہ جنگجو تڑاق پڑاق
برائے بادہ نوشاں ہے بزم میں اُس کی — ہمیشہ جام و صراحی سبو تڑاق پڑاق
ہزاروں اُس کے ہیں مقتول و بسمل و شیدا — کریں ہیں خونِ جگر سے وضو تڑاق پڑاق
جو اُس کے عاشقِ جانباز ہیں زمانہ میں — رکھیں نہ دل میں کوئی آرزو تڑاق پڑاق

نہیں ہے حافظِ رسوا کی کچھ دُعا اب تو
یہی ہے بس کہ رہے ماہرو تڑاق پڑاق

ردیف الکاف

غلبۂ شورِ جنوں سے ہے گریباں چاک چاک — آتشِ فرقت نے سینہ کر دیا ہے خاک خاک
فرقتِ دلبر میں ہوں بےچین ایسا رات دن — عرش سے گذری ہے میری آہ و افغانِ دردناک
عقل و دانائی و ہستی ہے حجابِ روئے یار — بیخودان و بیخرد ہیں لائقِ دیدارِ پاک
باغ و بستانِ دو عالم دیکھے ہم نے خوب ہی — جانِ بستانِ دو عالم ہے درختِ پاک تاک
فیضِ پاک تاک سے زاہد رہا جو بے نصیب — آتشِ دوزخ سے رہتا ہے بہت اندیشہ ناک
فیضِ تاکِ پاک کا اور صحبتِ جام و سبو — ہاتھ آتا ہی نہیں جز مجلسِ رندانِ پاک

جب کہ ہے فیاضِ عالم تیرا مولا حافظا
ان بخیلوں سے جہاں میں پھر تجھے اب کیا ہے باک

رات کو سوتا تھا میں وہ یار آیا سیک نک — ایک ٹھوکر مار کر مجھ کو جگایا سیک نک
مدتوں سے دربدر پھرتا تھا میں زار و خراب — ناگہاں میخانہ میں مجھ کو بلایا سیک نک

کیا لکھوں پیرِ مغاں نے دے کے ایک دو جامِ مے — دونوں عالم کو مرے دل سے بھلایا سیک نک
دو جہاں سے بے خبر جب ہو گیا پھر ناگہاں — بتکدے کے در کو مُغ نے پھر تو کھولا سیک نک
لطف سے پیرِ مغاں کے جا کے بتخانہ میں میں — پیشِ بُت سجدہ کیا اور سر جھکایا سیک نک
مسکرایا وہ صنم اور ناز سے بولا عجب — کس طرح ایسا پریشاں یہاں پہ آیا سیک نک

کیا تجاہلِ عارفانہ ہے صنم کا حافظا
بے خبر ہے تجھ سے اور آپ ہی بلایا سیک نک

پہلے تو اُس شوخ نے دل کو لبھایا سیک نک — پھر مجھے رسوا کیا در در پھرایا سیک نک
آپ ہی نک سک دکھا کر مجھ کو دیوانہ کیا — پھر تماشا میرا عالم میں دکھایا سیک نک
یا الٰہی ہے معلم کون اُس بے مہر کا — جس نے یہ جور و جفا اُس کو سکھایا سیک نک
ذاتِ بیچوں جب کہ آئی سیر کو گلزار کی — آپ کو صورت میں اُس کی بس چھپایا سیک نک
جز ترے در کے نہیں جھکتا ہے کعبہ کی طرف — عاشقِ مسکیں نے سر یہاں پر جھکایا سیک نک
جز خراباتِ مغاں سجدہ نہیں عشاق کا — مشربِ رنداں یہی اُن کو سکھایا سیک نک

کھول کر بندِ قبا حافظ کو دے اے صنم
تیرے آگے اُس نے اب دامن بچھایا سیک نک

ردیف الکافِ الفارسی

جب سے ہے مجھ سے میرا وہ مہِ تاباں الگ — جان ہے تن سے جدا دل ہے پریشان الگ
آتشِ ہجر میں بھکتے ہیں پڑے سب رگ و پے — دیدۂ گریاں سے رواں اشکوں کا طوفان الگ
اشکِ خونیں تو جُدے بہتے ہیں دن رات مرے — نالہ کرتا ہے اُدھر چاکِ گریبان الگ
آتشِ عشق میں جلتے ہیں ہمیشہ دل و جاں — شعلہ زن رہتا ہے یہ سینۂ سوزان الگ
ہجر کے رنج و مصیبت تو بھروں ہوں یارو — پھر ستاتا ہے مجھے ناصحِ ناداں الگ
کس مصیبت میں ترا عاشقِ جانباز ہے یار — جز ترے اس کا نہیں یارِ مہرباں الگ

شکوۂ جور و جفا عشق عبث ہے حافظ
یار کرتا ہے ترے قتل کا ساماں الگ

ہای کیوں رہتا ہے مجھ سے تو میری جان الگ — کیوں جدائی کے میری کرتا ہے ساماں الگ

آتشِ ہجر میں جلتا ہے پڑا عاشقِ زار
غیروں سے کرتا ہے تو عہد و پیمان الگ

کر چکے ہم تو فدا جو کہ تھا ساماں اپنا
تیرے قرباں ہیں میری ہائے دل و جان الگ

ایک تو فرقتِ جاناں کی مصیبت مجھ پر
تس پہ بگڑے ہے عبث شحنۂ دوران الگ

ننگ و ناموس و خرد ہو گئی برباد سبھی
تنگ کرتا ہے ادھر ناصحِ نادان الگ

پند دیتا ہے مجھے ملت و ایمان سے شیخ
اور یہاں عاشقِ شیدا کا ہے ایمان الگ

مصحفِ روئے صنم کی ہے تلاوت واللہ
حافظا تیرا تو ہے مصحف و قرآن الگ

عاشقوں کا ہے میاں ملت و اسلام الگ
سارے عالم سے ہیں عشاق کے بس کام الگ

بگڑے ہے عاشقِ بیہودہ کی باتوں سے یہ دل
اس لئے اس سے رہیں عاشقِ بدنام الگ

غیرتِ عشق نے پھینکا ہے اُسے دور و دراز
عاشقوں سے جو ہے واعظ خوش کام الگ

مبتلا فکر میں عقبیٰ کے سدا رہتا ہے شیخ
عاشقِ رند کا ہے اور ہی انجام الگ

پاک ہیں فکرِ دو عالم سے تو عشاق خراب
ساقی و بادہ جُدا اور سبو جام الگ

ایک تو دولتِ دیدار میسر ہے انہیں
کیا مزا دیتی ہے پھر یار کی دشنام الگ

طاقِ ابرو میں تو ہے سجدہ ترا اے حافظ
دام میں ڈالے ہے پھر زلفِ سیہ فام الگ

مجھ سے جب ہوتا ہے اک دم وہ دل آزار الگ
جان ہو تن سے جُدا اور دلِ زار الگ

ہجر کے رنج و مصیبت تو میری جان پہ تھی
مار ڈالے ہے مگر زلفِ طرحدار الگ

پیچ و تاب و خمِ زلفوں میں تو تھا سرگرداں
قتل کرتی ہے ادھر ابروئے خمدار الگ

کیا کروں کس سے کہوں کون سنیگا میری
حضرتِ عشق کی ہے دوستو سرکار الگ

شیخ تسبیح کو جانے ہے برہمن زنار
عاشقوں کا ہے میاں تسبیح و زنار الگ

عشق کے حُسن کا بازار جو دیکھا ہم نے
اُس کی ہے جنس جُدا اور خریدار الگ

سیرِ گلزار سے کیا کام تجھے ہے حافظ
سیر کا تیرے تو ہے دیکھیے گلزار الگ

ردیف اللام

ہر روز بگڑتا ہے جو کرتا ہے وہ کل کل
جو وعدہ وہ کرتا ہے سو کہتا ہے وہ کل کل

مقدور نہیں عرض کی جا کر جو کروں میں
گر عرض کروں اُس کو سمجھتا ہے وہ کل کل

جو عرض کری میں نے کہ دیکھوں رُخِ پُر نور
چہرہ کو بنا کر کے کہا چل پرے کل کل

سو جان فدا ہوویں ترے ناز و ادا پر
جس وقت تو کہتا ہے کہ جا جا پرے کل کل

حافظ تو عبث بکتا ہے دربار میں اُس کے
کیا فائدہ ہر روز جو تو کرتا ہے کل کل

مشکلیں عشقِ صنم کی ہوں کہاں فاضل سے حل
ہاں اگر ہوویں تو ہوں مجنون لا یعقل سے حل

عاشقِ بیدل کی مشکل کس سے حل ہو ناصحا
گر تجھے کرنا ہے تو کر خنجرِ قاتل سے حل

یہ کتابِ عشق ہے کثرتِ درسی تو نہیں
ہوتا ہے یہ نسخہ ناداں اپنی ہی بس دل سے حل

جس میں حیراں تھے ہزاروں عاقل و کامل مدام
ہوگیا وہ تو نگاہِ یار کے ایک تل سے حل

مشکلیں جو عشق کی ہوتی نہ تھیں آساں کبھو
ہوگئی حافظ کو فیضِ مرشدِ کامل سے حل

عشق کا منصب تجھے یار و ملا روزِ ازل
میں تو دیوانہ ہوا ہوں بر ملا روزِ ازل

یہ پریشانی و رسوائی نہیں کچھ آج کی
ہاتھ آئی ہے مرے زلفِ دوتا روزِ ازل

ساجدِ بُت خانہ بُت کچھ میں نہیں ہوں آجکل
بُت کے سجدہ میں مرا ہی سر جھکا روزِ ازل

تیرِ مژگاں تیغِ ابرو کیا ہیں اب میرے لگے
زخمِ عشق اُس گلبدن کا ہی لگا روزِ ازل

گریہ و زاری مری کیا دیکھتے ہو آج ہے
داغِ ہجراں اُس پری کا ہے ملا روزِ ازل

دشت پیما کوہ صحرا چھانتا ہوں کیا ابھی
پیش از آدم ملک یہ مجھکو ملا روزِ ازل

میں قدیمی ہوں غلام اُس شہ نظامِ پاک کا
خطِ غلامی کا تجھے حافظ لکھا روزِ ازل

کھل رہا ہے میکدہ آیا ہے پیو ہیں مل کے مل
ہر زماں اور دمبدم ہر بار پیویں مل کے مل

بادہ و جام و صراحی اور ساقی مہرباں
سب ہے اسبابِ طرب سرشار پیویں مل ڈھل

مطربانِ بذلہ گو اور ہمدمانِ راز جو
ہر طرف ہے نغمہ مزمار پیویں مل کے مل

جب کہ اپنے ہاتھ سے دو یار دے بھر بھر کے جام
مست کیا سب عاقل و ہشیار ہوویں ہل کے مُل

صاف ہوتا ہی نہیں بے بادہ کے یہ زنگِ دل
اسلئے اہلِ صفا لاچار ہوویں ہل کے مُل

کیا نرالی رسم ہے یارو دیارِ عشق کی
اس میں جو ہیں کافر و دیندار ہوویں ہل کے مُل

ساقیِ سرمست کامل شہ نظامِ پیشوا
اُس کے در پہ حافظِ اسرار ہوویں ہل کے مُل

ہو گیا دل کیوں تہِ حیراں وائی دل صد وائی دل
کر دیا کس نے پریشاں وائی دل صد وائی دل

تیرِ مژگاں تیغِ ابرو غمزہ خنجر بانگ ناز
لگ گئے سو زخمِ پیکاں وائی دل صد وائی دل

کیا غضب ہے آیا گر وہ بام پر رشکِ قمر
رُخ پہ ہے زلفِ پریشاں وائی دل صد وائی دل

غیر تو بزمِ طرب میں اُس کی بیٹھیں برملا
ہم پھریں ہیں دل پریشاں وائی دل صد وائی دل

مسند و قالین بہرِ واعظِ بیدرد ہو
ہم ہیں اور صحرا بیاباں وائی دل صد وائی دل

کیا ہے قدرت غافلوں کو حور رضوان بہشت
عاشقوں کو سینہ بریاں وائی دل صد وائی دل

سر کو رکھ پیرِ مغاں کے آستاں پہ حافظا
غیر اُس کے کر نہ ساماں وائی دل صد وائی دل

کیا غرض ہم کو کسی سے جبکہ حیراں ہے یہ دل
ہم کسی سے کیا لیں جب اپنا ویراں ہے یہ دل

صدمہ اور رنج و مصیبت ہے ہماری یہ غذا
راحت ہم کو ہے کہاں جب اپنا نالاں ہے یہ دل

قید ہیں زلفِ سیہ کی ہم کو جمعیت کہاں
پا بزنجیرِ جنونِ زلفِ پیچاں ہے یہ دل

صدمہ پر صدمہ ہے اور پھر امیدِ وصال
استقامت پر تو ہے کیسا نازاں ہے یہ دل

یار بھی مل جاوے اور یہ بھی ہے کیونکر یہ ہو
کیا ہی باطل آرزو ہے کیسا ناداں ہے یہ دل

کیوں دکھاتا ہے اے واعظ دلِ مسکین کو
جانے کیا تو قدر اسکی عرشِ رحماں ہے یہ دل

حافظا چاہے سو کر پر دل سے غافل تو نہ ہو
دیکھ تو عظمت کو اس کی تختِ سلطاں ہے یہ دل

عشق نے ایسا کیا ہے شور برپا آج کل
کر دیا دیوانہ مجھ کو اور رسوا آج کل

کو بکو سیر لبِ قصہ اور چرچا آج کل
سب ہی ذکر اور فسانہ سب کو ہر جا آج کل

محتسب ملا ہیں حیراں اور پریشاں شیخ و شاب   اُس پری نے کر رکھا ہے فتنہ برپا آج کل
بادہ کش قاضی ہے یار و اور مفتی جرعہ نوش   اُس نے دَر کو میکدہ کے ایسا کھولا آج کل
ناصحِ عاقل جو کرتا ہے نصیحت روز و شب   سر بسر پھرتا ہے وہ بدمست و شیدا آج کل
بتکدہ آباد ہے اور مسجد و منبر خراب   سارے عالم میں ہے ایسا کفر چھایا آج کل

ساکنِ میخانہ ہے دن رات حافظ بینوا
ہوگیا بدمست وہ مجنون و شیدا آج کل

واکیا ہے اُس صنم نے رُخ سے پردا آج کل   ایک عالم بنگیا مجنون و شیدا آج کل
کیا ہی موسم ہے عزیزو اُس کی بزمِ عیش میں   چل رہا ہے رات دن بس جامِ صہبا آج کل
سیکڑوں خواہاں کھڑے ہیں بادہ و ساغر کو وہاں   دخترِ رز جوش میں ہے پُر ہے مینا آج کل
شاہد و ساقی و مطرب سب کے سب مستی میں ہیں   کیا ہی وقتِ عیش ہے اور کیا زمانہ آج کل
بادہ نوشی بُت پرستی کی عجب اک دھوم ہے   جس کو دیکھو تو نہیں ہے عقل برجا آج کل
ننگ و ناموس و خرد کا کچھ نہیں نام و نشاں   عشق نے ایسا کیا ہے فتنہ برپا آج کل

از امامِ مے پرستاں شہ نظامِ پاک دیں
حافظِ بیچارہ میخانہ کو پہنچا آج کل

ہو رہے ہیں سیکڑوں بے چین و حیراں آج کل   اُس صنم کے عشق میں ہیں سو پریشاں آج کل
کیا ہے مفتی اور واعظ محتسب شیخ و فقیہ   سب کے سب ہیں اُس پری کے دل سے خواہاں آجکل
کر رکھی ہے شوخ نے زلفِ سیہ چہرہ سے دور   صد ہزاراں ہو رہی ہیں چشم حیراں آج کل
ننگ و ناموس اُٹھ گئی عقل و خرد برباد ہے   بحر مواج جنوں جاری ہے طوفاں آج کل
صف کے صف اور دل کے دل مشتاق ہیں اُس شوخ کی   چھڑکا ہے اُس گل نے اپنی رُخ پہ افشاں آج کل
تیغ ابرو تیر مژگاں غمزہ و شوخی و ناز   کام اپنا کر رہی ہیں سب ہیں بیجاں آج کل
حافظا تیری بلا سے گر ہوا بدنام تو   ہاتھ تیرے آگئی ہے زلفِ پیچاں آج کل

نغمہ ایسا ہے بجا اُس ماہرو کا آج کل   شور ہے ایسا پڑا اُس گل کی کوکا آج کل
روشنی عقل و خرد کی تیرہ و تاریک ہے   نورِ عشق اُس شعلہ رُو کا ایسا پھیلا آجکل

کامیاب ایسے ہیں عاشق اُس پریرو کے ہوئے
لعل و گوہر قطرہ ہے اُن کے لہو کا آج کل

ہوگئی برپا قیامت اُس کے قامتِ ناز سے
صور اسرافیل نے ایسا ہے پھونکا آج کل

میکدہ میں مست ہیں سب بادہ خوار اور نازنیں
غل ہے ہر جانب مچا جام و سبو کا آج کل

شیوۂ عاشق نوازی خوش ہے ظاہر ان دنوں
ہر طرف ہے ذکر جاری اُس کی خو کا آج کل

حافظِ رسوا ہے ساجد ہر زماں با جان و دل
صد ہزار احسان ہے اُس فتنہ جو کا آج کل

کچھ نہیں کام آتی یارو ہوشیاری آج کل
لگ گیا تیرِ مژہ ہے دل پہ کاری آج کل

کیا غضب ہے رات دن ہے پاس اور ملتا نہیں
خلق کی جاتی رہی ہے ہوشیاری آج کل

ناصحِ ناداں جو کرتا ہے نصیحت رات دن
عشق کی دولت سے ہے وہ محض عاری آجکل

خرقہ و تسبیح ہماری رہن بادہ ہو چکی
شیخ صاحب اب تمہاری ہیگی باری آج کل

جب کہ مُلا محتسب ہیں بادہ خواروں میں ملے
کچھ شکایت ہی نہیں پھر اب ہماری آج کل

ہم تو جب جانیں کہ میخواری سے اب توبہ کرو
دیکھیں کیسی حق پرستی ہے تمہاری آج کل

مستعد ساقی ہوا دینے پہ بادہ ناب کے
تیری حافظ دیکھینگے پرہیزگاری آج کل

ردیف المیم

یہاں ازل سے لائے ہیں جو عشق کا آزار ہم
اب اسی گردش میں ہیں ہم بس طالبِ دیدار ہم

زاہدا کنجِ سلامت تجھ کو روزی ہو سو ہو
پھرتے ہیں بدنام اور رسوا سرِ بازار ہم

میں ہوں کافر جو مجھے دیدارِ حق کی ہو ہوس
کرتے ہیں کحلِ بصر خاکِ درِ خمار ہم

زائرِ کعبہ نہیں ہوں ناصحِ ناداں مگر
ہیں حریمِ دل کے اپنے رات دن زوار ہم

حافظا کہنے سے واعظ کے نہ ہو دلمیں ملول
چھوڑینگے ہرگز نہیں تصویرِ زلفِ یار ہم

جب سے اس گل کے ہوئے ہیں طالبِ دیدار ہم
ہوگئے بدنام و رسوا بر سرِ بازار ہم

آج تک دیکھا نہیں اُس کو مگر سنتے ہی بس
دربدر پھرنے لگے بے آبرو اور خوار ہم

زیست مشکل ہے ہماری بے جمالِ یار کے
خود ازل سے لائے ہیں یہ عشق کا آزار ہم

کچھ خبر اسلام کی اور نہ کچھ ایماں کی غرض
لیتے ہیں ایماں کے عیوض کفرِ زلفِ یار ہم

اپنی جنت تو ہی لے ہم کو نہ یہ درکار ہے
چھانتے ہیں روز و شب خاکِ درِ خمّار ہم

کیا ہوس ہے سیرِ گلشن کی ہمیں اے ہمنشیں
سینہ میں رکھتے ہیں اپنے گلشن و گلزار ہم

مہرباں ہے ہم پہ وہ ترسا بچہ عیّار شوخ
حافظا کیا رکھتے ہیں یہ دولتِ بیدار ہم

دین و دنیا کی نہیں رکھتے ہیں کچھ درکار ہم
اپنے جاناں کے فقط ہیں طالبِ دیدار ہم

ہم نہیں ہیں جانتے یہ کیا ہے نور اور کیا ہے نار
ماسوا کے علم سے کرتے ہیں استغفار ہم

وصل و ہجراں رنج و راحت نیک و بد سے کیا ہے کام
ایک رضائے دوست سے رکھتے ہیں کاروبار ہم

زاہدا یہ زہد تیرا عین غفلت حق سے ہے
کیا کہیں ناداں سے بس عشق کا اسرار ہم

سر جھکے کیونکر ہمارا منبر و محراب میں
سر جھکا سکتے نہیں ہیں غیرِ روئے یار ہم

رنج و غم لیتے ہیں مول اور نقدِ راحت بیچکر
جانتے ہیں بیقدر وہ مصر کا بازار ہم

ہم کو بھاتا ہے طریقہ عشق کا حافظ مدام
کیونکہ پیرو ہیں طریقِ سیّدِ ابرار ہم

کفر سے ہے نہ غرض اور نہ اسلام سے کام
ہم کو ہے یار فقط ساقیِ گلفام سے کام

زاہدا عشق ترا توبہ سالوس سے ہے
ہم کو ساقی و صراحی سے ہے مے و جام سے کام

رات دن گذرے ترا عیش و آرام میں شیخ
دلِ عاشق کو نہیں راحت و آرام سے کام

منع کرتا ہے ہمیں عشقِ بتاں سے واعظ
جب تلک اس کو نہیں زلفِ سیہ فام سے کام

حافظا غیروں سے کیا کام ہے اس عالم میں
تجھ کو تو چاہیئے اس شوخِ گل اندام سے کام

غم سے منہ کسطرح موڑوں میرا ایماں ہے یہ غم
مونس و ہمدم یہی ہے یادِ جاناں ہے یہ غم

حوصلہ کیا ہے کسی کا دیکھے روئے یار کو
نورِ سبحاں ہے یہ غم اور روئے جاناں ہے یہ غم

طالبِ جنت ہے جو غافل حقیقت سے ہے وہ
عیش و راحت ہے یہ غم اور باغِ رضواں ہے یہ غم

حوضِ کوثر جو سنی زاہد نے عشاق کی
اشک جاری ہے یہ کوثر دیدہ گریاں ہے یہ غم

میوہائے جنت الماویٰ ہیں فکر عاشقاں / ہے غذا ہجر صنم میں دل پریشاں ہے یہ غم

واسطے غم کے کیا پیدا خدا نے آدمی / ہے رضائے دوست اور مرضیِ جاناں ہے یہ غم

عاشقوں کا دین و مذہب درد و غم ہے حافظا / حُسنِ دلبر ہے یہ غم اور نورِ ایماں ہے یہ غم

ہم ازل سے لائے ہیں تجھ پر ہی ایماں اے صنم / ہم ہیں کافر عشق کے کب ہیں مسلماں ای صنم

تیرے ہی کوچہ کی چھانیں خاک سب سے بے خبر / رہتے ہیں ہم زار رسوا دل پریشاں اے صنم

ہو گئے ہم خاک پیارے جل کے نارِ عشق سے / رکھتے ہیں ہر وقت ہم تو سینہ بریاں اے صنم

آنکھوں سے طوفان جاری ہے فراقِ یار میں / رہتے ہیں ہر آن ہم تو دیدہ گریاں اے صنم

دیکھتے ہیں جابجا ہم جلوہ تیرے حُسن کا / رات دن رہتے ہیں ہم تو سخت حیراں ای صنم

بُت پرستی میں ہیں ہوں کامل دور ہوں اسلام سے / شیخ و واعظ کرتے ہیں سب شور و افغاں اے صنم

بُت پرستی اور رندی از طفیلِ شہ نظام / حافظِ رسوا کو ہے بس یہ ہی شایاں ای صنم

سیکنوں ہی کر چکے تدبیر ہم / پر مٹا سکتے نہیں تقدیر ہم

تیری ابرو قتل کو کافی ہے یار / کیوں اُٹھا دیں صدمۂ شمشیر ہم

قید کی حاجت ہے کیا عشاق کو / زلفوں سے ہیں پای در زنجیر ہم

شعلۂ سوزِ دروں رُکتا نہیں / کیوں نہ ڈالیں اب گریباں چیر ہم

رہتے ہیں چوں نقشِ دیوار ای صنم / دیکھتے ہیں جب تری تصویر ہم

ذبح ہم ہوتے ہیں بسم اللہ پاک / اپنے اوپر پڑھتے ہیں تکبیر ہم

حافظا اس زمرۂ عشاق میں / کچھ بہت سی رکھتے ہیں توقیر ہم

تیری فرقت میں صنم رہتے ہیں دلگیر سے ہم / ہمزباں رہتے ہیں بس نالۂ شبگیر سے ہم

چاہا ہر چند کہ ہو وصل میسر اُس کا / بس نہیں چلتا ہے لاچار ہیں تقدیر سے ہم

یوں تو آتا نہیں تو مجھ سے الگ رہتا ہے / کھینچ کر لا دیں گے پر آہ کی تاثیر سے ہم

ہوتی سیری نہیں ہم کو ترے دیدار سے یار
سیر ہو جاویں گے آبِ دمِ شمشیر سے ہم

دین و ایمان لیا تشنہ جاں ہے حافظ
خوب واقف ہیں ارے اُس بُتِ بے پیر سے ہم

بے تکلف و بے ریا ہیں ہم
بخدا نورِ کبریا ہیں . . . ہم

سب کے شامل ہیں پر الگ سب سے
اپنی وحدت کے آشنا ہیں ہم

گو بظاہر ہیں آشنا سب سے
لیک باطن میں بے وفا ہیں ہم

ہر جگہ اپنے آپ کو دیکھیں
جس جگہ دیکھیں جابجا ہیں ہم

ہم ہیں مقصود دونوں عالم میں
ذات کا خاص مدعا ہیں ہم

سب کے مطلوب ہیں ہمیں واللہ
مہ جبیں اور مہ لقا ہیں ہم

کہیں رسوا ہیں اور کہیں حافظ
صاحبِ ناز خوش ادا ہیں ہم

بُت پرست اور کہیں صنم ہیں ہم
کفر و اسلام سے بہم ہیں ہم

ہیں کہیں عبد اور کہیں معبود
ایسے بارونق و رسم ہیں ہم

ہر جگہ طرزِ نو ہماری ہے
کہیں پیدا کہیں عدم ہیں ہم

کہیں عاشق بنے کہیں معشوق
دفترِ عشق میں ختم ہیں ہم

تاجِ شاہی کہیں ہے دلقِ گدا
ہر شباہت میں آپ ہم ہیں ہم

ہیں کہیں برہمن کہیں ہیں شیخ
اپنی پوجا میں سرگرم ہیں ہم

مظہرِ ذات اور صفات حافظ
صاحبِ لوح اور قلم ہیں ہم

آپ ہی اپنے ہمنشیں ہیں ہم
مبتلا غیر کے نہیں ہیں ہم

عاشقِ حق نہیں ہیں ہم بخدا
اپنے عاشق ہیں نازنیں ہیں ہم

اپنے ہی حُسن کے ہیں ہم ناظرہ
مہ لقا اور مہ جبیں ہیں ہم

باغِ عالم میں سبز اور شاداب
سرو شمشاد بس ہمیں ہیں ہم

جز ہمارے نہیں جہاں میں کوئی
بانیِ کفر و اہلِ دیں ہیں ہم
سارا عالم ہے بس ظہور اپنا
غیرِ ذاتِ خدا نہیں ہیں ہم

مرشدِ پاک ذات شاہ نظام
مثلِ حافظ کے خوشہ چیں ہیں ہم

کشتۂ ناز اور ادا ہیں ہم
اپنے دلبر پہ بس فدا ہیں ہم
عاشقِ رند بُت پرست قدیم
زہد و تقویٰ سے بس جدا ہیں ہم
ساکنِ میکدہ خراباتی
آج ہی کچھ نہیں سدا ہیں ہم
گرچہ بدنام اور پریشاں لیک
اصلِ جمعیت و ھُدا ہیں ہم

ہم نہیں نار و نور کے بندے
حافظا بندۂ خدا ہیں ہم

پوچھو ہم سے نہ کچھ کہ کیا ہیں ہم
حُسنِ جاناں کی بس غذا ہیں ہم
گرچہ صورت میں ہم ہیں بیگانہ
لیک معنی میں آشنا ہیں ہم
گو بظاہر مریض و بے چارہ
سارے امراض کی دوا ہیں ہم
کیا کہیں ہم حقیقت اپنی یار
کہہ نہیں سکتے ہیں کہ کیا ہیں ہم
دورِ امراض سے مریضِ جہاں
درد کی اپنے خود دوا ہیں ہم
نار اور نور سے ہیں پاک ہم تو
الغرض نورِ کبریا ہیں ہم

کنزِ مخفی ہیں ہم تو اے حافظ
عینِ دلبر کا مُدعا ہیں ہم

ردیف النون

اقلیمِ دو جہاں میں سلطان ہیں تو ہم ہیں
اجسامِ دوسرا میں ایک جان ہیں تو ہم ہیں
یہ ارض اور افلاک سب ہے ظہور اپنا
قائم جو ہیں تو ہم ہیں گردان ہیں تو ہم ہیں
شمس و قمر ہیں پیدا یہ نور سب ہویدا
رخشان اور تاباں ہر آن ہیں تو ہم ہیں
ہر چیز میں ہے ظاہر ہستی ہماری یارو
گر آن ہیں تو ہم ہیں اور شان ہیں تو ہم ہیں
گلخن ہے یا کہ گلشن ہے جلوہ سب یہ اپنا
گلزار ہیں تو ہم ہیں بستان ہیں تو ہم ہیں

ہم سے سوا نہیں ہے دونوں جہاں میں کوئی
مرزبان ہیں تو ہم ہیں مہمان ہیں تو ہم ہیں

کرتے ہیں ہم تلاوت مصحف کی رخ کے اپنے
حافظ جو ہیں تو ہم ہیں قرآں ہیں تو ہم ہیں

خمخانۂ جہاں میں میخوار ہیں تو ہم ہیں
اس بادۂ خدا سے سرشار ہیں تو ہم ہیں

یہ انتظام عالم سب کچھ ہے اپنا یارو
اشجار دو جہاں کے اثمار ہیں تو ہم ہیں

یہ رنج اور راحت اپنی ہی دو ہیں حالت
گر شاد ہیں تو ہم ہیں اور زار ہیں تو ہم ہیں

جو کچھ کہ گل کھلیں ہیں سب ہے تماشا اپنا
گر باغ ہیں تو ہم ہیں گلزار ہیں تو ہم ہیں

یہ آنا اور جانا ہے سب ظہور اپنا
ہر تن میں جلوہ فرما ہر بار ہیں تو ہم ہیں

ہشیاری اور غفلت اپنی ہی حالتیں ہیں
غافل جو ہیں تو ہم ہیں ہشیار ہیں تو ہم ہیں

مجموعۂ خدائی واللہ ہم ہیں حافظ
گر نور ہیں تو ہم ہیں اور نار ہیں تو ہم ہیں

نہ ہم سے ہنسو ہم رلائے ہوئے ہیں
محبت کے صدمے اٹھائے ہوئے ہیں

جو ہم دام گیسو میں آئے ہوئے ہیں
بہت تیچ و تاب کھائے ہوئے ہیں

بنائے ہو کیا ہم کو باتوں میں ناصح
کسی اور کے ہم بنائے ہوئے ہیں

میں آشفتہ خاطر ہوں حسن جبیں کا
وہ آنکھوں میں میرے سمائے ہوئے ہیں

نہیں مرد میداں کے تم شیخ صاحب
بہت بار آپ آزمائے ہوئے ہیں

ہمیں کیا نصیحت کرو ہم تو صاحب
دل و دین و دنیا گنوائے ہوئے ہیں

پریشان حافظ کو کیا دیکھتے ہو
وہ ان ظالموں کے ستائے ہوئے ہیں

ہم اس یار سے دل لگائے ہوئے ہیں
سزا دل لگانے کی پائے ہوئے ہیں

ہے کیا حال دل کا سنا جب ہے ہم نے
وہ ہمسایہ میں میرے آئے ہوئے ہیں

اگرچہ نہیں ملتا مجھ سے تو پیارے
ترا نقشہ ہم بھی جمائے ہوئے ہیں

میں جانباز ہوں جان پر کھیلتا ہوں
زمانہ میں یہ ہم سنائے ہوئے ہیں

نہیں غیر سے کچھ سروکار میرا
میرے دل کو بس وہی بھائے ہوئے ہیں

سبھی ناز و انداز طرز و ادا سے
وہی دل کو میرے لبھائے ہوئے ہیں

لگا کر کے دل اُس پریرو سے حافظ
بہت رنج صدمہ اُٹھائے ہوئے ہیں

جو دل میرا دلبر لبھائے ہوئے ہیں
بہت ناز مجھ کو نچائے ہوئے ہیں

سبھی دام زلفوں میں ہو کر کے پابند
بہت خون دل کا بہائے ہوئے ہیں

نہیں جانتا میں کہ کیا ضد ہے مجھ سے
جو مجھ سے بہت بل وہ کھائے ہوئے ہیں

میرے نام سے وہ بگڑتے ہیں بیشک
رقیبوں سے شاید پڑھائے ہوئے ہیں

میرے ذکر سے جو کہ نفرت ہے اُن کو
میرے دشمنوں سے سکھائے ہوئے ہیں

ترے زلف و رخ ہر زماں مجھ کو پیارے
مزا عشق کا بس چکھائے ہوئے ہیں

ازل سے بھلا حافظا تیرے مرشد
تجھے جامِ وحدت پلائے ہوئے ہیں

تیغ ابروئے صنم کے وصف میں جوہر اور ہیں
بہر قتلِ عاشقاں شمشیر و خنجر اور ہیں

مقتلِ عشاق ہے کوچہ ہمارے یار کا
ذرہ ذرہ اُس کے ظالم اور ستمگر اور ہیں

عاشقِ گنج دگر ہے ناصح بے درد آہ
دامنِ عشاق میں تو لعل و گوہر اور ہیں

قصر شاہی کی ہوس سے بال پر کچھ بھی نہیں
عشق سے ایوان پر اڑنے کے شہپر اور ہیں

پھولتا ہے ورد اورادِ معین پر جو شیخ
خواہشیں صدہا بھری بس دل کی اندر اور ہیں

سیر باغ و بوستاں کی کچھ نہیں حاجت ہمیں
گل کھلیں یاں ہر زماں زخمِ جگر پر اور ہیں

کر دیئے خمخانہ خالی حافظِ بیدل نے پر
ہم سے کئے جاتے طلب ساغر پہ ساغر اور ہیں

بُت پرستوں پہ جو بُت جور و جفا کرتے ہیں
ماسوا اپنی پرستش سے رہا کرتے ہیں

غیر کا نام و نشاں دل میں نہیں چھوڑتے ہیں
جب کہ عاشق سے صنم ناز و ادا کرتے ہیں

جلوہ افروز جو ہوتا ہے لبِ بام وہ شوخ
جان و ایمان کو عشاق فدا کرتے ہیں

وصف اُس حسن کا تیرے جو سُنا کرتے ہیں — اور کچھ ہوتا نہیں تجھ کو دعا کرتے ہیں
جو کہ غافل ہیں ترے عشق و محبت سے سدا — وہ بھی دن رات تری مدح و ثنا کرتے ہیں
بے نیازی سے تری اور تکبر سے ترے — دلِ عشاق بہت تجھ سے ڈرا کرتے ہیں

تم تو ہو عاشقِ جانباز جہاں میں حافظ
وہ جفا کرتے ہیں ہم خوب وفا کرتے ہیں

تجھے جب کہ ہم اے صنم دیکھتے ہیں — ادب سے وہ خاکِ قدم دیکھتے ہیں
نہ زاہد نے دیکھا عمر بھر میں ایسا — جو ایک ساغرِ مے میں ہم دیکھتے ہیں
جو شیخ و برہمن مخالف ہیں دونوں — حقیقت میں ہم تو بہم دیکھتے ہیں
نہ ہم کفر میں اور نہ اسلام میں ہیں — مگر سیرِ دیر و حرم دیکھتے ہیں

یہ جھگڑے مذاہب کے عالم میں حافظ
اُسی زلف کا پیچ و خم دیکھتے ہیں

کوس ہم عشق کا میداں میں بجا سکتے ہیں — ہم تو دیوانہ ہیں عالم کو سُنا سکتے ہیں
ساکنِ میکدہ و سرورِ رندانِ زمان — ہم ہیں ای شیخ کہیں وہاں سے نہ جا سکتے ہیں
منہ تو دیکھو بھلا رندانِ بلاکش سے کبھو — شیخ و زاہد بھی کہیں آنکھ ملا سکتے ہیں
جوش میں آویں اگر اپنے جنوں کے واللہ — عرشِ اعظم کو ابھی دم میں ہلا سکتے ہیں
جو کہ عیارِ خدائی ہیں وہ رندانِ زماں — دونوں عالم میں عجب دھوم مچا سکتے ہیں
وہ جو رکھتے ہیں دمِ آتشیں اور شعلہ مزاج — آگ وہ نوح کے طوفاں میں لگا سکتے ہیں
غور کیجے ذرا اپنے میں میاں حضرتِ شیخ — کس طرح چٹکی میں آپ ہم کو اڑا سکتے ہیں
جاہلوں میں بھی تو کچھ چرب لساں ہو واعظ — ایسی باتیں تو بہت ہم بھی بنا سکتے ہیں
ایسی شیخی تجھے لائق ہی نہیں اے ناداں — رندِ حق انگلیوں پر تجھ کو نچا سکتے ہیں
حرم و دیر کی آواز سے گو ہیں محروم — اپنی زنجیرِ جنوں کو تو ہلا سکتے ہیں

جب کہ بے درد ہیں یہ واعظ و مُلا حافظ
اپنا احوال کب ہم اُن کو سُنا سکتے ہیں

روز و شب ہم جو بھلا شور و فغاں رکھتے ہیں
آتش عشق بتاں میں نہاں رکھتے ہیں

رات دن رہتے ہیں ہم محو جمال دلبر
ہم نہ کچھ تن سے خبر اور نہ جاں رکھتے ہیں

تو ہے زاہد ہوس حور و جناں میں غافل
ہم تو بس عشق بت غنچہ دہاں رکھتے ہیں

مست عریاں کو نہ کونین سے ہے کچھ بھی غرض
ہم نہ یہاں رکھتے ہیں کچھ اور نہ وہاں رکھتے ہیں

اور کچھ نقد نہیں حافظ مفلس ہے مگر
اک فقط تجھ پہ فدا کرنیکو جاں رکھتے ہیں

ہم نہ اوس در کے سوا کون و مکاں رکھتے ہیں
عشق ہے اوسکے یہ ہر دم لبیں فشاں رکھتے ہیں

عزت و جاہ و حشم جبہ و دستار و تسبیح
رند و قلاش یہ سو جھگڑے کہاں رکھتے ہیں

عاشق حسن خداداد ہیں ہم اے زاہد
کب ہم آزاد ہوس حور و جناں رکھتے ہیں

اپنا دلدار وہ ہے جسکی غلامی سے یہاں
فخر کونین میں سلطان جہاں رکھتے ہیں

کچھ ہنر ہم تو نہیں رکھتے ہیں حافظ لیکن
خط غلامی در صابر کا عیاں رکھتے ہیں

ہم نہ تن رکھتے ہیں یہاں اور نہ جاں رکھتے ہیں
تیرا ہی دھیان صنم دل میں نہاں رکھتے ہیں

صید کرنیکو دل زار کے خوباں جہاں
تیر مژگاں کا نشانہ دو ابرو کی کماں رکھتے ہیں

پاکبازان دو عالم میں نظر باز ہیں ہم
لوگ برعکس یہاں ہم پہ گماں رکھتے ہیں

ہم تو کچھ بھی نہیں رکھتے ہیں جہاں میں واللہ
ہاں اگر رکھتے ہیں تو شورش جاں رکھتے ہیں

مے کے پینے سے تو حافظ نہیں کرتا توبہ
شیخ و ملاں یہ عبث شور و فغاں رکھتے ہیں

زہد و تقوے کو تری عشق میں ہم چھوڑتے ہیں
مست ہے عشق میں واعظ کی قسم توڑتے ہیں

جان جاتی ہے تو بلا سے نہیں پرواہ نہیں
پر نہ اوسکی دم شمشیر سے منہ موڑتے ہیں

جو کہ کرتے ہیں ملامت ترے دیوانوں کو
بے خبر عشق سے ہیں ساغر جم توڑتے ہیں

تیرے دیوانہ جو آوارہ ہیں در دشت جنوں
خار صحرا کی بہت زیر قدم توڑتے ہیں

کیا غضب ہے جو لکھیں میرا جواب خط کا
اور ہم جب نام تو جھنجھلا کے قلم توڑتے ہیں

شیخ توڑے ہی ملامت سی دل زار مرا
بیت حق توڑے ہی وہ سبحہ کو ہم توڑتے ہیں

حضرت عشق جو شورش میں کبھو آجاویں
دل حافظ میں بہت نشتر غم توڑتے ہیں

گرچہ عشاق بہت شور و بکا کرتے ہیں
گل رخاں کب یہ بھلا ترک جفا کرتے ہیں

جو کہ امید وفا رکھتے ہیں خوباں سی عجب
سخت نادان ہیں اور محض خطا کرتے ہیں

جسقدر ظلم و جفا ہم پہ کرے وہ ظالم
وہ ہنر اوسکا ہی ہم اوسکو دعا کرتے ہیں

دلربا ہی وہ مرا سرور خوبان جہاں
سجدہ اوس بت کو کبھی ترک و خطا کرتی ہیں

دیکھ تو مقتل عشاق میں کس شوق سی بس
جان اپنی کو فدا اہل وفا کرتے ہیں

ناصحا بت کی پرستش ہی اصول ایماں
بُت کی پوجا سبھی مردان صفا کرتے ہیں

حافظ اسرار الٰہی ہی تو کر بند زباں
دیکھ عُشاق کہ اس راہ میں کیا کرتے ہیں

ہم ترے لطف و نزاکت سے حذر کرتے ہیں
ورنہ نعرے مری پتھر میں اثر کرتے ہیں

سوزش نار جہنم کی ہی مشہور مگر
خاک اوسکو یہ مری دل کے شرر کرتے ہیں

دونوں عالم کو کرے خاک ہماری آتش
آتش عشق سے ہم تم کو خبر کرتے ہیں

یار مجھ کو نہیں گو بزم طرب میں تیرے
پر تری یاد میں ہم عمر بسر کرتے ہیں

لو جی آباد رہو شاد رہو تم جاناں
حافظ سوختہ دنیا سے سفر کرتے ہیں

کون ہی ایسا جسے عشق کا آزار نہیں
ہی کوئی ایسا جو اوس گل کا خریدار نہیں

جسکو دیکھو ہی اوسی زلف کا پابند و اسیر
میں ہی اس بند میں تنہا تو گرفتار نہیں

ہوا مشہور زمانہ میں بھی رسوائے جہاں
حیف ہی بر میں مری وہ بُت عیار نہیں

کیا ہی نادان یہ ناصح ہی خدا سی غافل
عیش میں ہی پڑا حق کا طلبگار نہیں

جانے ہی کشف و کرامت کو ہی عرفان خدا
طالب کشف ہی اور طالب دیدار نہیں

پیچ و خم سینکڑوں دل اوس زلف سیہ فام کی ہیں
غیر عاشق کے کوئی محرم اسرار نہیں

مصحفِ رُخ کی تلاوت ہی مبارک حافظ
غیر عاشق کی تلاوت یہ سزاوار نہیں

مرض عشق میں ہی کون جو بیمار نہیں — کون ہی ایسا جسے عشق کا آزار نہیں
جسکو دیکھو وہی ہی عشق سی موجود یہاں — غیر اوسکے کوئی یہاں کافر و دیندار نہیں
زلف اور رخ کا تماشا ہی ظہورِ دو جہاں — دونوں عالم میں کسی غیر کا اظہار نہیں
کیا تماشا ہی کہ نادان ہوں دانا مشہور — جو کہ دانا ہیں اونہیں کہتی ہیں ہشیار نہیں
وہی عاقل ہی جو ہی شیفتۂ حُسنِ صنم — ویسا دنیا میں ذلیل اور کوئی خوار نہیں
وہ جو ہی غیر سے مشغول خدا سے غافل — اوس سا عالم میں کوئی مومن و دیندار نہیں

ہی یہ نیرنگیِ عشق اور ہی غیرت اوس کی
حافظا چپ ہو کوئی محرمِ اسرار نہیں

ہم کو دلبر کے سوا اور سی کچھ کام نہیں — سچ تو یہ ہی کہ سوا عشق کی آرام نہیں
تفرقۂ دین و مذاہب میں بگڑتا ہی یہ دل — کافرِ عشق صنم بندۂ اسلام نہیں
کام کچھ بھی نہیں جز عشق کی عاشق کو ذرا — کچھ خبر اوسکو بجز شغلِ مے و جام نہیں
سب ہنر رکھتا ہی یہ ناصحِ بیہودہ مگر — حیف ہی عشقِ بُت و ساقیِ گلفام نہیں
دیکھنا رکھنا قدم اسمیں سنبھل کر واعظ — کوچۂ عشق ہی یہ فقہ اور اسلام نہیں
بارشِ کفر سے رہتا ہی سدا سبز یہ کشت — دین و ایمان کا ہرگز بھی یہاں نام نہیں

کیا مزا تجھکو ہی حافظ بھلا رسوائی میں
ساری عالم میں کوئی ایسا تو بدنام نہیں

کون خوبی ہی جو وہ احمد سرور میں نہیں — کونسا حسن ہی جو حضرت قادر میں نہیں
کیا ہی قدرت کہ جو وہ احمد صابر میں نہیں — کیا تصرف ہی جو وہ آلِ پیمبر میں نہیں
اللہ اللہ ترے دریا کی روانی پیاری — ایسی سرعت کبھو جبرئیل کی شہپر میں نہیں
کیا تجلی ہی ترے حسن کی دلبر واللہ — ایسی تنویر میاں شمسِ منور میں نہیں
منتظر نیم نظر کے ہیں ہزاروں دل تیرے — حسرتیں کیا ہیں جو وہ اس دلِ مضطر میں نہیں

چھپایا ہی حسن ترا میری نظر میں ایسا | غیر تیرے مرے اس دیدۂ احمر میں نہیں

کیا لطافت ہی تجھے نام ہی سے حافظ
یہ لطافت تو کسی ایک سخنور میں نہیں

ہی کون وقت ایسا مری آنکھ تر نہیں | افسوس یار کو مری کچھ بھی خبر نہیں
کس طور پہونچے حال مرا اوسکے کان میں | کوچہ میں یار و اوسکے ہوا کا گذر نہیں
ہوتی نہیں سحر ہی شب ہجر کی مرے | ہی کیا شب فراق کہ اوسکی سحر نہیں
چوکھٹ کا اوسکی بوسہ کماں ہو مجھے نصیب | مفلس کے پاس کچھ بھی تو گنج و گہر نہیں
کچھ میں ہی تو نہیں ہوں طلبگار یار کا | گردش میں کیا فلک پہ یہ شمش و قمر نہیں
غافل ہے حق سے جبہ و دستار میں ہی خوش | افسوس تجھکو عشق بت سیم بر نہیں

مولا ترا کریم اور ابن الکریم ہے
حافظ ترے قصور پہ اوسکو نظر نہیں

زندگی کیونکر ہو وہ نا آشنا ملتا نہیں | سو تلاش اوسکی کرے وہ بیوفا ملتا نہیں
جبرئیل آکر کے ڈھونڈھی حشر تک اوسکے اگر | نقش پا کا اوسکے واللہ کچھ پتا ملتا نہیں
ہی ناز اور حسن میں وہ مست ہی مغرور شوخ | کرتا ہی عشاق پر جور و جفا ملتا نہیں
سیکنوں پامال ہیں اوسکی مثال گرد باد | جملہ خوبان جہاں پر وہ ذرا ملتا نہیں

گرچہ وہ ملتا نہیں حافظ مگر عشاق میں
تجھ سا جانباز اور رندوں حیا ملتا نہیں

گرچہ ہم نے دوستو وہ مہ لقا دیکھا نہیں | لیکن اوس در کے سوا بس دوسرا دیکھا نہیں
کسکی ہی تاب و تواں دیکھے جمال یار کو | سارے عالم میں کسی نے تو خدا دیکھا نہیں
جب سے چوکھٹ کو تری چوما ہی ہمنے ای صنم | کعبہ کی جانب کبھو پھر آنکھ اوٹھا دیکھا نہیں
خوف ہی روز قیامت کا تجھے اس واسطے | حسن کا بازار تو نے زاہدا دیکھا نہیں
یوں تو ہیں عالم میں صد ہا نازنیں اور گلبدن | ایسا نازک نازنیں گلگوں قبا دیکھا نہیں
دوستو واقف نہیں ہم کیا ہی کعبہ بتکدہ | جز در جاناں کی ہمنے دوسرا دیکھا نہیں

التجا کرتا ہوں در پر یا نظام پاکدین
حافظ بیدل نے تجھ سا دوسرا دیکھا نہیں

جز جمالِ یار کے تسکیں مگر ہوتی نہیں
کونسی وہ رات ہی یہ آنکھ تر ہوتی نہیں

یا الٰہی یہ شبِ ہجراں ہی یا کالی بلا
جسکے پیچھے عمر بھر کوئی سحر ہوتی نہیں

سیکڑوں تدبیرِ وصلِ یار کی ہم کر چکے
پر کوئی تدبیر وہاں پر کارگر ہوتی نہیں

گرچہ میرے آہ و نالہ عرش تک پہونچے مگر
پر موثر کچھ بھی وہاں آہِ سحر ہوتی نہیں

آہ و نالہ کیا ہی حافظ بارگاہ یار میں
جان کھو دی کوئی کیسی وہاں خبر ہوتی نہیں

کیا ہی طاقت کوئی آوے عشق کے میدان میں
دیدہ و دانستہ گرتا ہی کوئی طوفان میں

بے نگاہِ لطف اوس پیرِ مغاں کی زینہار
کون ہوتا ہی شمار اس رحمتِ رحمان میں

واہ کیا پیرِ مغاں ہی درِ خراباتِ خراب
اک نظر سے جسکی پہونچے ہر کوئی اک آن میں

ساقیِ گلفام سے جسکو ملے اک جام می
ہو بہو عشقِ صنم پیدا ہو دل اور جان میں

عشقِ حق چاہی ہی تو میخانۂ رنداں میں آ
کیوں پڑا غافل اہی تو سو حجت و برہان میں

دوست رکھتا ہی سلامت کو ملامت سے ہی دور
کشتۂ عشاق رہتی ہی سدا طوفان میں

صدقۂ پیرِ مغاں شاہِ شہاں پیر نظام
حافظ عیاں ہو گیا کوچۂ جاناں میں

غیر حق کے کچھ نہیں ہی عالمِ امکان میں
ماسوا حق کے نہیں ہی صورت انسان میں

کیا ہی انساں کیا ہی حیواں کیا جمادات و نبات
اصل سب کی ایک ہی وہ نور ہی ہر شان میں

وحدت و کثرت یہ دونوں ایک ہیں اے ہوشیار
فرق انمیں کچھ نہیں ظاہر ہی جسم اور جان میں

یہ زمین و آسماں اور یہ ظہور و ہم بطون
جلوہ سب کی نور کا وہ نور ہے انسان میں

زاہدا غافل ہی تو وحدت سے کثرت میں پڑا
اور اگر غافل نہیں آ عشق کے میدان میں

کیا ہی طاقت جو کہ حیواں ریس انساں کی کری
فرق حق نے کر دیا انسان اور حیوان میں

تجھ کو کیا مطلب ہے حافظ صلح کل ہی تیرا کام
سب سے ہو کر بے خبر مشغول ہو قرآن میں

نہیں ممکن ہی ایسا خوبرو اس دار امکاں میں
ہوا کوئی نہیں پیدا تری مانند انساں میں

تری حسن و وجاہت کو جو دیکھا ناگہاں ہی نے
خجالت سی گرا یوسف بھی جا کر چاہ کنعاں میں

چمن ہیں جا کے دیکھا سب گلوں کو تیرا ہی عاشق
مزا کیا جا کے پایا تیری عاشق نے گلستاں میں

جو دیکھا تیری کوچہ میں نہ دیکھا کچھ بھی جنت میں
بہار ہمنے نہ دیکھی کچھ ذرا گلزار رضواں میں

ہیر جو کچھ خار اور گل ہیں تری ہی یاد کرتی ہیں
سوا تیری نہ دیکھا کچھ چمن میں باغ و بستاں میں

ہوئی ہیں ہم تو سودائی تری اس حسن والا پر
کئے ہیں تار تار ہمنے سبھی جیب و گریباں میں

بہت مشکل سی ہاتھ آئی ہی یہ دولت ملامت کی
پھرا جب جا بجا حافظ اری کوہ و بیاباں میں

دل نہیں لگتا ہی میرا گلشن و گلزار میں
چین آتا ہی مجھے تو کوچۂ دلدار میں

جسطرف دیکھو ہی شہرہ اوسکی زلف و رخ کا یاں
مبتلا ہیں سب کے سب اوس زلف و روئی یار میں

کافر و دیندار شیخ و برہمن اور رند و مست
اوسکا چرچا کر رہی ہیں کوچہ و بازار میں

مسجدونمیں شیخ صاحب محتسب صوفی فقیہہ
بتکدہ میں برہمن مشغول اوسکے کار میں

میکدہ میں بیخود و بدمست ہیں سب بادہ خوار
بلبلیں خوشحال ہیں اوس گلشن و گلزار میں

جو تماشائی ہیں ہر جا حسن اپنے یار کے
فرق کچھ کرتے نہیں ہیں کافر و دیندار میں

تجھکو کیا لینا ہے حافظ کافر و دیندار سے
ہر جگہ رہنا تماشائی جمال یار میں

جز یار کے نہیں ہے دل بیقرار میں
سب عمر گذری میری اسی انتظار میں

باد صبا ادھر بھی توجہ ضرور کر
پہونچا دی خاک میری ذرا کوئی یار میں

کیا گل ہی اور چمن ہی کسی میں نہیں وہ لطف
جو لطف اور مزا تری کوچہ کے خار میں

حسن جا پہ دنگ نسبت ملایک ہوں شیخ جیو
تسبیح آپکی ہی بھلا کس شمار میں

ایسا غرور حسن میں مغرور ہے وہ شوخ
کیا حوصلہ کسی کا جو جا اوس دیار میں

ہے اوسکی بام حسن اگرچہ لطیف و پاک
لیکن یہ دل نہیں ہی مرے اختیار میں

غمگین نہو فراق صنم سے تو حافظا
دل شاد رکھ بھلا تو خزان و بہار میں

حسن و انوارِ خدائی کا گلستاں ہوں میں
نورِ احمد کا جہاں میں چمنستاں ہوں میں

دیکھنے میں تو میں آوارہ ہوں دشتِ جنوں
بادۂ عشقِ الٰہی کا خمستاں ہوں میں

زاہدِ خشک مجھے دیکھے ہے ویران و تباہ
دیدۂ عشاق میں خود عشق کا بستاں ہوں میں

طلبِ خلد میں پھرتا ہے ارے او ناداں
دیکھ تو آ کے یہاں روضۂ رضواں ہوں میں

غرق ہیں دونوں جہاں حسن میں بحر ناداں
دیکھ حقیقت کو مری عشق کا طوفاں ہوں میں

بلبلیں دھوم مچاتی ہیں مری عشق میں یہاں
چمنِ حسن میں گویا گلِ خنداں ہوں میں

یوں تو عشاق زمانہ میں سبھی ہیں بدنام
ایک حافظ بخدا سرورِ رنداں ہوں میں

بندۂ عشق کہیں عشق کا سلطاں ہوں میں
سرورِ اہلِ ملامت سرِ رنداں ہوں میں

کفر و اسلام یہ دونوں ہیں مری زلفِ دوتا
اپنی ہی زلفوں میں پھر خود ہی پریشاں ہوں میں

حسن کے میرے ہیں بازار یہ دونوں عالم
کہیں یعقوب کہیں یوسفِ کنعاں ہوں میں

مسجد و دیر و خرابات میں ہے اپنا ظہور
کہیں کافر کہیں مومن و مسلماں ہوں میں

ست گل کثرتیں میں بنے ہے یہ نقشہ اپنا
اپنی ہستی میں مگر آپ ہی حیراں ہوں میں

ہوں کہیں شیخ پرانا کہیں ہوں ہمتن شباب
اور کہیں خورد و محض طفلِ دبستاں ہوں میں

ہوں کہیں حافظِ قرآں کہیں رند و خراب
عاشقوں کے لئے بس حجت و برہاں ہوں میں

ہر جگہ ظاہر و باطن میں تو موجود ہوں میں
جن و انس اور ملایک میں جو مسجود ہوں میں

سب تعین ہیں مرے غیر مری ہے نہ کوئی
کہیں مقبول ہوں ظاہر کہیں مردود ہوں میں

کہیں ہوں سرور و سردار بخیلوں کا بھلا
اور کہیں منبعِ الطاف و سخا جود ہوں میں

ہوں کہیں بندۂ مذہب کہیں ابرار و خیار
اور کہیں عبدِ ذلیل اور کہیں معبود ہوں میں

ہوں کہیں میر و وزیر اور سلاطینِ زمن
اور کہیں اونکی اطاعت میں بھی موجود ہوں میں

ہوں حسین اور لطیف اور کہیں زشت و بدنام
اور کہیں محسن و بخیل اور کہیں مسعود ہوں میں

نورِ احمد کا ظہور ہر دو جہاں ہے حافظ
غیر اس نور کے بس نیست و نابود ہوں میں

مظہر نور خدا حسن کا گلشن ہوں میں
صاحب امر و نہی عشق کا مسکن ہوں میں

دونوں عالم میں سوا میرے نہیں ہے پیدا
ہر جگہ شکل جدا صاحب ہر فن ہوں میں

روح اور جان ہوں میں ساری جہاں کی واللہ
دونوں عالم کی اصل جان ہر اک تن ہوں میں

ہر جگہ شان نئی آن نئی ہے میری
ہوں کہیں صلح محبت کہیں اَن بن ہوں میں

رنج و راحت غم و شادی ہیں مری دو حالت
کہیں ہوں مولد فرحت کہیں مدفن ہوں میں

ہوں کہیں خلق نبی اور کہیں کفر بوجہل
اپنے ہی آپ سے خود آپ ہی بدظن ہوں میں

ہوں کہیں پشت دوتا ضعف سے مجھ پہ عتاب
ہوں کہیں طفل و جواں پُر دل خوش تن ہوں میں

ہوں کہیں بلبل نالاں بہوائے گلشن
اور کہیں زیب چمن خود گل و گلبن ہوں میں

گرچہ صورت میں ہوں میں خوار مثال حافظ
قوت عشق پر رشک تہمتن ہوں میں

کشور عشق میں صد شکر کہ سلطاں ہوں میں
اپنے ہم چشموں میں یہاں صاحب دوراں ہوں میں

بت پرستوں میں ہی یکتا ہوں وحید دوراں
لاجرم عشق کے مذہب سے مسلماں ہوں میں

برتر از ہر دو جہاں کفر و ایماں سے الگ
دوستو دیر خرابات کا مہماں ہوں میں

کیا کہوں کس سے کہوں ہے نہیں محرم کوئی
شاہ رنداں ہے عجب مورد احساں ہوں میں

ناچتے پھرتے ہو کیا لیکے یہ تسبیح حضرت
بخدا حسن محمد کا تو قرآں ہوں میں

غیر کی یاد قطع کرنیکو دل سے واللہ
اوسکے عشاق میں جوں تیغ صفاہاں ہوں میں

کیسا ہے طالع موزوں مرا اے حافظ
کوچۂ یار میں سو جان سے قرباں ہوں میں

عشق کے شہر میں سر حلقہ رنداں ہوں میں
برتر از ہندو ملل گبر و مسلماں ہوں میں

بیخبر حال سے میرے ہیں فقیہہ و ملّاں
اونکی نادانی کو میں دیکھ کے حیراں ہوں میں

کسقدر رکھتا ہے سامان و تمنا واعظ
عاشق رند ہوں اور بے سر و ساماں ہوں میں

سیکڑوں بت کے پرستار ہیں کیا حضرت شیخ
ساجد اک یار کا ہوں بندۂ رحماں ہوں میں

عشق میں کوئی تمنا نہیں میرے دل میں
اپنے دلدار کا بس تابع فرماں ہوں میں

چھوڑ کر ورد و مصلا بر در پیر مغاں
سر جھکا کر کے عجب مست و حیراں ہوں میں

مصحف رخ کی تلاوت ہے تجھے اے حافظ
شکر کس منہ سے کروں حافظ قرآں ہوں میں

جان اور تن سے جدا آپ ہی جاناں ہوں میں
عشق ہے صفت میری عشق کا ایماں ہوں میں

خالق عشق ہوں اور رازق عشاق ہوں میں
عشق سے آگے بہت سرور و سلطاں ہوں میں

عشق کا حوصلہ کیا ہووے مرا وہ مدرک
اک نئی شان سے ظاہر ہوا ہر آں ہوں میں

غیر ہی عشق میں عالم ہیں ہزاروں حیراں
حسن میں اپنے میاں کامل و ذیشاں ہوں میں

اپنے ہی حسن کا ہوں ناظر و مشتاق اپنا
کہیں ہشیار ہوں میں اور کہیں ناداں ہوں میں

گرچہ ظاہر میں مجھے دیکھتا ہے تو گلخن سا
بخدا عین حقیقت ہوں گلستاں ہوں میں

غیر حق کے نہیں موجود کوئی اے ناداں
کہیں جاہل ہوں کہیں حافظ قرآں ہوں میں

کیا مصیبت پیش آئی ملک ہستی میں ہمیں
کس بلندی سے گرایا ہے کہ پستی میں ہمیں

گردش گردوں سے یارو چھٹ گیا اپنا وطن
چین کچھ صحرا میں آئی اور نہ بستی میں ہمیں

بے خبر ایسے ہوئے بیہوش ہم خانہ خراب
کچھ نظر آیا نہ یارو خواب مستی میں ہمیں

کل جو پہنچے ہم اچانک بر در پیر مغاں
حق پرستی ہاتھ آئی بت پرستی میں ہمیں

ساقی سرشار نے ایسا پلایا جام مے
اور ہی دولت ملی بادہ پرستی میں ہمیں

دین و دنیا دیکے اب ہمکو ملا ہے ملک دل
نفع کیا کچھ ہاتھ آیا جنس سستی میں ہمیں

ہیں رواں یہ اشک خونیں چشم سے حافظ کہ آج
چاہئے ہے جام مے بدلی برستی میں ہمیں

کیوں ستاتا ہے عبث نالۂ شبگیر ہمیں
دھیان میں لاتا نہیں وہ بت بے پیر ہمیں

قید میں زلف سیہ کی ہے دل زار مرا
چھوڑتی ہے وہ نہیں زلف گرہ گیر ہمیں

گھر مرے آتا وہ جو آہ میں ہوتی تاثیر
کچھ نظر آتی نہیں آہ کی تاثیر ہمیں

عزت و جاہ پہ مفتوں تو ہے ہے ناصح
پیار ہے عشق میں کیا عزت و توقیر ہمیں

ہم ہیں دیوانہ اسیر رخ و زلف دلبر
عزت و جاہ و حشم تمکو ملا حضرت شیخ

دین و دنیا کی نہیں آتی ہے تدبیر ہمیں
دشت و صحرا ہی ملا عشق میں جاگیر ہمیں

خاکروبی در میخانہ عجب ہے حافظ
حق نے بخشی ہے ازل سے یہی اکسیر ہمیں

پھروں ہوں دربدر حیران عشق سیمتن میں
جو جلوہ ہمنے دیکھا اوسکی ہر ذرہ کف پا میں
ہوا میں لی خرد ابتر جو اپنی جان کو کھو کر
نہیں سنتا میں سودائی کسی پند و نصیحت کو

خدا نے لکھدیا تھا لبستہی میری مقدر میں
نہیں ہم دیکھتے ہیں روشنی ماہ منور میں
پھنسا ہے دل مرا جا کر کے اوسکی زلف ابتر میں
ہوائے عشق آ کر کے بھری ایسی مرے سر میں

ہوا گر لا ترا دل حافظا زاہد کی باتونسی
دماغ اپنا معطر کر اوسی زلف معنبر میں

ہوتی نہیں خوشبو وہ کبھی مشک ختن میں
ایسا ہوں فنا عشق صنم میں میں عزیزو
دشنام میں اوس شوخ کی کیا قند بھرا ہے
غصہ میں بھرا تیغ برہنہ لئے سر پر

عاشق کے لہو کی جو ہے خوشبو وہ کفن میں
جاں باقی نہیں کچھ بھی رہی میرے بدن میں
اب ذکر سے آتا ہے مزا میرے دہن میں
وہ آن کی پونچا میری ایک چشم زدن میں

جان دینے کا ہے وقت نہ اب چوکیو حافظ
پڑتا ہے تو کیوں زیست کر اب رنج و محن میں

راتدن رہتے ہیں ہم تو یار تیری تاک میں
اللہ اللہ کیا ہی مست ناز ہے وہ شعلہ رو
آرزو رکھتی ہیں صد ہا ماہرو برباد ہیں
صد ہزاراں دلبر و مہ جبیں غنچہ دہن
کوئی ایسا ہی بھلا عالم میں یار خوبرو
نعرہ ہائے عاشقونسے ہے مشبک چرخ بھی
ایک نظر کافی ہے تجھکو حافظا اوس شوخ کی

آگ رہتی ہے لگی بس سینۂ صد چاک میں
چاہ میں جسکی ہزاروں مر ملے ہیں خاک میں
کاش وہ صیاد ہمکو باندھلے فتراک میں
ہو گئے برباد اور سب مل گئے ہیں خاک میں
جو کہ افتادہ نہیں ذرات اوسکی خاک میں
رخنہ صد ہا پڑ گئے ہیں سینۂ افلاک میں
ہے کہاں تاثیر ایسی دیکھ تو تریاک میں

جب چڑھا دی آستیں وہ لیکے خنجر ہاتھ میں
بھاگے واعظ ناچتا پھر لیکے منبر ہاتھ میں

کیا ادب ہے عاشقوں کو ذبح جب کرنے لگا
طائرِ جاں اڑ گیا اور رہ گئے پر ہاتھ میں

نبض گر دیکھی طبیب آ کر مریضِ عشق کی
شعلہ زن ہوں آبلہ اوسکی مقرر ہاتھ میں

زندگی کیا خوب ہے عشاق کی دنیا میں واہ
سیکڑوں ہیں گرد اونکے لیکے پتھر ہاتھ میں

حافظا آجائے گر زلف پریشاں تیری ہاتھ
سانپ پکڑے ہے سپیرا پڑھکے منتر ہاتھ میں

کچھ عجب وحشت ہے ہم کو اندنوں
یار سے فرقت ہے ہم کو اندنوں

راحت و آسایش و آرام سے
کچھ نہیں رغبت ہے ہم کو اندنوں

وحشیوں کی طرح ہوں صحرا نورد
بس یہی راحت ہے ہم کو اندنوں

سارے عالم میں ہوئے بدنام ہم
کچھ عجب ذلت ہے ہم کو اندنوں

نام سے ہے ننگ ہم کو دوستو
ننگ سے رخصت ہے ہم کو اندنوں

ایکدم میں قطع ہے صد سالہ راہ
ایسی کچھ سرعت ہے ہم کو اندنوں

دم بدم رونے سے ہجر یار میں
حافظا راحت ہے ہم کو اندنوں

عشق کے ہاتھوں سے حیراں سیکڑوں
ہوگئے زار و پریشاں سیکڑوں

پیچ و تابِ زلفِ کافر سے دلا
ہوگئے کافر مسلماں سیکڑوں

کاکلِ مشکیں کے بل کھانے سے یار
کردئے تاراج ایماں سیکڑوں

اوس خدنگِ نازِ مژگاں سے ترے
ہوگئے ہیں مردہ بیجاں سیکڑوں

آیا جب وہ مقتلِ عشاق میں
دیکھے سر جوں گوئے غلطاں سیکڑوں

ناز سے کہنے لگا ہم نے بہت
ایسے دیکھے ہیں پریشاں سیکڑوں

عشق کی ٹک ایک نظر سے حافظا
ہوگئے واعظ پشیماں سیکڑوں

عیشِ دو جہاں رنج و مصیبت سے نہ بدلوں
آزارِ محبت کو میں راحت سے نہ بدلوں

برپا ہوں اگر مجھ پہ یہاں لاکھوں قیامت
وہ لاکھ قیامت تری قامت سے نہ بدلوں

اے زاہد بیہودہ میں ہوں رند نظر باز
زندان غم الفت تری جنت سے نہ بدلوں

یہ یاد رہے تیری سلامت روی اے شیخ
اک ذرہ بھی میں اپنی ملامت سے نہ بدلوں

الطاف و کرم سارے زمانہ کے اگر ہوں
اوس بُت کی جفا جور و ملامت سے نہ بدلوں

سلطانی دارین سے وہ کنج خرابات
گر لاکھ ہو دیں میں کسی صورت سے نہ بدلوں

حافظ اگر ہوں چشمہ حیوان خضر کی
واللہ کہ ایک نظر عنایت سے نہ بدلوں

کہو اے ہمدمو اوسکو خبر بھیجوں تو کیا بھیجوں
میں تحفہ اوسکو جز آہِ سحر بھیجوں تو کیا بھیجوں

جہاں طاقت فرشتوں کی بھی ہووے طاق اے نادان
تجھے اک پرچہ بے خبر نامہ بر بھیجوں تو کیا بھیجوں

اگر بے خبر ہوا میرا تری تیغ جدائی سے
نشانی اپنی جز لخت جگر بھیجوں تو کیا بھیجوں

تو جانے کسطرح مجھکو کہ میں سرباز ہوں پیارے
سوا اسکے کہ میں سر کاٹکر بھیجوں تو کیا بھیجوں

تو آشفتہ ہے دیوانہ صنم کے عشق میں حافظ
بجز دیوانگی تیری خبر بھیجوں تو کیا بھیجوں

جب سے میں اوس شمع رخ کے رخ پہ جوں پروانہ ہوں
نیک و بد سے بے خبر یار و عجب مستانہ ہوں

دو جہاں سے بے غرض سود و زیاں سے نا امید
مست و سودائی جہاں میں نو العجب فرزانہ ہوں

سرمہ آنکھوں کا کیا خاکِ درِ پیرِ مغاں
سجدہ پیش بت کیا میں کافر بتخانہ ہوں

وہاں سے جب پہنچا بدرگاہِ خرابات خراب
پیکے ایک دو جام مے سرشار اور مستانہ ہوں

ہوں میں حیراں یا الٰہی دور بزم یار میں
خم ہوں یا خمخانہ ہوں یا ساغر و پیمانہ ہوں

ہم سے گذری ہے ملامت اور بدنامی مری
جا بجا اور کو بکو میں قصہ اور افسانہ ہوں

کیوں ہوا حیران حافظ میں تو جو کچھ ہوں سو ہوں
میں غلامی میں نظام حق کی بس مردانہ ہوں

ہم ہو عشق صنم میں بیخود و دیوانہ ہوں
سرور عشاق ہوں سر دفتر فرزانہ ہوں

عشق خود عاشق ہے میرا عشق کی ہم ہو جائیں
اپنا عاشق آپ ہوں اور آپ ہی جانانہ ہوں

غیر میری خلق میں چرچا نہیں ہے اور کا — ہر جگہ پیر و جواں میں ذکر اور افسانہ ہوں
مطرب و ساقی حریف و نغمہ و ساز و نوا — مجلسِ عُشاق میں ہوں اور چوں پیمانہ ہوں
میکدہ اور جام مے اور ہوں شراب آتشیں — بادہ و ساغر صراحی اور خم و خمخانہ ہوں
قاضی و مُلّاں و مفتی محتسب اور شیخ ہوں — کافر و بت بت پرست و بتکدہ بتخانہ ہوں

شہر و آبادی میں ہوں اور گلشن و گلزار میں
حافظِ رندِ خدا اور ساکن ویرانہ ہوں

عشق میں اپنے کہیں میں آپ ہی غلطاں ہوں — زر نوا مفلس کہیں ہوں اور کہیں سلطان ہوں
جلوہ فرما ہر جگہ میں صاحبِ ہر شاں ہوں — کسوتِ شاہ و گدا میں صورتِ رحمان ہوں
عاشقِ مسکیں اور ہوں کہیں معشوق میں — اور کہیں آزاد مطلق بے خبر حیران ہوں
عابد و زاہد کہیں ہوں اور کہیں ہوں رند بادہ نوش — جبہ و دستار میں ہوں اور کہیں عریان ہوں
عالم و عامل کہیں ہوں جاہل و غافل کہیں — عاقل و ہشیار میں ہوں مست و نادان ہوں
کعبہ و بتخانہ میں ہوں مختلف اطوار سے — فاسق و کافر کہیں اور شیخ والاشان ہوں

بتکدہ میں برہمن پڑھتا ہوں ہاں بید اور پُران
مسجد و کعبہ میں مومن حافظِ قرآن ہوں

عشق میں اوس بت کے رسوا بر سرِ بازار ہوں — ہجر میں اوس ماہ رو کی زیست سے بیزار ہوں
بس نہیں چلتا کسی کا اوسکے وصل و ہجر میں — اوسکی خود رائی سی یار و ہر طرح لاچار ہوں
دین و مذہب عاشقِ بیدل کا کیا پوچھے ہے شیخ — ہندوئے زلفِ صنم از زمرۂ کفار ہوں
گرچہ میں دیوانہ ہوں سودائے زلفِ یار کا — عشق میں بس بہتر از صد عاقل و فرزانہ ہوں
بادہ و جام و صراحی شغل ہے یہ راتدن — بادۂ عشقِ صنم سی مست اور سرشار ہوں
ہے نئی طرز و ادا سی یار ہر دم جلوہ گر — ہر ادا پر میں فدا ہر آن اور ہر بار ہوں

بندۂ پیرِ مغاں یعنی نظامِ بادشاہ
حافظ بدنام و رسوا رند اور عیار ہوں

راتدن محوِ خیالِ بت بے پیر تو ہوں — اوس تصور میں مگر صورتِ تصویر ہوں

اور کیا ہونگا بھلا یار و گرفتارِ بلا
زلف و گیسو میں مگر پائے بزنجیر تو ہوں

میری ہستی ہے اگر پردہ حجابِ رخِ یار
اوسکے کھونے کی مگر کرتا میں تدبیر تو ہوں

تیری فتراک کے لائق جو نہیں ہیں صیاد
ناتواں کیسا ہی ہوں پر تیرا نخچیر تو ہوں

واعظ و شیخ کی نظروں میں اگر ہوں میں ذلیل
بت پرستوں میں مگر صاحبِ توقیر تو ہوں

گرچہ کچھ کشف و کرامت سے نہیں مجھکو نصیب
عاشقوں میں ترے میں صاحبِ تاثیر تو ہوں

بادۂ وصل سے سیراب نہیں گو حافظؔ
پیتا دن رات میں آبِ دمِ شمشیر تو ہوں

عاشقوں میں اوسکے کیا بد بخت ناکام ہوں
ساری عالم میں عزیز و بخت میں بدنام ہوں

ہو گئی میری غرض رسوائی عشقِ یار کی
بیحیا ہوں زار و شیدا عاشقِ گلفام ہوں

عیش و راحت سب گئے رنج و عنا حاصل ہے یاں
رنج و غم ہے یار دُور از راحت و آرام ہوں

خاکِ راہ میکدہ ہے سرمہ آنکھوں کا مری
روز و شب میں طالبِ بادہ صراحی جام ہوں

کچھ رہا ملت نہ مذہب چھٹ گیا اسلام بھی
رات دن دیر مغاں میں عابدِ اصنام ہوں

کیا ہے نفرت کرتی ہے مجھسے وہ شیخ شہر بھی
کیونکہ در د و سبحہ سے میں کچھ نہ نیکو نام ہوں

حافظؔ مقبول ہے تو در خرابات خراب
اگرچہ میں دنیا میں رسوا اور بد ایام ہوں

تجھے غیر سے جو ہم دیکھتا ہوں
دل اپنے میں بس رنج و غم دیکھتا ہوں

کرم تیرا غیروں پہ دن رات ہووے
غضب ہے کہ میں یہ ستم دیکھتا ہوں

تری زلف ہیں ناگ کالے ستمگر
دو ابرو کو تیغ دو دم دیکھتا ہوں

نظر پاک ہے اس گلستاں میں پیارے
ترا حسن تیری قسم دیکھتا ہوں

نہ پھیرونگا منہ ان بتوں سے میں حافظؔ
اگرچہ میں سب رنج و غم دیکھتا ہوں

اے ہمدمو میں زخمی روزِ الست ہوں
جامِ شرابِ عشق سے دنیا میں مست ہوں

خواہاں نہیں ہوں جان نہ ایمان کا ذرا
گر جاں طلب ہے مجھسے تو میں سر بدست ہوں

زاہد خدا پرست ہی واعظ ہی دین پرست
بتخانۂ جہان میں میں بت پرست ہوں
بیخود ہی شیخ نشۂ ناز و غرور سے
میں رند بس خراب ہوں جوں خاک پست ہوں

حافظ کو کیوں ستاتا ہی ناصح خدا سے ڈر
میں آپ اوسکی نرگس شہلا کا مست ہوں

ناصحا دیکھے نہیں عاشق بدنام کہیں
کشتۂ مار سیہ زلف گل اندام کہیں
جو کہ ہیں زخمی شمشیر دو ابرو واللہ
ملتا ہی اونکو بھلا چین اور آرام کہیں
ہر در میکدہ ایکبار جو گذرا واعظ
دیکھا وہاں اوسنے پڑا شیشہ کہیں جام کہیں
رند مستان خرابات جو دیکھے اوسنے
دیکھا ہرگز بھی حیا کا نہیں وہاں نام کہیں
وہ تو نادان تھا جلدی سے سنبھکر بھاگا
اور لگا کہنے نہو جاؤں میں بدنام کہیں

کیا ہی خوش گذری ہی عشاق کے اوقات حافظ
دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں

کیا ترے پاس ہی ہم جاویں بھلا اور کہیں
دل تو لگتا ہی نہیں تیری سوا اور کہیں
خاک کوچہ کی تری افسر شاہی ہی مجھے
جز ترے در کے نہیں میرا مزا اور کہیں
سب سے بیگانہ ہوئیں غیر ترے ای دلبر
آشنا میرا جہاں میں نرہا اور کہیں
کیا غضب ہے کہ جدا مجھسے نہیں تو جاناں
ہر مری نظر و نسی رہتا ہی چھپا اور کہیں
پاس ہو اور الگ خوب تماشا ہی نیا
مجھسے در پردہ رہو رخ کو چھپا اور کہیں
چاہو جسطور رہو ہم تمھاری ہیں گدا
جز ترے کوئی نہیں میرا خدا اور کہیں

آستانہ در مخدوم علی احمد حق
کعبہ حافظ کا نہیں اوس سے سوا اور کہیں

بلبلو دھومیں مچالو یہ گلستاں پھر کہاں
فصل گل اور شور بلبل آہ افغاں پھر کہاں
شور و غل اور چہچہانا اب تو ہی سب کام کا
ہو چکی جب فصل گل یہ ساز و ساماں پھر کہاں
سیر گلشن اور تماشا باغ و بستاں ہر طرف
صحبت گل ہی میسر غنچہ خنداں پھر کہاں
خاک اوڑانی جیسی چاہو اب اوڑالو عاشقو
پھر کہاں ہی ہجر و وصل اور کوئی جاناں پھر کہاں

دولتِ عشقِ صنم جسکو ہی روزی آج ہی
جو کہ ہی محروم اب وصل و ہجراں پھر کہاں

گوہرِ اشکِ رواں در آبِ چشمِ عاشقاں
جسکو ہی سو آج ہی یہ جیب و داماں پھر کہاں

عشق کی دولت جو کچھ بھی لوٹنی ہی لوٹ لو
ورنہ یہ آہ پریشاں سینہ بریاں پھر کہاں

عاشقو کر لو تلاوت مصحفِ روئی صنم
جب چلی بادِ خزاں یہ درسِ قرآں پھر کہاں

خاک بر سر چاک دامن حافظِ شوریدہ ہی
ہاتھ مت پکڑو مرا یارو گریباں پھر کہاں

ترے عاشق کو مرنے سے خطر ہووے تو میں جانوں
سوا اک جان دینے کے ہنر ہووے تو میں جانوں

شبِ فرقت تری بیمار ہی نہیں ہوتی کبھی آخر
بجز تیری رضا اوسکی سحر ہووے تو میں جانوں

رقیبوں سی ذرا چھپکر مری آنکھوں میں آ پیارے
اگر سولا کھہ ڈھونڈھی خبر ہووی تو میں جانوں

اری زاہد ای ناداں ادھر آ بزمِ رنداں میں
یہی ہی جس نفع تیرا ضرر ہووی تو میں جانوں

ثمر نخلِ محبت کا جو ہی دیدارِ جاناں کا
اگر کچھ اور جز اسکے ثمر ہووے تو میں جانوں

مرا دلبر ہی وجہ اللہ ذاتِ حق مطلق ہے
مثال اوسکی اگر کوئی بشر ہووی تو میں جانوں

تجھے ناصح سی کیا ڈر ہی ار ہے حافظ تو عاشق ہی
نصیحت کا تجھے کچھ بھی اثر ہووے تو میں جانوں

نصیحت کا مجھی ناصح اثر ہووے تو میں جانوں
عداوت جیسی جاہی گر بعر ہووے تو میں جانوں

ہی عشقِ حق سی تو غافل بظاہر رسم جانی ہی
تجھے گر عشقِ جاناں کی خبر ہووی تو میں جانوں

جو اسرارِ محبت ہی نہیں کرتا ہی فاش عاشق
زباں سی اوسکی یک نکتہ بدر ہووے تو میں جانوں

ہی نارِ عشق تیز ایسی کہ دوزخ اوس سے لرزی ہی
برابر اسکے گر اوسکا شرر ہووے تو میں جانوں

جو اس آتش سی ڈری ہی محروم نابینا ہی وہ حق سی
جو حاصل اوسکو یہ نورِ بصر ہووے تو میں جانوں

جو جلتا ہی اس آتش میں وہی دیکھی جمال اسکا
مقابل اسکے گر شمس و قمر ہووے تو میں جانوں

خیالِ وصل و ہجراں کچھ نہیں دلمیں رہے حافظ
نشاں اوسکا ترے دلمیں اگر ہووی تو میں جانوں

ہمیں جس سے کہ مارا ہی وہی جانے یا میں جانوں
ہمارا پہنتہ نیارا ہی وہی جانے یا میں جانوں

مصیبت اور رسوائی فراق یار میں ہر دم
مجھے سب کچھ گوارا ہے وہی جانے یا میں جانوں

جھناؤ جو مجھ پر گریہ ہوں ساری خدائی کے
وہ میرے دلکا پیارا ہے وہی جانے یا میں جانوں

میں اوسکا عاشق نالاں وہ میرا دلبر جاناں
میں اوسکا ہوں وہ میرا ہے وہی جانے یا میں جانوں

تمامی ناز اور شوخی ادا و غمزہ حبا دو
یہ سب حسن دلارا ہے وہی جانے یا میں جانوں

میں چاہوں اوسکو وہ مجھکو نہیں ہے غیر سے مطلب
کسی کا کیا اجارا ہے وہی جانے یا میں جانوں

عجب ہے رندی و مستی تری اے حافظ رسوا
تجھے جسکا سہارا ہے وہی جانے یا میں جانوں

وہ دلبر ہمسے بگڑا ہے یا وہ جانے یا میں جانوں
ہمارا اوسکا جھگڑا ہے یا وہ جانے یا میں جانوں

ہوا ہوں میں پریشاں دین و دنیا سب گیا میرا
دل و ایمان بگڑا ہے یا وہ جانے یا میں جانوں گا

کسے ہے تاب و طاقت جو کہ دیکھے رو جانا نکو
عجب کچھ اوسکا نکھرا ہے یا وہ جانے یا میں جانوں

کسی کو کیا ہے مطلب جب رہائی چاہے عاشق کی
کسی نے اوسکو جکڑا ہے یا وہ جانے یا میں جانوں

ہوا رسوا بلا سے حافظ بیدل زمانہ میں
مگر اک درکو پکڑا ہے یا وہ جانے یا میں جانوں گا

جو طوفاں دسے اوٹھا ہے یا وہ جانے یا میں جانوں
یہ جو کچھ شور و غوغا ہے یا وہ جانے یا میں جانوں

مرا دلبر وہ ایسا ہے نہیں ثانی کوئی اوس کی
حسینوں میں وہ یکتا ہے یا وہ جانے یا میں جانوں

بسا ہے میری نظروں میں وہ ایسا دلبر جانی
کہ اوسکا حسن ہرجا ہے یا وہ جانے یا میں جانوں

میں کافر ہوں جو میں بھولوں جسم میں اور جانمیں میرے
وہی بس جلوہ فرما ہے یا وہ جانے یا میں جانوں

جفا ہے یا وفا کچھ بھی نہیں اسکی خبر ہرگز
سبھی کچھ اوسکو زیبا ہے یا وہ جانے یا میں جانوں

ملامت کرتا ہے ناداں تو عشاقان شیدا کو
یہ ناحق کفر بکتا ہے یا وہ جانے یا میں جانوں

مصیبت سنکے حافظ کی جواب دیکر دیا ہنسکر
یہ اپنے دلکا سودا ہے یا وہ جانے یا میں جانوں گا

مرا محبوب یکتا ہے یا وہ جانے یا میں جانوں گا
جو فتنہ مجھپہ برپا ہے یا وہ جانے یا میں جانوں

وہ میرا دلبر جانی میں اوسکا عاشق فانی
میں بندہ ہوں وہ مولا ہے یا وہ جانے یا میں جانوں

کری پامال وہ مجھکو میں اپنی جان دوں اوسکو
میں اوسکا ہوں وہ میرا ہی یا وہ جانی یا میں جانوں

کری ہی ناز وہ مجھپر میں اوسکے ہجر میں مضطر
ہمارا اوسکا جھگڑا ہی یا وہ جانی یا میں جانوں

کسی کو کیا ہی اے یارو نصیحت جو کری مجھکو
یہ جانبازیکا سودا ہی یا وہ جانی یا میں جانوں

بھلا یہ واعظ و ملاں جو عشق دوست کے عریاں
مرا کرتے ہیں کیوں چرچا یا وہ جانی یا میں جانوں

ہیں حافظ رند سودائی وہ دلبر میرا ہرجائی
ہمارا ڈھنگ نرالا ہی یا وہ جانی یا میں جانوں

دیکھ نازک تجھے ہم آپ ہی ٹل جاتی ہیں
ورنہ ان نخر و تنسی تو کوہ بھی ٹل جاتے ہیں

وہ جو عاشق ہیں ترے رات کو چھپ چھپکے سحر
روز چوکھٹ کو تری آنکھوں سے مل جاتی ہیں

رو کے رکتے نہیں کرتی ہیں یہ طوفان برپا
طفل اشک اپنے یہ جسدم کہ مچل جاتی ہیں

بے حجاب ہو کے جو آتا ہی لب بام پہ وہ
دل عشاق بھی اوسوقت دہل جاتے ہیں

دیکھکر حافظ رسوا پہ مہرباں اوس کو
نار حسرت سے رقیب آپ ہی جل جاتی ہیں

ردیف واؤ

قصہ میرا وہ سنے تدبیر ہو ایسی تو ہو
کان غیروں سے ہیں جا تقریر ہو ایسی تو ہو

تیغ ابرو سے کیا دلکو مرے زخمی بھلا
واہ واہ کیا تیز ہی شمشیر ہو ایسی تو ہو

قتل کرکے لاشہ پر میری وہ آیا کف زناں
واہ رے شور جنوں تاثیر ہو ایسی تو ہو

سب ملامت کر چکے ٹوٹا نہ میرا قصر دل
واہ کیا ہی پختگی تعمیر ہو ایسی تو ہو

ہو گیا پابند حافظ زلف میں دلدار کی
قید کو وحشی کے گر زنجیر ہو ایسی تو ہو

تجھے اس شوخ سے واعظ محبت ہو تو کیونکر ہو
کری ہی رات دن انکار و غیبت ہو تو کیونکر ہو

ارے ناداں تو ہی مغرور اپنے زہد و تقوی پر
بجز عجز و ندامت صرف رحمت ہو تو کیونکر ہو

پھرے ہیں شیخ و واعظ جبہ و دستار پر نازاں
صفا یہ نشۂ پندار و نخوت ہو تو کیونکر ہو

ہوس ہی جنت الماوی کی دلمیں ہر گھڑی تجھے
یہ دولت عشق جاناں کی عنایت ہو تو کیونکر ہو

گرد و عاشقوں میں عذر کب جائز ہے اے حافظ
ترا یہ عذر لاحاصل سماعت ہو تو کیونکر ہو

کام جنکو تماشائی رخ یار سے ہو
کیوں بیزار وہ سیر گل و گلزار سے ہو

دعوئے زہد و ورع کرتے ہو نادان احمق
زاہدو تم بھی محبت میں گرفتار سے ہو

حب جنت نے تمہیں کہدیا محروم عبث
بے خبر تم جو بھلا کوچۂ دلدار سے ہو

واعظو منبر و محراب ہی بھاتا ہے تمھیں
غافل از طاق خم ابروئے دلدار سے ہو

جوکہ زخمی ہیں تری تیغ نگہ سے جاناں
اونکو کب فائدہ اس مرہم زنگار سے ہو

دلمیں تھا اوس سے کہوں اپنی مصیبت یارو
دیکھا جب اوسکو تو ہم رہ گئے لاچار سے ہو

حافظا عشق کی تاثیر سے واعظ ملاں
ہوگئے سارے ضعیف اور رہے بیمار سے ہو

جبسے عشق اوس بت ترسا بچۂ عیار سے ہو
اوسکو کیا کام بھلا تسبیح و زنار سے ہو

کیا ستم ہے کہ جو آئے ہو عیادت کو مری
حال کچھ پوچھتے ہرگز نہیں بیمار سے ہو

کیا ٹھکانا ہے بھلا ایسے ستانے کا میاں
آئے ہو پوچھنے کو بات تو تمہیں اغیار سے ہو

منہ تو دیکھیں ذرا خورشید جہاں کا ہم بھی
گر مقابل وہ مری آئینہ رخسار سے ہو

زاہد و منبر و محراب کو جانو ہو خدا
سر کو ٹکراتے عبث تم در و دیوار سے ہو

بے خبر عشق سے ہو عمر عبث کھوتے ہو
حیف آگاہ نہ کچھ گل سے نہ گلزار سے ہو

حافظا جانے ہے کیا وہ دل بیدرد تجھے
جو کہ واقف نہ کبھو عشق کے اسرار سے ہو

ہو گئے ہم قید زلف یار ہونا ہو سو ہو
اب تو ہم بھی پھنس گئے لاچار ہونا ہو سو ہو

جا پڑی کشتی ہماری عشق کے طوفان میں
کچھ نہیں غم غرق ہو یا پار ہونا ہو سو ہو

ہمکو جو چاہے کہے یہ شیخ و واعظ خوب سے
ہم نہووین عشق سے بیزار ہونا ہو سو ہو

جان جاوے تو بلا سے اپنی راہ عشق میں
دیکھنا ہے حسن کا بازار ہونا ہو سو ہو

کرکے آنکھیں بند ہم کودے ہیں بحر عشق میں
غرق ہوں یا پار ہوں یا وار ہونا ہو سو ہو

صحت و آرام تن کی کچھ غرض ہمکو نہیں
لگ گیا ہے عشق کا آزار ہونا ہو سو ہو

گرچہ ہی سارا زمانہ تجھکو گیا ہے حافظا
یار تجھسے ہی نہیں بیزار ہونا ہو سو ہو

ہمارا جیسا سلطاں ہے جو سلطاں ہو تو ایسا ہو ۔ انیس عاشقاں اور راحت جاں ہو تو ایسا ہو

خریدار ایک جاں کا ہو کہ بخشے وہ ہزاروں جاں ۔ الٰہی معرکہ میں قاتل جاں ہو تو ایسا ہو

بھری رہتی ہیں ہر دم دُرِ یکتا جیب و دامن میں ۔ برائے اشکِ خونیں جیب و داماں ہے تو ایسا ہو

کبھی ثابت نہیں رہتا گریباں میری سینہ پر ۔ بہ عشقِ گلرخاں چاکِ گریباں ہے تو ایسا ہو

نصیحت کرتا ہے واعظ ہمیشہ دردمندوں کو ۔ ہے ناواقف محبت سے جو ناداں ہو تو ایسا ہو

گلستان محبت ہے یہ دل عشاق شیدا کا ۔ کھلے رہتے ہیں صدہا گل جو بستاں ہو تو ایسا ہو

پریشانی و رسوائی تری مشہور ہے حافظ ۔ بہ عشق شعلہ رُو ہر دم پریشاں ہو تو ایسا ہو

ہمارا جیسا دلبر ہے جو دلبر ہو تو ایسا ہو ۔ مجسم ناز اور خوبی سراسر ہو تو ایسا ہو

اوسکے حسن کا جلوہ ہے چھایا ساری عالم میں ۔ خدا کے حسن سے عالم منور ہو تو ایسا ہو

رہوں ہوں یارے در زنجیر جیسا اوسکی زلفوں میں ۔ کوئی گر قید ہے زلفِ معنبر ہو تو ایسا ہو

جفا و ناز دلبر کا کہاں تک شکر ادا ہووے ۔ برائے عاشقاں یارب ستمگر ہو تو ایسا ہو

دماغ اپنی میں گنجائش نہیں ہے ماسوا اوسکے ۔ دماغ عاشق شیدا معطر ہو تو ایسا ہو

تری میخانہ میں ساقی عجب ندی رہتی ہے ۔ خدایا میکدہ میں شور اور شر ہو تو ایسا ہو

رہوں ہوں محو نظارہ جمالِ پاکِ جاناں کا ۔ صحیفہ عشق حافظ کو جو ازبر ہو تو ایسا ہو

عجب دربار قادر ہے وجاہت ہو تو ایسی ہو ۔ زہے درگاہ صابر ہے شجاعت ہو تو ایسی ہو

قدم اوسکا ہے ہر گردن پر تمامی اولیاؤں کی ۔ نظر ہے اوسکی دلیوں پر ولایت ہو تو ایسی ہو

کریم ابن الکریم ایسے ہیں لاکھوں بینوا مفلس ۔ تونگر کردیے دم میں سخاوت ہو تو ایسی ہو

ہوئے ضامن مریدونکے وہ حامی دو جہاں ہیں ۔ حمایت ایسی کسنے کی حمایت ہو تو ایسی ہو

تمامی اولیاؤں کے امام اور مقتدا دونوں ۔ عدیم المثل ہیں تا امامت ہو تو ایسی ہو

کسی درجہ میں ہیں عاشق کہیں معشوق ہیں دونوں ۔ خدا و مصطفٰے عاشق رقابت ہو تو ایسی ہو

سواد الوجہہ فی الدارین حافظ بینوا ابتر ۔ بدرگاہ علی صابر ندامت ہو تو ایسی ہو

اری یارو مری تقدیر دیکھو
پھرا مجھ سے بت بے پیر دیکھو

ہمیں دیں گالیاں اور دیکھو بوسہ
ہماری عشق میں توقیر دیکھو

کرے ہے قصد قید ہونیکا میرے
ذرا اوس زلف کی زنجیر دیکھو

مرے دلکو یہ فتراک ستمگر
مثال عاجز نخچیر دیکھو

ہمارا دل ہے عشرت گاہ جاناں
یہ قصر دل کی تم تعمیر دیکھو

ملامت پر مری شرمندہ ناصح
ہوا تم عشق کی تاثیر دیکھو

بداماں کہن حافظ کی یارو
ہمیشہ عشق دامن گیر دیکھو

ہوا عشق کا تماشا ایک رخ بدر الدجا مجھکو
خدا جانے کب آوے ہے دید میں نور خدا مجھکو

دکھا دی اے صنم چہرہ تو از بہر خدا مجھ کو
کروں قربان سو جاں یاد ہے وہ شمس الضحی مجھکو

پھروں ہوں در بدر اور کوبکو حیران و سرگرداں
پریشاں کرتی ہیں ہر لحظہ وہ زلف دوتا مجھکو

در پیر مغاں پہ ہوں پڑا میں اک بھروسہ پر
سوا اس در کے عالم میں نہیں ہے دوسرا مجھکو

خدارا رحم اے ساقی بحال بے نوا مفلس
پیاسا اک نظر کا ہوں نہیں کچھ آسرا مجھکو

میں دیوانہ ہوں سودائی رخ و زلف معنبر کا
نہ ڈالے پیچ و خم میں اسقدر زلف دوتا مجھکو

نہیں نظر و نہیں حافظ کی سوا اک روئے جاناں کے
ہے کافی دو جہاں میں سنت خیر الوریٰ مجھ کو

چہرہ کس نے دکھا دیا مجھ کو
ایسا بیخود بنا دیا مجھ کو

عشق کس نے سکھا دیا مجھ کو
در بدر کیوں پھرا دیا مجھ کو

غیر دلبر کے ہے نہیں کوئی
نغمہ یہ ہی سنا دیا مجھ کو

کچھ رہا میرا نام اور نہ نشان
مجھ سے ایسا مٹا دیا مجھکو

سوتا تھا میں براحت مستی
کیوں اچانک جگا دیا مجھ کو

بزم میں اپنی کیسا ساقی نے
جام وحدت پلا دیا مجھ کو

پیر رنداں نے حق کے مصحف کا
کیا ہی حافظ بنا دیا مجھکو

کس نے مائل بنا لیا مجھ کو
خون دل کا پلا لیا مجھ کو

آتشِ عشق نے عجب ڈھب سے
خوب سا کچھ جلا لیا مجھ کو

واعظوں نے بہ جدّ و جہد تمام
وعظ بے حد سنا لیا مجھ کو

بزم دلبر میں ساقی جاں نے
کیسا جلدی بُلا لیا مجھ کو

حضرتِ عشق پر نثار ہے جاں
خاک سے بس اُوٹھا لیا مجھ کو

حافظ رند عشق جاناں نے
مست و شیدا بنا لیا مجھ کو

ہے مزا عشق کا عاشق سے جدا یار نہو
غیر دلبر کے کسی شی کا طلب گار نہو

حیف اس جینے پہ جو طالبِ دلدار نہو
گل ہے وہ دل جو محبت میں گرفتار نہو

جب دیا دل تو کہاں عزت و ناموس و خرد
کیا ہی عاشق جو وہ رسوا سر بازار نہو

مقتلِ عشق میں محروم جو ہے قتل سے وہ
کیا ہی ملکی جو وہ مثل سگِ مردار نہو

میکدہ سے ہے الگ ساقی جانسے غافل
کیا ہی اسلام جو یہاں بیخود و سرشار نہو

عاشقو نکا ہی ہے کچھ نہ طلب غیر کے ہو
آنکھ میں دل کے کوئی بجز رخِ دلدار نہو

ہے عجب رند و نظر باز تو حافظ واللہ
کیا ہی عاشق جو بھلا چالاک و عیار نہو

کیا ہی عاشق جو نگر گشتۂ دلدار نہو
کیا ہی معشوق جو عاشق پہ ستمگار نہو

یار وہ جس دلمیں خیال رُخِ دلدار نہو
حشر تک اسمیں بجز رحمت و دیدار نہو

وہ ہی مردود ازل مردہ دل و ناہنجار
مرضِ عشق صنم میں جو کہ بیمار نہو

خاک ایسی ہے عبادات خدا سے غافل
جو کہ مقتول بلا خنجر خونخوار نہو

ہے وہ محروم ازل مردۂ جاوید دلا
پیچ میں زلفِ سیہ کی جو گرفتار نہو

دو جہاں کی ہی مصیبت میں پھنسا ہو دلا
کشتۂ ناز و ادا طرۂ طرار نہو

حافظا دولتِ ایمان نہیں اسکو نصیب
میکدہ میں جو مئی و جام سے سرشار نہو

ابروئے دلدار اور مہ کو برابر کر تو دو / زلف اور مار سیہ کو یار دہم سر کر تو دو

دوستو اس نقد جاں کو میں کروں تم پر نثار / پھر حق تم کچھ ذرا دس سے سنبھل کر کر تو دو

زاہدو دیکھیں تمہاری حق پرستی کیا ہی اب / عشق کے میدان میں سر زیر خنجر کر تو دو

شیخ جب صاحب دیکھیں ہم بھی دانہ تسبیح کا زور / کوئے دلبر ہشت جنت تم برابر کر تو دو

ہمدمو تمکو غرض کیا ہی مرد نہیں یا جیوں / مجھ سے واقف تم اوسے اب آہ جا کر تو دو

ناصحا ورد و ظائف آپ کا دیکھیں ذرا / مردہ بستان جان کو تازہ و تر کر تو دو

شیخ کا تسبیح و جبہ دیکھ لیں گے حافظا / زاہد بیہودہ کو تک غرق ساغر کر تو دو

ہمدمو یہ اشک میری آنکھ سے آنے تو دو / خون دل آتا ہی یارو اسکو بہ جانے تو دو

دیکھیں کیا سمجھائیگا وہ عاشق دیوانہ کو / ناصح ناداں جو آتا ہی اوسے آنے تو دو

زہر سے مار سیہ کی جو ڈرو ہو زاہدو / زلف اپنی کچھ ذرا اب اوسکو سلجھانے تو دو

جل گئے نار جہنم آہ آتشبار سے / واعظو دیسے مجھے اک شعلہ بھڑکانے تو دو

ہو رہیگی برپا قیامت حافظا گلزار میں / قامت سرو سہی تک اوسکو دکھلانے تو دو

مجھکو تو ذرا کوچۂ دلدار دکھا دو / از بہر خدا خانۂ خمار دکھا دو

تلوار کی حاجت ہی نہ کچھ بسمل جاں کو / اکبار مجھے ابروئے خمدار دکھا دو

چوں ساغر مے تشنہ لب ہوں میں پیاسا / نقش کف پا ساقی سرشار دکھا دو

کافر ہوں خیال آوے جو حوران جناں کا / اکبار مجھے تابش رخسار دکھا دو

سوتے بیچ گوارا ہیں مجھے حضرت دل کے / اے دوستو وہ کاکل خمدار دکھا دو

ہو جاؤں مرید آپکا ای شیخ ابھی میں / تسبیح جو ہے رشتۂ زنار دکھا دو

الدم میں ہوں ویران یہ کعبہ دیر و مساجد / حافظ جو تماشا سر بازار دکھا دو

تری تاثیر کو ای آہ جگر دیکھیں تو / یار آجاوے ذرا اب مرے گھر دیکھیں تو

باغ دل ہوتا ہی سرسبز و شاداب کبھو — تیری سیلانی بھلا دیدہ تر دیکھیں تو
گر ذرا ہووے نقاب اوس رخ پر نور سی دور — کسطرح روشنی دیں شمس و قمر دیکھیں تو
اوٹھ کھڑا ہونگا ابھی گور میں اپنی واللہ — آپ ٹک چشم عنایت سے ادھر دیکھیں تو

ردیف — دین دل کان دیا جان بھی دیدی حافظ — تجھ سا جانباز اگر ہووے بشر دیکھیں تو — **ھای**

کیا شان ہماری ہی یہ کیا شان ہی واللہ — جبریل سا در پر مری دربان ہی واللہ
سامان نہیں کچھ بھی بجز صابر مولا — اب کسکا خدائی میں یہ سامان ہی واللہ
سب تن میں ہر اک بال میں صابر ہی چھپا ہی — کیا تن ہی مرا کیسی مری جان ہی واللہ
جز صابر مولا کے نہیں میری نظر میں — یہ نظر سبھی درد کی درمان ہے واللہ

ردیف — سب کچھ ہی ہوا پر وہی مستسقی ہی حافظ — صابر کے سوا کچھ نہیں درمان ہی واللہ — **یای**

عشق میں رنج و مصیبت ہمکو راحت ہوگئی — نار دوزخ بہتر از نعمائے جنت ہوگئی
کیا ہی دولت حق نے بخشی ہی بزندان خراب — بت پرستی او بگئے حق میں جو عبادت ہوگئی
کیا تماشا ہی عزیزو اوسکی الفت میں مرے — خود بخود بس دشمن جاں ہماری خلقت ہوگئی
ناصح ناداں بکتا ہی ڈراتا ہی مجھے — یہاں تو اوس سرو سہی سی خود قیامت ہوگئی

پاکبازی جب کہ دیکھی حافظ بیدل کی یا — واعظ بیچارہ کو خودہی ندامت ہوگئی

یا محی الدین قادر ہی دہائی آپکی — سب نے ہیں آسماں میں ہی خدائی آپکی
دو جہاں میں دھوم ہی اور جانتے ہیں خاص و عام — خلق احمد جود و خصلت مصطفائی آپکی
ہیں خدا و مصطفے عاشق تمہارے بیگماں — دو نو کو ہی حسن و صورت خوب بھائی آپکی
لامکاں تحت الثری ارض و سماں تحت فوق سب — ہر جگہ چھائی ہوئی ہی بادشاہی آپکی
صورت فضل خدا ہی صورت محبوب حق — جابجا روشن ہی بس جلوہ نمائی آپکی
نام تیرا ہی شفائی دردمنداں الغیاث — ذات کو دار الشفا حق نے بنائی آپکی

حد سے گذر ا رنج و رحمت حافظ بدنام کا
فضل و رحمت اب تو ہی دلمیں سمائی آپ کی

یا علاؤ الدین احمد ہے دہائی آپ کی
جس نے دیکھی ہے صنم نازک کلائی آپکی
ہیں تمامی مے پرستاں تیرے میخانہ سے پر
پاک ہے ذات مقدس تشبیہ و تنزیہ سے
کیسی ہی مشکل ہو لیکن کچھ دُرار کہ نہیں
ہیں گدا در کے ترے دونوں جہاں کے بادشاہ

چھا رہی ہے ہر طرف بس روشنائی آپکی
جا بجا اوسکی نظر میں ہے خدائی آپ کی
شمش سے برتر ہے بس جلوہ نمائی آپکی
ذرہ ذرہ میں ہے ظاہر بس خدائی آپکی
ہے نرالی دھج عجب مشکل کشائی آپکی
عرش سے بہتر ہے بس کشور کشائی آپکی

حد سے گذرا رنج و رحمت حافظ بدنام کا
فضل و رحمت اب تو دلمیں سمائی آپ کی

چتون میں لگاوٹ سین غضب مژگاں جھپک پھر ویسی ہی
دل چھین لیا اوسکی چین میں ابرو کی دھمک پھر ویسی ہی
جنبش میں لبو نکے قند بھرے دانتوں کی چمک پھر ویسی ہی
رخسارے میں اُوس کے رنگ بھرے مہندی کی بھڑک پھر ویسی ہی
نک سک سے بنی اور خوب سجی اور چال لچک پھر ویسی ہی
سج دھج ہے عجب نکھرا ہے غضب بانکی او چٹک پھر ویسی ہی
آنکھیں ہیں کٹیلی رس کی بھری عشوہ سے کھٹک پھر ویسی ہی
سو ناز کرشمہ لطف و حیا غصہ سے اٹک پھر ویسی ہی
خوبی و نظافت لطف و حیا اور دل کی جھٹک پھر ویسی ہی
گردن کی صراحی مے سے بھری باتوں میں مٹک پھر ویسی ہی
عشاق سے اوسکی چھین جھپٹ اور ناز و جھٹک پھر ویسی ہی
ابرو کی کماں اور شوخ جواں چہرے کی چمک پھر ویسی ہی

ہونٹ رنگ لطافت ادھر حسن و بشر خوشبو سے مہک پھر ویسی ہی
حافظ سے نگہ وہ ماہ سے الگ اور درد کی پھر ویسی ہی

الطاف کوئی یار میں کیا بھیڑ بھاڑ ہے ۔ خاشاک جو ہے وہ ہنگا گویا تحمل تاڑ ہے

معنے میں جوش زن وہ میخانہ صابری ۔ صورت میں گرچہ بعضو نکو وہاں سے ستاڑ ہے

وہ چاہے جسکو دور میں شامل ہو بیدھڑک ۔ جسکو نچاہے آنا بھی اوسکو پہاڑ ہے

محبوب ناز میں ہے جو محفل میں شوخیکی ۔ عشاق سے جو دیکھو عجب چھیڑ چھاڑ ہے

جز کوئے یار دیکھا جو حافظ نے غور سے
آبادی اس جہانکی بالکل اوجاڑ ہے

زلف ہیں چہرہ دلدار پہ بل کھائی ہوئی ۔ سیکنوں عاقل و فرزانہ ہیں جکڑائی ہوئی

جن و انسان و ملک ارض و سما حور و پری ۔ ہیں پریشان مگر پھرتے ہیں گھبرائے ہوئی

پیچ سے کاکل مشکیں کے رہائی ہے کسے ۔ سب کو رکھتے ہیں مگر باتمیں الجھائی ہوئی

یاد سے تیری مرے مغز کو ہے تسکین کہاں ۔ سب پریشان ہیں اُلجھی ہوئی غم کھائی ہوئی

جو ہیں محروم محبت کی پریشانی سے ۔ رہتی ہیں رنج سے وہ خون جگر کھائے ہوئی

دل عشاق پریشان کو کچھ خوف نہیں ۔ گو پریشان مگر رہتی ہیں دل پائے ہوئے

دیکھکر حافظ رسوائی پریشانی کو
سب ہیں حیران مگر عقل کے بہکائے ہوئے

جبتہ سنتے ہیں کہ ہمسایہ ہیں آپ ہی کے ہوئے ۔ کیا در و بام پہ ہم پھرتے ہیں گھبرائے ہوئے

رہے تصویر کی مانند ہم اوس بت کی محفلمیں ۔ رو نہیں سکتی ہیں اشک آنکھوں میں ہیں بھر لائے ہوئے

کل جو اوس شوخ کی محفلمیں فغاں کرتا تھا ۔ آج لوگ اوسکو لئے جاتے ہیں کفنائے ہوئے

آج بھی اوسکے جو آنکی نہ ٹھیریگی تو بس ۔ ہم وہ کر بیٹھینگے جو دلمیں ہیں ٹھیرائے ہوئی

جو ہیں طالب تری دیدار کے پیاری واللہ ۔ رات دن رہتی ہیں در پر تری غم کھائے ہوئی

آہ افسوس پھنسا چاہ زنخدانمیں عبث ۔ پھر کے آتا تھا جو واعظ ہمیں سمجھائے ہوئی

آفتاب رخ دلدار ہے تاباں حافظ
زلف دو ماہ ہیں اوس چہرہ پہ لہرائی ہوئی

سنگ دل ہو گئے ہم ترے در کے آگے ۔ ٹھوکریں کھائے گئے پر نہیں سرکائے گئے

خاک کوئے درِ جاناں کے جو سنا ہیں لا
وہ جھمکاتی نہیں مہر گنج و گوہر کے آگے

حسن و خوبی میں جو ہیں رشکِ قمر ماہ جبیں
ہیں وہ بیقدر مری شمس و قمر کے آگے

دل کے لینے میں جو مشہور ہیں خوبانِ جہاں
کب وہ ٹھیریں ہیں ذرا میری نظر کے آگے

جا کے کسطور کوئی کوچۂ قاتل میں دلا
کون آتا ہے بھلا تیر و تبر کے آگے

وہ نظر باز ہوں میں نہ بلا نوش مگر
قدر جیحون کی نہیں دیدۂ تر کے آگے

جان و ایمان فدا نفع و ضرر سے خالی
دنگ ہوتے ہیں فلک میرے خطر کے آگے

ہوں غلامِ درِ مخدوم علی احمد حق
دونوں عالم ہیں فنا میرے نظر کے آگے

حافظا تو ہی گدا درگہ صابر کا مدام
مستعد رہ بخدا تو تو اوسی در کے آگے

عاشق کہاں سے لاوے دل و جاں نئے نئے
ہر دم کرے جو تجھ پہ وہ قرباں نئے نئے

ناز و ادا سے تیری کہاں تک بچے کوئی
تو تو کرے ہے قتل کے ساماں نئے نئے

طوفانِ نوح کیا ہے نظر میں مری بھلا
اشکوں سے میرے اومنڈیں ہیں طوفاں نئے نئے

وہ آہ آتشیں و کبابِ جگر مدام
ہمکو ملے ہیں عشق میں ساماں نئے نئے

مال و منال ملک سے کیا کام ہے ہمیں
حاصل ہیں چشم و گوہرِ غلطاں نئے نئے

عاشق کو کیا غرض ہے تماشائے خلد سے
کھلتے ہیں اوسکے دلمیں گلستاں نئے نئے

حافظ سے تنگ ناصحِ ناداں ہے کچھ نہیں
منکر ہیں اوسکے گبر و مسلماں نئے نئے

سیراب عشق سے ہیں جو بستاں نئے نئے
عاشق کے دلمیں ہیں وہ گلستاں نئے نئے

کسطور ہو گذر ترے کوچہ میں اے صنم
در پر ترے ہیں سیکڑوں درباں نئے نئے

میں ہی نہیں ہوں کشتۂ شمشیرِ ناز کا
بسمل ہیں اوسکے سیکڑوں درباں نئے نئے

شورِ جنوں سے اپنے کہاں تک بر آوں میں
ہوتی ہیں چاک روز گریباں نئے نئے

ساماں ہو کہاں سے خراباتِ عشق میں
رہتے ہیں واں تو بے سر و ساماں نئے نئے

تم ہو نماز و روزہ میں مشغول شیخ جی
عشقِ صنم میں یہاں ہیں پریشاں نئے نئے

زاہدی مرغ خانگی حجرہ میں ہے حافظ
تمنے کئے ہیں قطع بیاباں نئے نئے

بچھے دامِ الفت یہاں کیسے کیسے
پھنسے اسمیں پیر و جواں کیسے کیسے

بہت شیخ و زاہد بھی واعظ و مُلّاں
کریں اسمیں شور و فغاں کیسے کیسے

ہوئے ہاتھ سے اسکے غارت عزیزو
ہمیشہ وہ شیخ زماں کیسے کیسے

ہزاروں حسین اور سیمیں بدن
ملے خاک میں گلرخاں کیسے کیسے

براہِ محبت عزیزِ جہاں میں
تباہ ہو گئے کارواں کیسے کیسے

ہوئے گم زر و بادہ اس معرکہ میں
ہزاروں وہ شیر زیاں کیسے کیسے

تری کیا مجال اور طاقت ہے حافظ
مری اسمیں ہیں پہلواں کیسے کیسے

ناصحا عاشق کو ہر دم جاں نثاری چاہئے
رات بھر اس درد سے اختر شماری چاہئے

ہمدمو میرا عیش دل تنگ کرتی ہو بھلا
ہمسے دیوانوں کی تمکو غمگساری چاہئے

سلطنت ہر دو جہاں کی کیا غرض رکھتی ہیں ہم
کوچۂ جاناں کی ہمکو خاکساری چاہئے

شیخ و زاہد ناز کرتے ہیں نکوکاری پہ یہاں
بینوا کو ہر زماں زاری نزاری چاہئے

گرچہ مستغنی ہے حافظ وہ غرورِ حسن میں
تجھکو ہر دم رات دن خدمتگزاری چاہئے

زاہدو تمکو مژدہ راحت باغ و بستاں چاہئے
عاشقو تمکو خاکِ راہِ کوئے جاناں چاہئے

زیبِ سرِ شیخ صاحب سبحۂ مرجاں چاہئے
رند عیار و تمکو ہر دم آہِ سوزاں چاہئے

مسندِ قالین بہرِ واعظِ مغرور ہے
بسترِ عشاق پر خارِ مغیلاں چاہئے

مبتلا ہے محتسب گنج و گہر کی قید میں
عاشقو تمکو اشکِ سرخ و دیدہ گریاں چاہئے

دولتِ خیر و سلامت ہو تجھی ناصح نصیب
ہمکو رسوائی ملامت خانہ ویراں چاہئے

جبہ و دستار و جامہ بس تجھی روزی رہے
عاشقو تمکو دل پریشاں چاک داماں چاہئے

عزتِ کونین جسکو چاہئے اوسکو ملے
تجھکو حافظ محض فضلِ شاہِ جیلاں چاہئے

عشق میں سامان عاشق سارا ابتر جا ہے — حال عاشق سر بسر بربادی میں سر جا ہے
شیخ صاحب کو تو حق سے گنج دگوہر جا ہے — اور زاہد کو خدا سے حوض دکوثر جا ہے
عاشقونکو ہے حرام ان سبکی خواہش سر بسر — بہر صید عاشقاں اک زلف ابتر جا ہے
فرقت جاناں میں حیراں اور پریشان و تباہ — عشق تر ساء مغ بچہ اور شوخ کافر چاہیے
ننگ و ناموس و عالم سدّ راہ عشق ہے — بیحیا اور زار و رسوا دیدہ تر جا ہے
ذلت و خواری ہے بہتر سلطنت سے عشق میں — لی کہ واعظ کیطرح جاہ سکندر جا ہے

خاک راہ میکدہ آنکھونکا اپنی سرمہ کر
تجھکو حافظ پیروی دین پیمبر جا ہے

عاشقونکو کب جہاں میں زیست خوشتر جا ہے — رات دن ہجر صنم میں حال ابتر جا ہے
صبر ایوب نبی اور گریۂ یعقوب ہو — روز و شب ارو پریشان دیدہ تر جا ہے
عاشق حسن صنم کا مرد میدان ہو تو خوب — پھر فتوت اور شجاعت مثل حیدر جا ہے
مسکنت اور عاجزی اور فقر و فاقہ فخر ہے — ہر زماں اوسکی لئے خلق پیمبر جا ہے
وہ تکبر اور رعونت شیخ صاحب کو سجے — زندگی عاشق کو چوں شبیر و شبر جا ہے
ناتوانی بیکسی بیچارگی ہے حسن حق — عاشقونکو پیروی سبط پیمبر جا ہے

دلکی جمعیت جسے زیبا ہے حافظ اوسکو ہے
تو ہے عاشق دل ترا بس زار و مضطر جا ہے

اسقدر گرمی ترے حسن کے بازار کی ہے — کچھ حقیقت نہ یہاں یوسف دلدار کی ہے
سرو قامت سے ترے کیا ہے قیامت برپا — مثل منصور زمانہ کو ہوس دار کی ہے
بخدا کوئی تمنا مجھے دنیا میں نہیں — ہاں اگر ہے تو تری سایۂ دیوار کی ہے
ناصحا خار ملامت سے ترے کیا ہے ہمیں — سیر ہر آن ہمیں دس گل و گلزار کی ہے
کب خیال آتا ہے جنت کا ترے اے واعظ — جبتک پرواہ ہمیں کچھ گلشن و گلزار کی ہے
رخ ترا آتشکدہ اور ابرو ہیں محراب جہاں — پوچھ کیا وہاں نہ بھلا کافر و دیندار کی ہے

چھوڑ کر صومعۂ زاہد کو تو چل اے حافظ — دلمیں تیری جو ہوس خانۂ خمار کی ہے

ناصحِ ناداں پر تو نکتہ گیری ختم ہے — ہمیشہ اوسکی بندی بس گوشہ گیری ختم ہے

بے ادب عشاق کو کیا دیکھتا ہے تو حقیر — عشق کے سلطان ہیں اونپر امیری ختم ہے

زاہدِ افسردہ دل اندھا ہے نورِ جان سے — عاشقوں پر عشق سے روشن ضمیری ختم ہے

حضرتِ سلطان جان شاہِ نظام پیشوا — رہبرِ راہِ خدا پر دستگیری ختم ہے

حافظا ہوتا ہے صیدِ وحشیاں تو دام سے — تجھپہ بے دام و قفس ہر دم اسیری ختم ہے

جسکے ہم عشق میں سوا ہیں وہ جاناں ہے یہی — مظہرِ ذات خدا صورتِ رحماں ہے یہ ہی

کعبہ و دیر سے مقصود یہی ہے واللہ — احمد صابرِ مخدوم وہ سلطاں ہے یہ ہی

تاب کیا ہے جو کوئی جلوۂ صابر دیکھے — ہاں مگر عکس بصد پردہ سویداں ہے یہ ہی

جلوۂ احمد صابر بخدا جلوۂ حق — طور اور موسیٰ کا بھی حال پریشاں ہے یہی

طاق ابرو کے سوا سجدۂ عشاق نہیں — فتویٰ پیرِ مغاں مشربِ رنداں ہے یہی

آستانہ درِ مخدوم علی احمد حق — عاشقوں کو تو میاں تختِ سلیماں ہے یہی

زاہدا خاک عبث ہے تری یہ محنت و رنج — درگہِ پیرِ مغاں روضۂ رضواں ہے یہی

خاکروبی درِ میخانہ جو ہاتھ آوے مری — سرمۂ نورِ بصر دیدۂ گریاں سے یہی

حافظا کیا ہے تمنا تجھے جنت کی بھلا — باغِ فردوس ہے خلد کا بستاں ہے یہ ہی

زہد و تقویٰ اور ہے اور عشقِ جاناں اور ہے — خلد و جنت اور ہے اور کوئے جاناں اور ہے

عاشقوں کے درد کی واعظ ہے ناداں بے خبر — یہ تو دردِ لا دوا ہے اسکی درماں اور ہے

وہ پری پیکر بشر ہے یا کہ ہے نورِ خدا — حسن و خوبی میں عجب اسکا نرالا طور ہے

کیا نزاکت رکھتا ہے وہ تند خو آتش مزاج — دم میں لطف و قہر ہے اک دم میں ظلم و جور ہے

باتوں باتوں میں بگڑتا ہے عجب نازک مزاج — اک نظر دیکھا تو سنتے تھے کچھ جو دیکھا اور ہے

کچھ نہیں ملتا پتا یہاں لطف و مہر و قہر کا — چھن ہے ماشہ چھن ہے تولہ کچھ عجب ہی طور ہے

صابر دلدار ہے یا جابر عیار ہے — یا ہے حافظ بینوا اور عجز کا سا طور ہے

ہماری دل کے الجھانے کو زلف یار کافی ہے
قتل کرنیکو عاشق کے نگہ دلدار کافی ہے

رقیبو نسے جو مل مل کے مری دلکو جلاتے ہو
ہمیں تو تیری فرقت کی یہی اک نار کافی ہے

ترے سجدہ کو اے زاہد وہ محراب عبادت ہے
عبادت کو ہماری ابروئے دلدار کافی ہے

بھروسا ہے تجھے واعظ تو اپنے زہد و تقویٰ کا
فقیر رند مفلس کو وہ لطف یار کافی ہے

نہیں کہتے ہیں ہم مفلس بجز عشق صنم کچھ بھی
ہمیں ادنیٰ توجہ سید ابرار کافی ہے

میں پروانہ ہوں سودائی بزلف و رخ تماشائی
نظارا نور پاک احمد مختار کافی ہے

جناب عشق کی ہردم غذا جو خون عاشق ہے
لہو پینے کو حافظ کی بت خونخوار کافی ہے

نور حق ظاہر ہوا صورت انسان میں ہے
جلوہ اوس نور کا سب شہر و بیابان میں ہے

زاہدا خلوت و تنہائی تجھے ہے زیبا
چین عاشق کو بس عشق کے میدان میں ہے

شیخ کو حور و قصور اور نعیم جنت
راحت عاشق کو فقط کوچۂ جانان میں ہے

جو ہے مخلوق کا عاشق وہ ہے محروم ازل
عاشق حق کو طلب رحمت رحمان میں ہے

طعمۂ زاغ و زغن حق نے کیا گلخن کو
رزق اوس بلبل شیدا کا گلستان میں ہے

حق کو ڈھونڈھے ہے بھلا جبہ و دستار میں شیخ
جلوۂ خاص خدا سینۂ سوزان میں ہے

ہو گیا تجھپہ مہربان وہ دلبر حافظ
کیا ہی تاثیر تری آہ پریشان میں ہے

دوستو اوس یار کی نازک کلائی ہے سو ہے
ذات حق سے اوسکو بس جیسی رسائی ہے سو ہے

شحنۂ دوران تجھے آداب سے لاچار ہوں
ورنہ جو تقریر میری دلمیں آئی ہے سو ہے

میں حقیقت اوس بت کافر کی کہسکتا نہیں
پیر رنداں نے مجھے افیوں کھلائی ہے سو ہے

بتکدہ کی سیر میں اس سابچہ عیار نے
بت کی قدرت اور عظمت جو دکھلائی ہے سو ہے

میکدہ میں لیکے مجھکو ساقی سرشار نے
جیسی کچھ جھک جھک کے مجھکو مے پلائی ہے سو ہے

تو تو ہے تیرہ دروں ناصح بھلا اب کیجے کیا
بادہ و جام و سبو کی جو صفائی ہے سو ہے

دولت مستی و رندی دولت جاوید ہے
حافظ اکجو طرز تیری دلکو بھائی ہے سو ہے

عشق جاناں یا ہے اسرار خدائی ہے سو ہے
قلب میں عاشق کے جو حق کی سمائی ہے سو ہے

عاشق جاناں جو ہیں آزاد مطلق سب طرح
دیکھ تو نادان یہ رسم خدائی ہے سو ہے

دین و ملت تیرا ہمنے خوب دیکھا واعظا
وہ تو بہتر ہے مگر تیری صفائی ہے سو ہے

مار ڈالا اک نگاہِ ناز نے اوس شوخ کی
میرے دلبر میں الٰہی دلربائی ہے سو ہے

ایک ٹھوکر ناز سے زندہ کیا مقتول کو
اوس مسیحا میں خدایا خوش ادائی ہے سو ہے

ہے شعاعِ شمس سے محروم جو خفاش بار
آنکھ میں اوسکے عجب بینائی ہے سو ہے

ہے گدائی قادری حافظ غلام صابری
سلطنت سے خوش ہے میری یہ گدائی ہے سو ہے

ایک عالم تیرے رخ کی شمع پر پروانہ ہے
اس چمن میں جو کہ ہے وہ تیرا ہی دیوانہ ہے

میکدہ میں گذرا اکدن ناصح نادان بھی
جسکو دیکھا میکدے میں وہ بیخود و مستانہ ہے

ہوش سب جاتی رہی جب دیکھا حسن میکدہ
بولا یہاں تو کچھ نہ غیر جام اور پیمانہ ہے

کیا ہے منہ نامرد کا جو سوئے میخانہ وہ جا
ساکنان میکدہ جو کوئی ہے مردانہ ہے

بیخودی دیوانگی تو ہے شعار عاشقاں
اس سے ہے محروم وہ جو عاقل و فرزانہ ہے

کافر عشق صنم ہیں دین و ایمان سے نفور
اب تو ہم ہیں اور بت اور کافرخانہ ہے

کھل گئی آنکھیں ہماری در نظر آیا نہ کچھ اور
دیکھنا حافظ ترا یہ کیا سخن رندانہ ہے

ہمارے قتل کو وہ دلبر جانانہ آتا ہے
ذرا دیکھو تو یارو کیسا کچھ مردانہ آتا ہے

ہیں آیا بس نثار ہونگو اوسکی رہ پر جلدی
کہ جیسا شمع کے اوپر گویا پروانہ آتا ہے

شتابی سے ہی آتی جان ہے تن سے نکلنے کو
تو اوس سے پہلے دل میں نعرہ زن مستانہ آتا ہے

دما دم چل رہا ہے دور اوسکی بزم عشرت میں
جو کوئی جاتا ہے [illegible] نظر میخانہ آتا ہے

یہ میدان محبت ہے نہیں ہے صومعہ زاہد
سر اپنا ہاتھ پر رکھکر کوئی مردانہ آتا ہے

یہاں آتے ہیں بیخود اور خالی عقل و دانش سے
کب اس میدان میں وہ عاقل و فرزانہ آتا ہے

بیمن پیر وحدت شاہ شاہاں نظام دین
سر اپنا دیکو حافظ عجب مستانہ آتا ہے

ترے حسن و جمال کے اوپر ہر اک دیوانہ ہوتا ہی
تری الفت میں بیخود عاقل و فرزانہ ہوتا ہی

جہاں سلطان عشق آتا ہی آبادی کا کیا امکان
ہزاروں شہر دل آباد ہوں ویرانہ ہوتا ہی

نہ طرف کعبہ و مسجد نہ سوئے دیر و میخانہ
توجہ کرتا ہی پر ساکن میخانہ ہوتا ہی

رہیں ہیں شاد و خرم خوب وہ دشت و بیابان میں
بیگانہ رنج و غم راحت سی وہ بیگانہ ہوتا ہی

عجب ہے یہ تصرف حضرت شاہ محبت کا
جہاں دیکھو وہاں بس اسکا ہی افسانہ ہوتا ہی

نہیں ہی اوسکی مجلس میں حیا و شرم کا کچھ کام
اگر ہوتا ہی تو جام و سبو پیمانہ ہوتا ہی

یہ کیا رندی و مستی ہی تری اے حافظ رسوا
ترا جو شعر ہوتا ہی تو بے باکانہ ہوتا ہے

جس کے اوپر دل ناداں ہوا دیوانہ ہی
مبتلا اوسکا ہر اک ہشیار اور فرزانہ ہی

میں ہی کچھ تنہا نہیں اوسکا گرفتار بلا
ہر جگہ اوس زلف و رخ کا دیکھ لو افسانہ ہی

مسجد و محراب و منبر مدرسہ میں قیل و قال
یہاں تو وہ جام و صراحی اور سبو پیمانہ ہی

حج کعبہ جا جیو تم اور زیارت شیخ کو
بوسہ گاہ عاشقاں خاک در خمار ہے

ہر کوئی تھوڑا بہت اوسکے نشہ میں مست ہی
کیا ہی فیض عام ہی اور یہ عجب خمخانہ ہی

ایک قطرہ جسنے چکھا تیری خم سے ساقیا
تا ابد وہ دین و دنیا سی محض بیگانہ ہی

ایک جرعہ از کف ساقی جاں شاہ نظام
پہنچا حافظ کو عجب اوسکا سخن مستانہ ہی

جبسے مجھکو وہ تصور چہرۂ تابان ہے
سارا عالم میری نظروں میں تو بے بنیان ہی

غیر جانا مجھے نہیں ہے دونوں عالم میں کوئی
یہ ہی مذہب ہی مرا اور یہ مرا ایمان ہی

جب سے دیکھا ہمنے اوسکو جلوہ فرما ہر جگہ
جو نظر آتا تھا گلخن اب وہ باغستان ہی

یا الٰہی ہی یہ عالم یا کہ گلزار جناں
حیف ہی نظروں میں زاہد کی مگر زندان ہی

ہی کہیں گل اور کہیں خار اس سے ہمکو ہی عجب
صنعتیں یہ عشق کی ہیں عاشق کی کیا شان ہی

جو کہ ہیں اہل نظر بینا ہیں حسن یار کے
وہ جو نابینا ہی اس کے سخت وہ حیران ہی

مجھکو ہی کیا کام حافظ از طفیل شہ نظام
تیری حق میں سارا عالم عشق کا قرآن ہی

یا الٰہی عشق کا دلمیں مرے مسکن رہے
طوق عشق دلربا کا حلقۂ گردن رہے

ہووے گر سینہ مرا داغ محبت سے فگار
حشر تک روشن مرا وہ تربت و مدفن رہے

گر ہوں صد ہا زخم دلبر تیغ ابروے صنم
تا ابد ویرانہ میرا رشک صد گلشن رہے

کفر ہاتھ آوے مجھے گر زلف ابتر یار کا
تا بہ محشر خانۂ ایمان میں شیون رہے

سجدہ میرا ہو نہ کم خاک در خمار کا
ناصح نادان مجھسے روز و شب بد ظن رہے

رہبری کو میری اعشق شعلہ رو کافی ہے یار
واعظ بیہودہ کیسا ہی مرا رہزن رہے

حافظ کیسی ہی مشکل ہو تجھے کچھ غم نہیں
لیک تیری دلمیں گر عشق بت پرفن رہے

جسکے ہم عبد ہیں وہ تو بت بے پیر یہ ہے
جسکے ہم قیدی ہیں وہ زلف گرہ گیر یہ ہے

کچھ نہیں دلمیں مرے غیر رخ و زلف صنم
دلکی تعمیر جسے کہتے ہیں تعمیر یہ ہے

تیغ ابرو ہیں کھنچے دونوں طرف سے اللہ
مستعد قتل پہ ہے جبکہ وہ شمشیر یہ ہے

مجھ میں طاقت یہ کہاں دیکھوں میں روے دلبر
جسکی پوجا میں ہوں ہر آن وہ تصویر یہ ہے

توبہ ایمان سے کری کفر صنم مول لیا
چارہ کچھ اسمیں نہیں میری تو تقدیر یہ ہے

دین و دنیا ز ہار سے ہوا بیگانہ
حضرت عشق کی اک تھوڑی سی تاثیر یہ ہے

یوں تو آتا نہیں گھر میں ترے دلبر حافظ
شاید آجاوے اگر تو نہو تدبیر یہ ہے

مریضان محبت کو شفا ہووے تو بہتر ہے
جو مشتاقوں پہ اب آب عطا ہووے تو بہتر ہے

ہزاروں بلبلاں ہیں شور و افغاں حین جستجو ہے
بوئے گل دماغ انکا صفا ہووے تو بہتر ہے

چمن میں جو کہ شگفتہ ہوئے غم کے صدمہ سے
وہ ہو سرسبز کم جور و جفا ہووے تو بہتر ہے

دہن ہے بند غنچوں کا وہ ہیں سب منقبض ایسے
کرے باد صبا رحمت جو وا ہووے تو بہتر ہے

تری اک ابر رحمت سے گلستاں کھل کھلاتا ہے
جو حافظ بندہ اہل صفا ہووے تو بہتر ہے

دیگر

ہمارا حال اپنوں جو گل جاوے تو بہتر ہے
پریشانی دل عاجز کی بدل جاوے تو بہتر ہے

ہو باران ابر رحمت کی چمن سرسبز ہو سارا
خزاں در صرصر غم کا خلل جاوے تو بہتر ہے

چلے باد صبا ایسی کھلیں کلیاں گلستاں میں
جنوں اور مرض دل رنج و علل جاوے تو بہتر ہے

ہزاروں بلبلیں ہو دیں نثار اگر گلستاں میں
بہار گل ہی ہر بلبل کو ملجاوے تو بہتر ہے

ہو بلبل مست در شیدا بہار گل ہو بس پیدا
دماغ ان خشک مغزوں کا دھل جاوے تو بہتر ہے

حقارت عاشقوں کی دلمیں بیٹھی ہے جو واعظ کی
منور ہو وہ دل اوسکا سنبھل جاوے تو بہتر ہے

بفضل احمد صابر ہے حافظ رند شیدائی
یہ جھگڑا جملہ ادیان دہل جاوے تو بہتر ہے

کہاں کی عبادت ہے اور کیا عمل ہے — حقیقت جو دیکھو فضل ہے فضل ہے
اگر نا ہے تو زہد و تقوے پہ زاہد — یہ کچھ بھی نہیں بس فضل ہے فضل ہے
جو نازاں ہے علم و عمل پر تو واعظ — بدرگاہ حق تو فضل ہے فضل ہے
اجی شیخ صاحب ذرا آنکھ کھولو — کرو غور دیکھو فضل ہے فضل ہے
یہ ذہن و ذکاوت یہ تسبیح و خرقہ — نہ کچھ کام آوے فضل ہے فضل ہے
بغیر از فضل کچھ ٹھکانا نہیں ہے — اگر ہے ٹھکانا فضل ہے فضل ہے
گدا کو کرے دم میں سلطان عالم — یہ ہے شان کسکی فضل ہے فضل ہے
شقی کو سعید اور کافر کو عارف — کرے کون دیکھو فضل ہے فضل ہے
بدنیا و عقبے مجاز و حقیقت — جدہر دیکھو وہ ہے فضل ہے فضل ہے
کوئی کچھ کہے میں تو اتنا ہی جانوں — فضل ہے فضل ہے فضل ہے فضل ہے
محالات ممکن ہوں جسکے سبب سے — وہ کیا ہے یہی ہے فضل ہے فضل ہے
فضل جسکے ہمراہ ہو خیر و شر کے — نہ پرسش ہے اوس سے فضل ہے فضل ہے
فضل سے جو پایا وجود اس جہاں میں — وجود نبی ہے فضل ہے فضل ہے
وجودِ محمدؐ ہے صورت فضل کی — بلا شک یہ صورت فضل ہے فضل ہے
محمدؐ کی امت کے عاصی و خاطی — سبھی جنتی ہیں فضل ہے فضل ہے
مجسم وہ قدرت ہے قادر کی دیکھو — وہ صابر ہے احمد فضل ہے فضل ہے
وہی سب کا حامی حمایت ہے اوسکی — سبھو نیکے لئے بس فضل ہے فضل ہے

بہ اطراف عالم یہی بس ندا ہے
بہ ادنا و اعلا فضل ہے فضل ہے
جسے ہی بھروسا اوسے فضل کا ہے
سبھونکا گذارا فضل ہے فضل ہے
خدا کی کتاب اور حدیث نبی ہیں
یہی ہے اشارا فضل ہے فضل ہے

نہ مایوس ہو کفر و عصیاں سے حافظ
ترا تو ہارا فضل ہے فضل ہے

جب سے ہم اوس شوخ کے ہیں خاکسار و نمیں ملے
سید ہے میخانہ کو جا کر بادہ خوار و نمیں ملے
بادہ خواری خاکساری جب ہے منظر ٹھہرا ایماں
پھر ہمیں کیونکر جگہ پرہیزگار و نمیں ملے
تسبیح و دستار و دولت تجھکو وزری ہے جو شیخ
ہم تو ہیں بس زر دُرد اور شرمسار و نمیں ملے
آفت جاں ہے الٰہی بادہ ہے آتش مزاج
باوجود اسکے عجب ہے خاکسار و نمیں ملے

ترا دلبر ہے کریم ابن الکریم اے حافظا
ہم غلام اوسکے ہوئے اب تاجدار و نمیں ملے

دن رات جو پھرے ہیں ہم اوس ماہرو کے پیچھے
ہم خاک میں ملے ہیں اک آرزو کے پیچھے
میخانہ کو گئے ہم صومعہ سی کر کے توبہ
لیتے ہیں خاک سر پر جام و سبو کے پیچھے
چھل لعل اور گہر ہیں یہ اشک خوں جو نکلیں
اول ہیں اشک آتے قطرہ لہو کے پیچھے
زاہد تو ہے مخنث اور بے وضو سراسر
جائز نماز کب ہے اوس بے وضو کے پیچھے

ہوتا نہیں ملایم حافظ سے وہ پری رو
گر عمر ساری گذرے اوس فتنہ جو کے پیچھے

کب ہوویں مریض اس دل بیمار کے اچھے
زخمی ہوں کماں ابرو کی تلوار کے اچھے
تدبیر سے کیونکر ہوں بھلا چارہ گرونکی
مجروح نگاہ کرم یار کے اچھے
آگے بھی ہوئی ہیں کہیں عالم میں طلبگار
ہاتھوں سی کسی کافر عیار کے اچھے
واعظ بخدا حشر تلک ہونگے نہ زنہار
سودہ زدہ اوس کاکل خمدار کے اچھے

آرام کہاں تجھکو ہو اس دردسی حافظ
ہیں تیر مژہ اوس بت خونخوار کے اچھے

ہم نے ہر آن تری طرز و ادا اور سنی
صبح کچھ اور سنی وقت مسا اور سنی

اک نرالا ہی عجب طور ہی تیرا واللہ
گالیوں میں بھی تری مدح و ثنا اور سنی

کچھ نہیں ملتا پتا لطف و قہر کا تیرے
ہم نے ہر آن تری ناز و ادا اور سنی

کیا ہی یہ حسن خداداد ہی پیارے تیرا
ہند میں کچھ ہی خبر ترک و خطا اور سنی

تیری یہ رندی و مستی تو عجب ہی حافظ
یہاں تو کچھ ہی ہی دوسری جا اور سنی

زاہدا جنت کی خواہش اور عبادت چھوڑ دے
رات دن عشق صنم میں عیش و راحت چھوڑ دے

بے محبت کے عبادت ہی عبث اے بوالفضول
عشق میں ہی پیر مغاں کہے یہ عبادت چھوڑ دے

درگہ پیر مغاں ہی درگہ سلطان عشق
جام وحدت نوش کر یہ زہد و طاعت چھوڑ دے

مشرب رندی و مستی مشرب مخدوم حق
گر میسر ہو تجھے سر رسم و ملت چھوڑ دے

در پہ مخدوم خدا کے جام بادہ صابری
دور میں ہی جا کے پی یہ شرک و بدعت چھوڑ دے

چل رہا ہی دور ساغر بزم میں اس شوخ کی
ہی نہیں محروم کوئی جسکو رحمت چھوڑ دے

بندۂ صابر ہی حافظ از طفیل شہ نظام
کیا عجب ہے بندہ اوسکا رنج و محنت چھوڑ دے

اللہ کرے عشق کا بیمار تجھے بھی
جو ہی مجھے ہو وے وہی آزار تجھے بھی

جسطور کہ میں مفتوں ہوں تیرا اسلامی
کرنا پڑے بس اور کا دربار تجھے بھی

جسطور سے میں در پہ تری گریہ کناں ہوں
روتا ہوا دیکھوں پس دیوار تجھے بھی

جیسا کہ ستم تو نے کیا مجھپہ ستمگر
ایسا ہی ملے کوئی ستمگار تجھے بھی

بدنام ہوا جیسا زمانہ میں یہ حافظ
رسوا ہوا دیکھوں سر بازار تجھے بھی

فرقت میں تری جانان جاں لب پہ مری آئی
لے میری خبر جلدی ای رشک مسیحائی

پھرتا ہوں میں آوارہ ہجراں میں تری دلبر
دن رات میں پھرتا ہوں دیوانہ صحرائی

مشکل ہی وصال جاں ای ناصح بیہودہ
حل ہو وے نہ یہ مشکل جز ساغر مینائی

باتیں ہی بناتا ہی عشاق سی تو واعظ — دیکھی ہی نہیں تو نے وہ شوخی و زیبائی
گر دیکھے نادان تو اکبار رخ دلبر — سب بھول جایہ باتیں جاتی رہی گویائی
لیتا ہی حساب اونسی جو ہیں گے زخود رفتہ — محشر میں نہ ہوگی دیوانوں کی شنوائی

دلدار تری بر میں رہتا ہی سدا حافظ
گرجاں نثار اپنی ای عاشق شیدائی

کیا طرز و ادا شوخ کی دل کو مرے بھائی — اس عمر میں اپنی ہیں بس چین نہیں پائی
کیا حسن و لطافت ہی اوس شوخ کے چہرہ پہ — پیشانی سے ہی تاباں صد جلوۂ موسائی
وہ خال و خط و ابرو اور تیر مژہ دیکھو — ہی زلف سیہ تسپر اور وہ قد رعنائی
وہ چشم سیہ جادو ہی سحر بھرا جس میں — دو لب سے ہویدا ہی اعجاز مسیحائی
پر چلتی نہیں حسن جا یہ نادان فرشتو کے — انساں کو ہی کیا قدرت پہنچی ہی یہ یکتائی
جب ٹھہری ہمیں ہمت کی پوچھا تو بہر حال — خوش آتا ہی عاشق کو ناقوس کلیسائی

چہرہ جو نظر آیا ترسا بچہ کافر کا
حافظ کی رہی جاتی سب صبر و شکیبائی

کیا حق نے تجھے بخشی یہ شکل و زیبائی — بے شبہ خدا ہی تو ہی یکذاتی و یکتائی
چھوڑا نہیں عالم میں سوا اپنے کوئی غیر — اللہ ری تری غیرت ای محو خود آرائی
ہی حسن ترا پیدا ہر جا یہ تو ہی تو ہے — تجھسا بھی نہیں شاید عالم میں بس ہر جائی
کیا خوب تماشا ہی ہر جا یہ تو ہی پیدا — پر تیری طلب میں ہیں سب والہ و شیدائی
جب ناظر و منظور سوا تیرے نہیں یار — پھر کس سے چھپایا منہ کیا دل میں ترے آئی
یہ زلف سیہ تو نے کیا رخ پہ بکھیری ہے — اس رخ کے چھپانے سی صد ہا ہوئی سودائی

صدمات جدائی کے جو حافظ نے اٹھائی
باقی نہ رہی اوسمیں اب تاب و توانائی

معشوق جو کہتا ہی خود بینی و خود رائی — عاشق کو ملے یار و بد نامی و رسوائی
دل لینے کو عشاق کی ہیں کیسی تری باتیں — کیا جانے کہاں سیکھی یہ طرز دلارائی

جز تیرے نہ عاشق ہی معشوق نہیں کوئی
معلوم نہیں ہوتا پھر کس سے ہی تنہائی

اک آن جدا ہم سے ہوتا نہیں تو دلبر
پھر آنکھو سے ہی غائب کیا طرز تجھے بھائی

پردہ ہی تری رخ پر کیا زلف پریشاں کا
عشاق تری دید کے سب پھرتے ہیں سودائی

فرقت میں تری جاناں کیا کچھ نہیں دیکھا ہیں
فریاد کبھو لب پر ہرگز نہ مرے آئی

کوئی نہیں حافظ کا جز تیری صنم واللہ
پھر اوس سے الگ کیوں ہے اوکا فرِ ترسائی

مریض ہم ہیں الفت کے آزار کے
دل و جاں سے بندہ ہیں اوس یار کے

نہیں کچھ غرض کفر و دیں کی ہمیں
میاں ہم تو طالب ہیں دیدار کے

رہا ہم تو ہیں قید کونین سے
ہیں قیدی مگر زلفِ خمدار کے

نہیں واں کی جمعیت ہی ہمکو نصیب
پریشان ہیں گیسوئے طرار کے

کسی سے نہیں رکھتے ہم تو خبر
سوا ایک اوس اپنے دلدار کے

پوجاری ہیں اک بت کے واللہ ہم
نہ قایل ہیں غیر اوس طرحدار کے

کسی طرف جھکتا نہیں اپنا دل
ہم حافظ ہیں قرآنِ رخسار کے

کیسے کیسے کشتہ ہیں اوس قاتلِ سفاک کے
کشتو کے پشتہ ہیں در پر اوس بتِ چالاک کے

عاشقاں گر تیغ سی ابرو کی بسمل ہوں تو ہوں
یہ غضب ہے گلرخاں شیدا ہیں حسن پاک کے

بیقدر ہے حسنِ سنگ روبرو اوس شوخ کے
جملہ خوبانِ جہاں گویا ہیں ذرہ خاک کے

عالم علوی و سفلی دنگ اور حیران ہیں
سب کے سب مقتول ہیں اوس قاتلِ بیباک کے

جو کہ سودائی ہیں ایسی ظالمِ خونخوار کے
زخم کیا اچھے ہوں ان کے سینۂ صد چاک کے

خاک رو باں کو تمہی صابر دور و گردش سے بری
وہ کہاں قایل ہیں ہرگز دورِ انجم و افلاک کے

آستانہ حق ہے حافظ درگہ شاہ نظام
اولیا بھی منتظر ہیں اک نگاہ پاک کے

جب ہوا آتی ہے ہمکو کوچۂ جانان کی
کچھ خبر رہتی نہیں سنبل و باغ و بستان کی

تنگ ہے نظروںمیں میری دین و دنیا کی فضا
دلمیں ہے اک گرد بس عشق کے میدان کی

خاک ہے کوچہ کی تیرے برتر از خلد بریں
کیا قدر ہے یہاں بھلا پھر روضۂ رضوان کی

کیا ہے محرومی الٰہی دولت دیدار سے
بعد مرنیکے بھی خواہش حور اور غلمان کی

ہوونگے جنت کے موتی اشک زار عاشقاں
کیا ہے رفعت اور شوکت دیدۂ گریان کی

اپنے حفظ نفس کو جانے ہے وہ دین نبی
یہ مثل سچ ہے زیاں ہے دوستی نادان کی

منکر دین نبی ہے منکر عشاق کا
حافظا رکھ دلمیں عظمت عشق کے سلطان کی

ہم خوب خاک عشق میں تیری اوڑا چکے
اس جان و تن کو ہجر میں تیرے جلا چکے

رسوا ہوئے خراب ہوئے اور ذلیل ہم
جو کچھ کیا تھا ہمنے سزا اپنی پا چکے

اب ہم نہیں ہیں تاب و تواں بھی نہیں بہم
صدمہ پہ صدمہ عشق میں تیرے اٹھا چکے

ہم کچھ نہیں ہیں یار تو ہی ہے تو ہی تو ہے
ہم نقش اپنا روبرو تیری مٹا چکے

غائب جو میری نظروں سے ہوتی ہو دلربا
کیا ہوتا ہے جو تم مرے دلمیں سما چکے

کیا خاک زندگی ہے ہماری جہاںمیں
کیا کیا نہ داغ عمر میں اپنی ہیں کھا چکے

حافظ کو مدرسہ میں کہاں ڈھونڈتے ہو اب
مدت ہوئی کہ دیر مغاں کو وہ جا چکے

ہم نقش اپنی ہستی کا یارو مٹا چکے
صدمہ پہ صدمہ عشق میں صدہا اٹھا چکے

اب تو خدا کے واسطے آؤ گلے لگو
اے یار تم تو ہمکو بہت سا رلا چکے

در در پھرایا ہمکو تمہاری فراق نے
شور جنوں میں دشت و بیاباں دکھا چکے

فرقت میں تیری اشک ہیں جاری جو آنکھ سے
اک عمر گذری خون جگر کا بہا چکے

باقی رہا ہے ظلم و ستم میں سے کیا صنم
مجھکو تو اپنے عشق میں کیا کیا دکھا چکے

آؤ گلے سے لگ کے گرہ دلکی کھولدو
آیا ہے دم لبوں پہ بہت سا ستا چکے

حافظ کرو نثار دل و جان یار پر
خمخانۂ صنم میں بہت تم تو نہا چکے

پریشاں ہوں زلفِ سیہ یار سے
میں بیجان زخمِ ستمگار سے

رقیب سیہ دل جو چاہے کرے
ٹلوں گا نہیں سایۂ دیوار سے

مریضِ محبت کو دنیا میں یار
نہ بہتر ہے الفت کے آزار سے

ہے کیا منہ کسی کا کسی طور سے
بچے خنجرِ غمزۂ خونخوار سے

ازل سے ابد تک جو ہیں سب کے سب
ہیں خواہاں سبھی میرے دلدار سے

خدا جانے مشغول ہے وہ کدھر
ہے ناداں سے خوش یا کہ ہشیار سے

غنی ایسا مولا ہے حافظ ترا
وہ ہمراز ہے گبر و دیندار سے

دلبروں کی یاروں ہمنے دلربائی دیکھ لی
اور طبیعت اپنی ہر جا پر لگائی دیکھ لی

خاک چھانی ہے بہت عشقِ بتاں میں عمر بھر
گلرخوں سے ہر طرح وصل و جدائی دیکھ لی

راتدن دشت و بیاباں میں پھرے حیران و خوار
گرم و سردِ عالم میں جو جو ہم پہ آئی دیکھ لی

خانقاہِ شیخ میں اور حجرۂ زاہد میں بھی
دونوں حضرت کی بہت حق رسائی دیکھ لی

ایک مدت دانۂ تسبیح بھی پھیرے بہت
واہ نیہ جو جو حکمتیں حق نے دکھائی دیکھ لی

بے خبر جام و سبو سے دربدر مارا پھرا
حافظ رسوا نے بس باتیں بنائی دیکھ لی

عمر بھر جو جو کہ میرے دلمیں آئی دیکھ لی
جو طرح نظروں میں میری بس سمائی دیکھ لی

علم و معلومِ جہاں کی سیر ہمنے خوب کی
مدرسہ والوں کی جو باتیں بنائی دیکھ لی

صحبتِ شیخ و برہمن ہم بہت سی پا چکے
کفر و دیں کی تیرگی اور روشنائی دیکھ لی

وِرد و اوراد و مصلیٰ کی بہاریں ہمنے لیں
روشنی دل لطائف کی صفائی دیکھ لی

ہر طرح کی صحبتیں اور سب طرح کی لذتیں
خوب برتی اور جو جو دلکو بھائی دیکھ لی

ناگہاں پیرِ مغاں کے ایک دو نا لطف سے
حافظ رسوا نے کیا ساری خدائی دیکھ لی

ہے یہ عالم نیم بسمل اور رعنائی سے تری
ہے سلامت دوست دشمن خوش ادائی سے تری

عاشقاں ہیں مضطرب جو یہ جفائی سی تری
ہر کوئی طالب ہے جاناں دلربائی سے تری

تو ملامت کرتا ہی عشاق کو ای ناصحا
میری رندی خوب ہی اس پارسائی سی تری

کیسا ہی پر علم تیرا صحبت حق سی ہے دُور
جہل میرا ہی بھلا فہم و ذکائی سے تری

ڈرتا ہی دوزخ سی ناداں خوف کچھ حق کا نہیں
مرتے ہیں عشاق تو ناز و ادائی سی تری

وصل و ہجراں سے غرض کچھ بھی نہیں عشاق کو
ہر زماں مطلب ہے اونکو خوش رضائی سی تری

حافظا کیا غم ہی تجھکو اور سی مطلب ہی کیا
جب ترا مولا ہی راضی جاں فدائی سی تری

ایسی ہی مری آہ شرربار میں گرمی
پھیلی ہی ہر اک کوچہ و بازار میں گرمی

کیا شعلے نکلتے ہیں مری لخت زباں سے
ہے شعلہ زن ایسی مری گفتار میں گرمی

اس آتش فرقت سے پھکا جاتا ہی دل بھی
ہے یار و بھری میری دل زار میں گرمی

جز یار کے ہرگز نہ بچا دونوں جہاں میں
ایسی ہی نگاہ بت خونخوار میں گرمی

چوں سایہ مرا تن تھا تری قد و مغیر جاناں
وہ بھی نہ رہا ایسی ہی رفتار میں گرمی

جل جل کے ہوا خاک یہ سینہ و گریباں
ایسی ہی مرے اشک شرربار میں گرمی

گلزار میں بھی جا کے جلا حافظ بیمار
قسمت سے ہوئی اوسکی تو گلزار میں گرمی

کیا ہم عاشق ہیں فقط یہ رنج اٹھانیکے لئے
آنکھیں کیا رکھتی ہیں ہم آنسو بہانیکے لئے

دل دیا اللہ نے کیا بس لگانیکے لئے
شعلہ رو پیدا کئے کیا دل جلانیکے لئے

کیا غضب ہے دوستو سمجھا ہی یہ اوس شوخ نے
ہر زباں عاشق کی یعنی غل مچانیکے لئے

یہ بنا دیکھو ستم ہوں ہمنشیں اوسکے رقیب
اور درباں ہیں معین مرے آنیکے لئے

جب کیا شکوہ کہیں اوس سے ہنسکے لگا کہنے لگا
ہم ہوئے پیدا ہیں تیری بھول جانیکے لئے

دعویٰ ہے عشق کا کرتا ہی تو اہی بیوقوف
تجھ سے کس نے کہدیا تھا دل لگانیکے لئے

ہو فنا تجھکو محض ہرگز نہو تو حافظا
یہ تو بس سامان ہی اوسکے بلانیکے لئے

زندگی عشاق کی ہے دل لگانیکے لئے — اونکی آنکھوں کا مزا ہے دیدار ڈرانیکے لئے
مار کا کل تیغ ابرو اور وہ تیر مژہ — ہیں یہ سامان میری زخمی بنانیکے لئے
عاشقوں کی زیست ہے بس خاک ڈرانیکے لئے — گلرخوں کو ہی بنایا دل جلانیکے لئے
شادی دارین ہے واعظ حرام عشاق پر — دنیا میں پیدا ہوئے وہ غم کے تھمانیکے لئے
خوبرو پیدا ہوئے ہیں کھیل کھلانے کیلئے — اور ہے عشاق ہیں شورش مچانے کیلئے
کیا ہی یہ ہجر صنم بھڑکانا نار عشق کا — آب وصل گلرخاں آتش بجھانے کیلئے

ہے بقا دلبر کو دائم حافظاؔ تو غور کر
نقش تن عشاق کا ہے بس مٹانے کے لئے

آیا کل وہ شوخ جو میرے منانے کے لئے — باتیں کچھ ایسی بنائیں غم اٹھانیکے لئے
کرکے سو ناز و کرشمہ جبکہ وہ جانے لگا — عرض کی میں نے جو پھر تشریف لانیکے لئے
کس ادا و ناز سے بولا کہ چل چل ہو پرے — یہ مرا آنا ہے تیرے دل جلانیکے لئے
تو ہے اپنا آپ ہی دشمن جا ہے دیکھے مجھے — ہے مرا دیدار بس تیری مٹانیکے لئے
جبکہ ہم آئے کہاں تو اور کیسا دیکھنا — ہے ہمارا آنا داں تیری جانے کیلئے

آیا جب دلدار بر میں حافظاؔ پھر تو کہاں
تیری ہستی ہے محض اوسکو چھپانے کے لئے

دل دیا حق نے بشر کو دل لگانے کیلئے — نے حبث پیدا کیا غافل بنانے کیلئے
عالم ملکوت میں یہ شور دیہ غوغا کہاں — پیدا آدم کو کیا یہ غل مچانے کیلئے
جرم و عصیاں سے ہے تقوی زاہد نادان کو — عاصیاں ہیں منتظر رحمت کے آنیکے لئے
عشق سے زیادہ ہے کیا جرم و خطا اے بیخبر — رحمت رحمٰن ہے عصیانکے پانے کیلئے
رحمت رحمٰن ہے تشنہ جرم اور عصیانکی — متقی صاحب ہیں بس جنت ہیں جانے کیلئے
مجرم عشق صنم ہیں زہد اور تقوی سے دور — رحمت دیدار ہے اونکے دکھانے کیلئے

نعمت جنت ہے روزی زاہد بیدرد کو
حافظ بدنام ہے دیدار پانے کے لئے

عشق کیا ہمنے کیا جنت میں جانے کیلیئے ۔ یہ مصیبت ہے ہمیں کیا میوہ کھانے کیلیئے

آگ سے ہے ہمکو بچنا عین رسوائی و ننگ ۔ ہم سمندر آتشی ہیں آگ کھانے کیلیئے

جل بجھے نار جہنم اک ہماری آہ سے ۔ کیا کریں تدبیر ہم اوسکو بچانے کے لیئے

فکر دائم رات دن ہے شیخ صاحب کو لگا ۔ دانہ تسبیح رکھتے ہیں بچانے کے لیئے

کسقدر ہے خوف دوزخ زاہد مقبول کو ۔ زہد ہے دوزخ میں حضرت کو نہ جانیکے لیئے

خوف ہے دوزخ کا جیسا ہے گمان اللہ کا ۔ کچھ زباں پر ہے تو لوگونکے سنانے کیلیئے

کیا تماشا ہے کہ نام اوسکا رکھا ہے دین حق ۔ حق سے کیا نسبت ہے ہے آیا بچانے کیلیئے

دین حق وہ ہے کہ غیر از حق کچھ دلمیں نہو ۔ نہ غم دوزخ نہ فرحت خلد پانے کیلیئے

صد ہزاراں بار توبہ حافظا اس دین سے
مستعد رہ اپنی ہستی کے مٹانے کے لیئے

کیا عبادت ہم کرینگے حور و غلمانکے لیئے ۔ کھو دینگے ہم آپکو بس عشق جاناں کیلیئے

عاشق دلبر الگ ہیں جنت و دوزخ سے یار ۔ ہے یہ جھگڑا دوستو گبر و مسلماں کیلیئے

وہ خموشی اور گوشہ شیخ صاحب کو ملا ۔ عاشق بدنام ہے بس شور و افغاں کیلیئے

اپنے دلبر کے سوا عاشق نہ جانے غیر کو ۔ کاروبار عاشقاں جو کچھ ہیں جاناں کیلیئے

جبہ و دستار تسبیح و مصلا شیخ کو ۔ عاشق رند خدا چاک گریباں کیلیئے

ناصح ناداں پھنسا ہے دین دنیا میں عبث ۔ عاشقاں پابند ہیں اوس زلف پیچاں کیلیئے

شادی و غم پر جہانکے حافظا تو خاک ڈال
گر تو جمعیت طلب اس دل پریشاں کے لیئے

آئے ہیں کیا بہانہ ہم سیر گلستاں کیلیئے ۔ بلکہ ہے آنا ہمارا دل پریشاں کیلیئے

شیخ جانے ہے کہ آئے مرغ بریاں کیلیئے ۔ یہ نہیں جانے کہ آئے ہیں سینہ سوزاں کیلیئے

بیحیا کچھ تو حیا کر اپنی نادانی کو دیکھ ۔ کیا خدا کو پوجتا ہے باغ و بستاں کیلیئے

یہ تو ہی تیری عبادت تسپہ ہے اتنا غرور ۔ تو نصیحت کرتا ہے بادہ پرستاں کیلیئے

عاشقونسے بیر رکھتا ہے توبا للہ العظیم ۔ رحمت حق ہے مہیا مے پرستاں کیلیئے

بے شراب و جام کے سب عبادت کفر ہے
سجدہ عشاق ہے پیر مغستاں کے لیے

جان کے دینے سے حافظ تو نہو دلمیں ملول
تحفہ جاں چل تو لیکر نذر جاناں کے لیے

جو دلبر بے نیاز ہووے وہ دلداری کو کیا جانے
سراپا ناز خوبی ہے وہ غمخواری کو کیا جانے

جو مست جام ساقی ہے دما دم بادہ نوشی میں
رہے ہے محو بیخود یار و ہشیاری کو کیا جانے

جو ہے محروم عشق جاناں سے طمع رکھتا ہے جنت کی
بجز زہد ریائی کے وہ عیاری کو کیا جانے

اسیر زلف و گیسو کا بھلا کیونکر مقید ہو
وہ آزاد دو عالم ہے گرفتاری کو کیا جانے

ہے کیسا بے نصیب ارے الٰہی ناصح ناداں
مئے وحدت سے ہے محروم میخواری کو کیا جانے

ہے جسکے دلمیں عشق مال و جاہ و جنت الماوی
مصیبت عشق کی اور ذلت و خواری کو کیا جانے

جفائے دلبر اے حافظ یہ تاثیر محبت ہے
وگرنہ دلبر زیبا جفاکاری کو کیا جانے

اوس سا پیدا نہیں دنیا میں ستمگر کوئی
ہم سا عالم میں نہیں آیا ہے مضطر کوئی

کیا ہی مارا ہے مجھے ایسا نہیں عالم میں
مثل ابروئے صنم کے کہیں خنجر کوئی

زلف ابتر نے کیا ایسا پریشاں مجھکو
مجھسا دنیا میں نہیں ہے بتر و ابتر کوئی

ناصح بیہودہ عشاق کو دیکھے ہے حقیر
جانتا ہے کہ نہیں ہے میرے برابر کوئی

ہائے صد حیف کہ دن رات تو محنت میں مرا
لیک محروم نہیں ایسا سراسر کوئی

منع کرتا ہے محبت سے وہ دیوانوں کو
اونکو وہ پند نہیں ہوتی موثر کوئی

قید اوس زلف کی کافی ہے تجھے اے حافظ
ایسی عالم میں نہیں زلف معنبر کوئی

میدان محبت میں خطر ہم نہیں رکھتے
ہم تن نہیں رکھتے ہیں جگر ہم نہیں رکھتے

آزاد ہیں دل شاد ہیں ہم دونوں جہاں سے
جز اشک رواں گنج و گہر ہم نہیں رکھتے

ہم سیر و سفر کرتے ہیں اقلیم خدا میں
جز اپنے کہیں اور سفر ہم نہیں رکھتے

ہم محو جمال دو رخ دلدار ہیں ناصح
جز اوسکے رخ و زلف خبر ہم نہیں رکھتے

سب ارض و سما عشق کی لذت سے ہیں معمور
واعظ کے لئے کچھ بھی اثر ہم نہیں رکھتے

ہم جن و ملک حور و فلک پر ہیں مکرم
نادان کی نظروں میں قدر ہم نہیں رکھتے

حافظ کا تو مسکن ہے مگر کوے خرابات
اس مسکن فانی میں گذر ہم نہیں رکھتے

تری اس دور میں جو شامل ہو تو خوب ہے وہی
وفاداری میں یہی وہ جو کامل ہو تو خوب ہووے

تمہاری بزم عشرت میں پرستش ہے غریبوں کی
غلاموں میں تری محفل کے داخل ہو تو خوب ہووے

جو پیتے ہیں شہ مدت سے ہلاہل ہجر کے پیالے
وہ زہراب نکا جو رحمت سے مبدل ہو تو خوب ہووے

تری اک نظر رحمت سے ہے آبادی دو عالم کی
مرادِ اہل عالم تم سے حاصل ہو تو خوب ہووے

تو بحر فیض ربانی تو عین فضل سبحانی
تری خادم سبھی عقدِ انامل ہو تو خوب ہووے

نہیں محروم تیرے فیض سے شاہ و گدا کوئی
مقاصدِ بندگانِ حق جو حاصل ہو تو خوب ہووے

تو ہی احمد تو ہی قادر تو ہی صابر تو ہی سب ہی
غلامی ہے تری حافظ جو واصل ہو تو خوب ہووے

نعت حضرت ختم المرسلین حبیب رب العالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیاں کس منہ سے ہو کیونکر تمہاری ذات اطہر کا
قلم سے نعرہ آتا ہے محض اللہ اکبر کا

رقم کرتا ہوں کاغذ پر جو نام پاک سرور کا
لپٹ جاتا ہے سینہ اس گھڑی قند مکرر کا

عجب شیریں ہے اسم پاک احمد حق کے مظہر کا
ہوا ہے دل میں میرے محو نقشہ لطف کوثر کا

عبیر خلد کیا ہے جو شمار اسم کر دل وہ کی
جما ہے دل میں نقشہ میرے گیسوے معنبر کا

شباہت کس سے ہے اوس زلف مشکیں کو خدایا
ہے سنبل بس پریشاں خون دل ہے مشک اذفر کا

ہے ادنا اک تجلی اوس رخ پرنور کی دیکھو
ستارہ سا چمکتا ہے جو گردہ شمس خاور کا

حسینان السما کوئی بھی ہے کہ جو حسن اوسکا بھی پایا
دو عالم ہے ظہور حسن اوس میرے پیمبر کا

ہے اپنے حسن کا عاشق نہیں ہے دوسرا کوئی
فقط پردا ہے حکمت سے خدا کا اور پیمبر کا

ظہور احدیت ہے خاص جو وہ میم احمد ہے
وہ درجہ خود ہی عاشق ہی محمد پیارے دلبر کا

نہیں ہی دوسرا کوئی سوا اک تو احمد کے
جدہر دیکھو جہاں دیکھو وہ ہی نور اوس پیمبر کا

یہ سب جن و بشر حور و ملک ہیں اوسکی شیدائی
اوسی کے عشق میں چکر ہی یارو چرخ اخضر کا

امام الانبیا ہیں سب پیغمبر ہی دولت
ہی شفق اپنی امت پر عجب ہے خلق سرور کا

طفیلی ہیں اوسی کے انبیائے اولیں سارے
سبھی محتاج ہیں اوسکے وہ محمد رب اکبر کا

اک ادنی ہی تجلی طور پر اوس نور احمد کی
ید بیضا جو ہی مشہور اوس موسی پیمبر کا

رہی مشتاق سارے انبیا تیری زیارت کے
سبھی رکھتے ہیں دلمیں اپنے داغ عشق پیمبر کا

سبھی تیرے طفیلی ہیں سبھی ہیں تیرے شیدائی
وہ ہی بس کونسا ایسا نہیں ساجد ترے در کا

یہ سب مخلوق ہی تیری تو خالق دونوں عالم کا
حساب کیا رہا یہاں زمین و چرخ اختر کا

تری ہی خوان نعمت سے سبھی کو رزق ملتا ہی
ترا یہ خوان یغما رزق ہی مومن و کافر کا

طواف کعبہ گو ہی رکن اعظم دین احمد میں
نہیں حاجت ہے کچھ اوسکو جو ہی ساجد ترے در کا

ترے اس حسن کا عاشق بنا ہی محراب و منبر ہے
نگاہ فضل ہو صدقہ ہی یہ شبیر و شبر کا

طفیل اوس بتول پارسا خاتون رحمت کے
وہ بضعہ جسم پاک اور ہی جگر گوشہ پیمبر کا

تمام امت ہی زیر چادر تطہیر زہرا کی
برستا ابر رحمت ہی یہاں خلاق اکبر کا

ہی اوسکا مسند والا تمہارا زانوئے عالی
ٹھکانا پھر نہ کیونکر ہو کسی بے چین و مضطر کا

وہ آویں ناز ہیں جسدم بزانوئے رسول اللہ
نہو محروم پھر کوئی ہی حصہ ذات اطہر کا

تری امت کے عاصی ہیں پڑے ای شہ والا
ہزاروں ہاتھ ہیں اور دامن آل پیمبر کا

تری در پر پڑے ہیں یا ہزاراں آرزو آکر
بھروسا صرف اونکو ہی محی الدین قادر کا

تمہاری ہیں وہ نور العین اور ہیں وارث کامل
تری امت کو ہی کامل بھروسا بس اونہی کا

وہ درگہہ غوث صمدانی ہی درگاہ محمد کی
تفاوت کچھ نہیں اونمیں ہی دروازہ پیمبر کا

گدایان در قادر ہیں مقبول محمد کے
اونہیں ہی پیارے ہی واللہ جو دم بھرے سر در کا

طفیل قادر مطلق نوازیں فضل سے ہردم
رسول اللہ امت کو یہ خاصہ ہی پیمبر کا

ہی پتلی آنکھ احمد کی سراسر نور احمد ہے
سہارا سبکو ہی بیشک علاؤ الدین صابر کا

رسول اللہ کا پیارا دلارا فاطمہ زہرا
نرالا ڈھنگ ہے اوسکا وہ ہے نور محمد کا

مبشر کیا ہے ملائک بھی ہیں حیراں روبرو اوسکی
قیاس و وہم ہوتا ہے غلط وہاں جا کے اکثر کا

اوسی پر ناز بھی ایسا پھر اپنی جد امجد پر
جو چاہے لمپیں کر ڈالے نہیں محتاج داور کا

ہیں لا العقل سبھی عارف جو کاروبار میں اوسکے
وہ بخشش میں ہے جو آجاوے تو منہ بھر جاوے کوثر کا

برائے احمد صابر اغثنی یا رسول اللہ
نظر رحمت کی ہو مجھپر یہ صدقہ ہووے ضیا کا

گدا ہوں میں ترے در کا نہیت محتاج و عاجز ہوں
طفیل شہ نظام پاک اوس ہادی و رہبر کا

نظام دین احمد ہے جو نام پاک اوس شہ کا
ملے اوسکو بھی اک ذرہ مگر خوان پیمبر کا

ترا ہے دستگیر ایسا کہ مقبول محمد ہے
بھروسا ہے مجھے اوسکا میں کتا ہوں اوسی در کا

مری جب دستگیری کی تو اوسکی لاج ہے اوسکو
میں ہوں ال دنی غلام اوسکا وہ ہے مقبول صابر کا

فضل سے کیا ہے دو اب جو شمار اسکی بھی ہوجاے
گدایان محمد میں کہ ہوں محتاج اوس در کا

پیے یعقوب مولانا کہ میرے پیر کامل ہیں
سراپا صورت حق ہے وہ عاشق ہے پیمبر کا

ولی حق ہے وہ بیشک کہ عارف کامل ترحق
وہ ہے مقبول درگاہ محی الدین قادر کا

وجود اوسکا ہے سراپا پر از انوار عشق حق
وہ عاشق ہے عجب ڈھنگ سے علاؤ الدین صابر کا

عجب کیا ہے کہ ہو یہ بھی مشرف ایسی دولت سے
بھروسا جسکو رکھتا ہے یہ اپنے پیر رہبر کا

بحق جملہ عرفا اور طفیل آپکے ہی پیرو کے
مری مشکل ہوئی آساں سب طفیل آل پیمبر کا

مری ہر حال میں ہو فضل شامل آپکا ہر دم
بھروسا ہے مجھے یہ ہی بھکاری ہوں اوسی در کا

حمایت جبکہ ایسی ہو کری ممکن محالوں کو
مجھے اب کیا ہے اندیشہ یہ خیر و شر مقدر کا

ہمیشہ ورد کر اپنا درود پاک پیغمبر
علی آل محمد اور اصحاب پیمبر کا

ارے حافظ تجھے کیا ہے حمایت تیری کامل ہے
حمایت پر تو نازاں ہو وہ حامی ہے تجھ ابتر کا

ذیل

ہوں پریشاں حال مضطر یا شفیع المذنبین
اک نظر رحمت کی مجھپر یا شفیع المذنبین

رحم میرے حال پر یا رحمۃ للعالمین
یا قسیم حوض کوثر یا شفیع المذنبین

جو ہوا سائل درِ دولت سے اتنا ہے گیا
دین و دنیا کے مطالب سب میسر ہو ویں حصول
پھر نہ آیا بار دیگر یا شفیع المذنبیں
صدقہ شبیر و شبر یا شفیع المذنبیں

ایک مدت سے یہ حافظ ہے ترے در کا گدا
اس کو بھی کر دو تونگر یا شفیع المذنبیں

مناقبِ حضرت مشکل کشا شیرِ خدا زوجِ بنتِ رسول حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

یا علی یا حیدرِ کرار یا مشکل کشا
بیڑا عاجز کا پڑا منجدھار یا مشکل کشا
تجھ سوا کوئی نہیں اب یار یا مشکل کشا
آ پڑا ہوں میں ترے دربار یا مشکل کشا

غم کے دریا سے کرواب پار یا مشکل کشا

یوسفِ مصری کو تم نے چاہ سے باہر کیا
تم نے ابراہیم پر آتش کو گل لالہ کیا
دیدۂ یعقوب کو ایک دم میں روشن کر دیا
ہر مصیبت میں سبھوں کے آپ ہیں مشکل کشا

غم کے دریا سے کرواب پار یا مشکل کشا

وہ نبی ایوب درد و غم میں جب تھے مبتلا
اُس عصائے موسوی کو کر دیا تھا اژدہا
حامیِ ایوب تھے بیشک تمھیں یا مرتضیٰ
ایک دم میں آپ نے یا حیدرِ شیرِ خدا

غم کے دریا سے کرواب پار یا مشکل کشا

ہو گیا تھا موم لوہا ہاتھ میں داؤد کے
بن ترے کب پہنچے کوئی بر سرِ مقصود کے
جب مدد پہنچی تمھاری ساتھ میں داؤد کے
ہے تمامی خلق زیرِ سایۂ ممدود کے

غم کے دریا سے کرواب پار یا مشکل کشا

اُن کٹی ہاتھوں کو اسود کے دیا تم نے مِلا
حاربِ حربِ احد ہو تم ہی بیشک مرتضیٰ
اور نصیری کو احد میں مار کر ترچھا کیا
نوح کی کشتی کے طوفاں میں تمھیں ہو ناخدا

غم کے دریا سے کرواب پار یا مشکل کشا

تم خطیبِ منبرِ احمد رسول اللہ ہو
راکبِ دُلدُل و سیفِ کبریا کے شاہ ہو
شاہ مرداں شیرِ یزداں قوت اللہ ہو
کیسا ہی پُر دل ہو تیرے سامنے روباہ ہو

غم کے دریا سے کرواب پار یا مشکل کشا

لحمک لحمی تمھیں فرمان ہے مولا علی
تیرے وصفوں میں بھرا قرآن ہے مولا علی
لافتیٰ لاسیف تیری شان ہے مولا علی
سارے موجودات کی بس جان ہے مولا علی

غم کے دریا سے کرواب پار یا مشکل کشا

حیدرِ کرار ہو تم مہد میں یا مرتضیٰ
واہ واہ جنگ احد میں آپ نے کیا کیا کیا
ایک انگلی سے تمہاری صفدر خیبر کشا
کیسے کیسوں کے پھرے منہ حبذا صلِ علےٰ

غم کے دریا سے کرواب پار یا مشکل کشا

تم نے سلماں کو بچایا دشت ارجن میں شہا
تم ہو بیشک شہسوارِ دلدل اے خیبر کشا
پھر چھڑایا شیر سے اور اُس کو گلدستہ دیا
سیفِ حق ہی آپ کی بے شبہ وہ مشکل کشا

غم کے دریا سے کرواب پار یا مشکل کشا

ایک سائل نے جو مانگی ایک روٹی آپ سے
دی انگوٹھی دوسرے کو بس رکوع میں ہاتھ سے
دی قطار اونٹوں کی اُس کو اور بچایا سانپ سے
اور بکے راہِ خدا میں بارہا اخلاق سے

غم کے دریا سے کرواب پار یا مشکل کشا

اے وصیِ مصطفیٰ وے بحر صد جود و سخا
آپڑا در پر ترے جاوے کہاں اب یہ گدا
ہر طرف سے ہو گیا لاچار حافظ بینوا
آسرا اُس کا شہا کوئی نہیں تیرے سوا

غم کے دریا سے کرواب پار یا مشکل کشا

مناقب حضرت بنتِ احمد مصطفیٰ زوجۂ علی المرتضیٰ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بعد حمدِ پاک ذاتِ کبریا
اور درودِ پاک احمدِ مجتبیٰ
عرض کرتا ہوں بدرگاہِ بتول
قرۃ العین نبی بنتِ رسول
سر برہنہ دست بستہ روسیاہ
باادب استادہ باحالِ تباہ
آستانہ تیرا یا بنتِ نبی
وہ ہے جس پر ناک رگڑیں ہیں سبھی

کیا ملائک کیا ہیں افلاک و زمین — عرش و کرسی جن و انساں جانشیں
سب مکان و لامکاں وحش و طیور — ہیں ترے ساجد ہمیشہ بالضرور
تم ہو جانِ مصطفےٰ کے نازنیں — ناز اٹھاتا ہے تمہارا ربِ دیں
نازنیں جس وقت آؤ تم ذرا — سر جھکاتا ہے وہیں ربّ العلا
ناز بردار ہیں تمہارے مصطفےٰ — تیری خدمت میں علیؓ مرتضےٰ
کیا ہے طاقت جز خدا و مصطفےٰ — جو کرے دعوے تمہارے ناز کا
ستر ادہ تطہیرِ حضرت بے گماں — کیا ہے قدرت جو کرے کوئی بیاں
ایک بیاں ادنےٰ ز تطہیرِ بتول — اس جگہ یاد آیا یہ در از عقول
ایک دن کا ذکر ہے زہراؑ پاک — ذکرِ حق میں با دروں دردناک
تھی تلاوت کرتی وہ بالائے بام — سقف پر حجرے کے بس ای نیکنام
عین مشغولی میں محو حق ہوئی — چادرِ پاک آپ کے سر پر جو تھی
کچھ ذرا فرق اس کو سر پر ہو گیا — ایک سرِ موئی مبارک کھل گیا
چھپ گیا بس آفتاب اُس آن میں — اور اندھیرا چھا گیا میدان میں
ہو گئے تاریک افلاک و زمیں — اور ملائک گر پڑے اوندھے وہیں
جب اندھیرا چھا گیا عالم میں یار — ہو گئے حضرت محمدؐ بیقرار
آئے جبریلؑ اور کہا یا مصطفےٰ — دیکھو تو حیران اب ہوتے ہو کیا
فاطمہ مشغول ہیں قرآن میں — بے خبر ہیں آپ سے اس آن میں
چادرِ پاک اُن کے سر پر سے گری — کچھ سرِ موئی مبارک سے کھلی
ہو گیا بے نور فوراً آفتاب — حکمِ حق سے اُس گھڑی ای ذولباب
سب فرشتے گر پڑے اُلٹے تمام — حق نے غیرت سے کیا یہ اہتمام
پھر اُسی دم حضرتِ احمد رسول — پہنچے حجرہ پر یہ نزدیک بتول
دیکھا وہ محوِ جمالِ پاک ہیں — بے خبر از خاک و از افلاک ہیں
چادرِ حضرت کو سر پر کی درست — ڈھک دئیے موئی مبارک سُست سُست

ہو گیا روشن اسی دم آفتاب
سارا عالم ہو گیا بس کامیاب

غیرتِ تطہیر بنتِ مصطفےٰ
کسقدر کرتی ہے ذاتِ کبریا

کیا ہے یہاں تاب و تواں مخلوق کی
جو کرے ادراک اُس کا جز نبی

تم ہو بنتِ احمدِ پاک رسول
مادرِ شبیر و شبر یا بتول

تم شفیع المذنبین کے لال ہو
نورِ احمد سیدتی مالاکی ہو

امتِ احمد کے پشتیبان ہو
بے سر و ساماں کا سامان ہو

تم سوا کوئی نہ کھیون ہار ہے
ایک نظر رحمت سے کھیوا پار ہے

الغیاث اے دستگیرِ اُمتاں
الغیاث اے سیدِ خیر الزماں

آپڑا ہوں در پہ تیرے یا بتول
با دلِ پُر درد با خاطرِ ملول

صدقۂ حضرت محمد مصطفےٰ
وز طفیلِ آں علیِ مرتضےٰ

از طفیلِ ہر دو آں شہزادگاں
مرہمِ ریشِ دلِ دلخستگاں

آں امامِ دوسرا حضرت حسن
وان حسین و آں شہید ذو المنن

ہر دو گوہرِ خاص دریائے نبی
درۃ التاجِ شہنشاہِ علی

ہم بحق آلِ اطہارِ رسول
وز طفیلِ جملہ اولادِ بتول

از طفیلِ خاص اولادِ نبی
فخرِ امت بضعۂ جسمِ علی

جانشینِ مصطفےٰ و مرتضےٰ
غوثِ پاک بادشاہِ دوسرا

یعنی محی الدین محبوبِ خدا
نورِ پاکِ آں بتولِ پارسا

صدقۂ آں شیرِ میدانِ خدا
سیدِ عالی نسب شاہِ ہدا

جسم و جانِ مصطفےٰ و مرتضا
روحِ پاکِ بنتِ احمد مجتبےٰ

سرورِ عشاق حق سلطانِ دیں
آں علاؤ الدینِ صابر مہ جبیں

وز طفیلِ سلسلہ پاکِ شریف
طالبان و کاملان و ہم لطیف

صالحات و عارفات و قانتات
عرض کر میری قبول اے نورِ ذات

یعنی یا حضرت بتولِ پارسا
نازنینِ مصطفےٰ نورِ خدا

ہے نجاتِ عاصیاں بس ہاتھ میں — ساری امت ہے تمہارے ساتھ میں
امتِ احمد کے بیشک ہو وکیل — سب گنہگاروں کے ہو تم بس کفیل
جب کہ حامی ایسے ہوں پھر کیا ہی ڈر — امتِ احمد ہے سب سے بے خطر
گو کہ میں بدکار و نافرجام ہوں — ظاہر و باطن میں بس ناکام ہوں
جان و دل سے ہوں تو بندہ آپ کا — زرد رو شرمندہ بندہ آپ کا
کیا عجب ہے یہ سیاہی ہو سپید — آپ کے فضل و کرم سے ہے امید
بندگی میں گرچہ یہ مجبور ہے — نفس کی شامت سے یہ مجبور ہے
فضل پر قادر ہے مولا اور کریم — رحمتِ مولا ہے بندوں پر عمیم
ہو وسیلہ جس کا بس آلِ رسول — کیوں نہ اُس کے سب مطالب ہوں حصول

حافظ مدبر کا بیڑا پار ہو
کیونکہ تم آلِ نبی ستار ہو

مناقب حضرت غوث الثقلین شیخ الجن والانس والملائکۃ شیخ محی الدین ابو محمد سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ

عجب ہے شانِ محبوبی یہ کیا ہے سرِ ربانی — سراپا نور یزدانی وجودِ غوثِ صمدانی
مقامِ مقعدِ صدق یہ بخشش عام ہے اُس کی — خواص اُس کے نہیں معلوم کیا رکھتے ہیں سلطانی
قدم جس جا پہ ہے اُس کا بیاں میں کچھ نہیں آتا — تمامی اولیا کو درک سے اس کے ہے نادانی
یہ قطبیت و غوثیت جو ہے مشہور عالم میں — قسم ہے حق کی لے یارو کرے ہے اسکی دربانی
یہ ایسے رتبہ ہیں عام اُس کے دربارِ معلی میں — ہزاروں ہیں غلام اُس کے کہ وہ ہیں قطب ربانی
بیاں اُس کے مراتب کا کرے کوئی بھلا کیسے — سبھوں کے منہ پہ اُس جا پر لگی ہے مہرِ نادانی
بتلایا جس کو جتنا ہے وہ جانے ہے اسکو بس — تمامی باہیبت سے ہیں بیخبر انسی و جانی

ملائک طرح تو اگویاں جنابِ پاک میں اُس کی   خضر کرتا ہے روز و شب ہمیشہ اُس کی دربانی
قدم ہے اُس کا بس مہرِ ولایت اولیاؤں کی   ذرا دیکھو تو عبرت سے یہ ادنیٰ رفعتِ شانی
مرحمت جو ہوا مجھ کو جنابِ پاک سے اُس کی   بیاں اُس کا نہیں ہو سکتا ہے وہ سرِّ سبحانی
مگر اک رمز اُس میں سے بنوکِ خامہ لاتا ہوں   اگر توفیق ہو تجھ میں یہ سُن با صدقِ ایمانی
مریدوں کا وہ ہے ضامن تو ادنیٰ طاقت اُنکی ہے   کسی کی ہے مجال ایسی کرے جو ایسی جولانی
یہ کیا نکتہ ہے سُن لے طالبِ مولانا کہوں تجھ سے   بصدقِ جان سُن اس کو اگر ہے نورِ ایمانی
بروں حدّ و حصر سے ہیں جو درجہ ذاتِ مطلق کے   شمار اُس کے کرے کوئی نہ ہے یہ حدِّ امکانی
ہے درجہ پاک و برتر سب سے وہ عاشقِ محمد کا   ہیں محبوب اُس کے احمد وہ رسولِ پاک یزدانی
وہ ہی درجہ ہے جو وہ ناز بردارِ محمد ہے   کریں ہیں ناز محبوبی رسولِ انسی و جانی
وہ ہی درجہ ہے عاشق اُس جنابِ پاک پر وہ تھا   اُسی درجہ کے ہیں محبوب محی الدین جیلانی
ہزاروں ناز اُس کے ہیں اُسی ذاتِ خدا اوپر   یہ جو مشہور ہیں تبہ ہیں ادنےٰ رفعتِ شانی
یہ نکتہ ہے بہت باریک اب تم غور کر دیکھو   ہیں دونوں درجہ کے محبوب حضرت غوثِ صمدانی
خدا و مصطفیٰ دونوں ہے عاشق اُس کے اول سی   کریں ہیں ناز دونوں پر عجب محبوبِ سبحانی
وہ محبوبِ خدا و مصطفیٰ بے ریب و بیشک ہے   یہی موجب ہے جو کرتا ہے وہ ہر شئے پہ سلطانی
تمامی سلسلوں پر ہے جو غالب سلسلہ اُس کا   قدم گردن پہ ہے سب کی وہ ہے محبوبِ جانانی
نبوت اور ذاتِ حق اتحادِ وجہ کا نازاں دل   ازل سے تا ابد کس کو ملی یہ رفعتِ شانی
جو اسرارِ خدائی ہیں یہاں پر مندرج ہرگز   نہیں کرتا قلم اُس کے بیاں میں کچھ بھی جولانی
یہ جو لکھتا ہوں تصدیق اُس کی ہے موقوفِ عرفاں پر   اگر عرفان کچھ بخشیں جنابِ غوثِ صمدانی
کماحقہ ہو ویں ہم نازاں نصیبِ نیک پر اپنے   کریں مکشوف جو ہم پر ہزاروں سرِّ پنہانی
ہے محبت اُس کی بے علت نہ موقوفِ لیاقت کے   وہ اکرم ہے وہ ارحم ہے بلا حجت ہی برہانی
غلامِ خاص قادر ہوں شہنشاہِ جہاں ہوں میں   ہے مجھ کو ناز مولا پر گرداں ہوں سبب سلطانی
قسم ہے قادر و احمد کی ایسی محبت و شفقت   نہیں مبتذل کی ہرگز کسی پر اُسنے پنہانی
عبارت اور اشارت دونوں عاجز ہیں یہاں یارو   بیاں میں کچھ نہیں آتا یہ ہے اسرارِ وجدانی

یہ جو لکھتا ہوں شکرِ قادری کرتا ہوں میں دل سے اُسی کی شان ہے ایسی کہ ایک مفلس گدا اوپر	میں شکر یہ بیاں کرتا ہوں لطفِ قطبِ ربانی لُٹا یا ایک نظر میں اپنی ایسا گنجِ عرفانی

میں قول اپنے میں صادق ہوں ادب میں اُسکے فضل کا ہوں ✢
یہی وردِ زباں رکھتا ہوں میں یا غوثِ صمدانی

جدھر میں دیکھوں وہاں ہے قادر جہاں کو جاؤں وہاں ہے قادر
بر ارض و افلاک و عرش و کرسی جدھر کو دیکھوں اُدھر ہے قادر
بہ یمین و یسار و نشیب و بالا ✢ بہ تحت و فوق و ملاءِ اعلیٰ
جہاں پہ دیکھوں ہے نورِ والا جدھر کو دیکھوں اُدھر ہے قادر
یہاں بھی قادر وہاں بھی قادر ادھر بھی قادر اُدھر بھی قادر
یہ ادنے رتبہ ہے غوثِ حق کا ثرے سے لے کر کے تا ثریا
خدائی بھر میں جو ہیں یہ اشیا ✢ وہ ہیں مسخر بحکمِ والا
چہ ماہ و خورشید و نجم و اختر چہ حور و جنت و حوضِ کوثر
چہ خشک و تر ہیں کہ بحر یا بر وہ حکم قادر رواں ہے سب پر
یہاں بھی قادر وہاں بھی قادر ادھر بھی قادر اُدھر بھی قادر
عزیزو سوچو ذرا تو دل میں ✢ تمامی ادیان اور ملل میں
کہاں یہ طاقت ہے آب و گل میں ✢ کہ ہووے سب خلق اُسی کے ظل میں
مگر ہے غوثِ خدا کی طاقت ✢ خدا ہی کرتا ہے یہ صداقت
یہ کیا ہے شوکت یہ کیا ہے رفعت ✢ مجاز ہووے و یا حقیقت
یہاں بھی قادر وہاں بھی قادر ادھر بھی قادر اُدھر بھی قادر
دماغ ذاتی میں جب کہ پہنچا ✢ تو غلبہ رحمت سے یوں پکارا
کہ جو کہ ہووے مرید میرا ✢ کرے جو چاہے اُسے ہے ڈر کیا
جہاں میں مقبول جو ہے میرا ✢ وہی ہے مقبول کبریا کا
بہ دین و دنیا وہ بے خطر ہے ✢ نہ اُس کو غم ہے نہ ڈر کسی کا

یہاں بھی قادر وہاں بھی قادر ادھر بھی قادر اُدھر بھی قادر

دماغ کیا ہے کسی کا ایسا • وہ رتبہ کیا ہے کسی ولی کا

جو منہ سے بولے وہ کلمہ ایسا کہ ہووے ضامن وہ عاصیوں کا

جو محی دیں ہے وہ غوث حق کا • دماغ ذاتی سے جب کہ گذرا

کمال رحمت سے یہ پکارا • مرے مریدوں کو خوف ہے کیا

یہاں بھی قادر وہاں بھی قادر ادھر بھی قادر اُدھر بھی قادر

جناب احمدؐ رسول برحق شفیع ہیں دُنیا و آخرت میں

تمامی امت کے اپنے ضامن یہی ہے ورثہ وہ غوث حق ہیں

ہے ورثہ کا اہل اُسے نبی کا وہ جانشیں ہے نبی علی کا

قدم ہے اُس کا بقدم احمدؐ ہے نور حسنین و مصطفیٰؐ کا

یہاں بھی قادر وہاں بھی قادر ادھر بھی قادر اُدھر بھی قادر

تمام نبیوں کو فخر جو ہے بذاتِ پاکِ نبیؐ احمدؐ

گروہ ولیوں کو فخر ویسا بخاکِ اقدام غوثِ سرمد

نہ ہووے کیونکر کہ ہے وہ وارث تمام نعمائے احمدی کا

وجودِ حق ہے ظہور احمد وہ غوث نور محمدی کا

یہاں بھی قادر وہاں بھی قادر ادھر بھی قادر اُدھر بھی قادر

رسولِ ثقلین مصطفیٰ ہے • ظہور وہ خاص کبریا ہے

یہ غوثِ ثقلین محی دیں ہے • مثال اُس کی نہیں ہوا ہے

جو نورِ پاکِ محمدی ہے • وجودِ پاکِ محی الدیں ہے

ہمیں تو واللہ یہی یقیں ہے • وہ غوث افلاک اور زمیں ہے

یہاں بھی قادر وہاں بھی قادر ادھر بھی قادر اُدھر بھی قادر

مقام اُس کا فہم سے برتر نہ عرش و کرسی ہے اُس سے باہر

وصول ولیوں کا وہاں سے ابتر جہاں پہ پہنچے قدوم انور

کہاں ہے طاقت کسی ملک میں کہاں ہے امکاں کسی فلک میں
جو گردِ نعلین محی الدین کو بجلائے سُرمہ رکھے پلک میں
یہاں بھی قادر وہاں بھی قادر ادھر بھی قادر اُدھر بھی قادر

بھلا کسی کو ملا یہ رتبہ، کہ مثل جبریل امیں فرشتہ
وہ ہووے منظور اک نظر کا، بجان ساجد ہو اُس کے در کا
خضر سا یار و نبی تقبل، کرے وہ خدمت بجان اور دِل
مُطیع احکام غوثِ حق کا جو روز و شب ہووے اُس میں شاغل
یہاں بھی قادر وہاں بھی قادر ادھر بھی قادر اُدھر بھی قادر

جو پاکبازاں رہِ خدا ہیں وہ تحتِ اقدام محی الدیں ہیں
تمامی افراد اور اکمل فدائے اقدام محی الدیں ہیں
سبھی یہ ساجد ہیں اُس کے در کے سبھی ہیں ممنون اک نظر کے
یہ ذلہ بر ہیں اُسی کے گھر کے وہ مست از جام محی الدیں ہیں
یہاں بھی قادر وہاں بھی قادر ادھر بھی قادر اُدھر بھی قادر

بتاؤ ایسا کوئی ولی ہے کہ ہووے غالب طریقہ اُس کا
تمامی اطوار اور سلاسل پہ حکم جاری ہو اُس ولی کا
ہے خاص رتبہ محی الدیں کا کہ ہے وہ محبوب خاص حق کا
وہ غوث ثقلین نورِ حق ہے کہ مقتدا ہے وہ نہ طبق کا
یہاں بھی قادر وہاں بھی قادر ادھر بھی قادر اُدھر بھی قادر

نہیں ہے رتبہ کسی ولی کا کہ ہووے ہمسر محی الدین کا
جسے ہے قربِ خدا کا حاصل وہ کفش بردار ہے مہ جبیں کا
تمام سر جملہ اولیا کے وہ زیر اقدام محی الدیں ہیں
خدا اُٹھاتا ہے ناز ہر دم جو غوث بر حق محی الدین کا
یہاں بھی قادر وہاں بھی قادر ادھر بھی قادر اُدھر بھی قادر

خدائے اُس کو یہ دی ہے طاقت، کمال اقبال جاہ و رفعت
جہاں میں کیسا ہی ہووے کامل ہزار رکھتا ہو جاہ و رفعت
اگر وہ موردِ عتاب ہووے خدا کے محبوب نازنیں کا
مٹا دیں نام اُس کا دوستوں سے وہ ہووے لائق سزائے لعنت
یہاں بھی قادر وہاں بھی قادر ادھر بھی قادر اُدھر بھی قادر

جو ہووے مقبول شاہِ جیلاں تمام عالم کا ہو وہ سلطاں
یہی ہے مذہب یہی ہے ملت یہی ہے ایماں یہی ہے ایقاں
غلامِ درگاہ قادری ہوں ہزار منت خدائے یزداں
جو دل سے حافظ کے ہے یہ جاری قسم بذاتِ خدائے سبحاں
یہاں بھی قادر وہاں بھی قادر ادھر بھی قادر اُدھر بھی قادر

جنابِ غوثِ ولیِ برحق کریم اکرم ہیں دے رہے ہیں
یہی ہے دم دم نداءِ مطلق کریم اکرم ہیں دے رہے ہیں

مجال کیا ہے کسی بشر کی جو پہنچے رتبہ کو آپ کے وہ
سبھی بھکاری ہیں غوثِ اعظم کریم اکرم ہیں دے رہے ہیں

جہاں میں جتنے قطب ہیں یا غوث وہ ہووے محبوب یا کہ عاشق
وہ سب گدا ہیں محی الدیں کے کریم اکرم ہیں دے رہے ہیں

کسی کو دنیا دیا کہ دیں ہیں نصیب ہووے اگر ذرا بھی
عطائے درگاہ قادری ہے کریم اکرم ہیں دے رہے ہیں

تمام خاصانِ حق کہ جو ہیں مقام و معراج انکی ہووے ہیں
بزیرپائے محی الدیں ہیں کریم اکرم ہیں دے رہے ہیں

یہی وجہ ہے قدم ہے اُسکا تمام گردن پہ اولیا کی
مقام انکا ہے سب سے برتر کریم اکرم ہیں دے رہے ہیں

خدائی بھر کی جو نعمتیں ہیں وہ سب ہیں قبضہ میں غوثِ حق کے
جسے وہ چاہیں اُسکو دیویں کریم اکرم ہیں دے رہے ہیں

گروہ نبیوں میں جیسے حضرت جنابِ احمد رسولِ ثقلین
گروہ ولیوں میں محی الدیں ہیں کریم اکرم ہیں دے رہے ہیں

جہاں میں کیسا ہی ہووے کافر ہو یا کہ بد ہو یا کہ خاسر
جو چاہیں پل میں بنا دیں کامل کریم اکرم ہیں دے رہے ہیں

یہی عقیدہ ہے مذہب یہی ہے ایمان یہی ہے مشرب
عطائے حق ہے عطائے قادر کریم اکرم ہیں دے رہے ہیں

ذرا تو دیکھو یہ کیا تصرف ہے غوثِ اعظم محی الدیں کا
بخاکِ سفلی علائے علوی کریم اکرم ہیں دے رہے ہیں

یہاں ہیں مشہور غوثِ اعظم ملاءِ اعلیٰ میں باز اشہب
یہ کیا ہے سفلی وہ کیا ہے علوی کریم اکرم ہیں دے رہے ہیں

بھکاری قادر کے آستاں کے وہ بادشہ ہیں گو دو جہاں کے
انہیں تو ہر دم جنابِ قادر کریم اکرم ہیں دے رہے ہیں

بر عرشِ اعظم ہی ندا ہے فرشتوں کی بھی یہی صدا ہے
کہ غوث اعظم محی الدین ہے کریم اکرم ہیں دے رہے ہیں

غلام قادر کا ہے تو حافظ تجھے کسی کا بھلا ہے کیا ڈر
ہیں تیرے والی جناب قادر کریم اکرم ہیں دے رہے ہیں

سلطان جاں شاہِ شہاں یا غوث الاعظم دستگیر
فریاد رس ہر انس و جاں یا غوث الاعظم دستگیر

تو خاص محبوب خدا ہے ذات حق تجھ پر فدا
بل عین ذاتِ کبریا یا غوث الاعظم دستگیر

اے حاکمِ حکم ازل وے مالکِ ملکِ ابد
فرماں ترا حکمِ قضا یا غوث الاعظم دستگیر

پس قادرِ مطلق ہے تو فرماندہِ برحق ہے تو
ہر جا پہ ہے فرماں ترا یا غوث الاعظم دستگیر

تقدیر تیرے روبرو ہے دست بستہ مو بمو
جو چاہے سو کرتا ہے تو یا غوث الاعظم دستگیر

اے وارثِ ملکِ نبی وے قرۃ العینِ علی
نورِ شہیدِ کربلا یا غوث الاعظم دستگیر

امت میں جتنے پیر ہیں سارے ترے نخچیر ہیں
ہیں رب کے سب تجھ پر فدا یا غوث الاعظم دستگیر

حور و ملک جن و بشر بندہ ہیں تیرے سر بسر
ڈھونڈیں ہیں سب تیری رضا یا غوث الاعظم دستگیر

تقدیر حق ہے منتظر تیرے رضا و حکم پر
تو رب سے برتر ہے خدا یا غوث الاعظم دستگیر

تیرے برابر کون ہے سب سرنگوں ہیں جون ہیں
ہے کیا مجالِ اولیا یا غوث الاعظم دستگیر

سب تیرے فضلہ خور ہیں اور تو ہے مہمانِ خدا
مختارِ خوانِ مصطفےٰ یا غوث الاعظم دستگیر

کوئی صاحبِ عرفان ہو کیسا ہی عالی شان ہو
محتاج تیرا ہے سدا یا غوث الاعظم دستگیر

رزاق سب جاندار کا خلاق مست ہشیار کا
واللہ تو ہی ہے برملا یا غوث الاعظم دستگیر

ساجد ہیں تیرے انس و جان بندہ ہیں تیرے بیکماں
شمس و قمر ارض و سما یا غوث الاعظم دستگیر

بیشک تو ہے نورِ نبی سب وصف ہیں تیرے غیبی
پہنچے کوئی امکان کیا یا غوث الاعظم دستگیر

رفعت تری ہے اس قدر حیران ہیں سارے بشر
صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ یا غوث الاعظم دستگیر

حلال ہر مشکل ہے تو دلدارِ ہر بیدل ہے تو
اے مرحبا صد مرحبا یا غوث الاعظم دستگیر

ہے خلق میں مثلِ نبی مشکل کشا ہے جوں علی
جانِ شہیدِ کربلا یا غوث الاعظم دستگیر

امت کے عاصی متقی بس تجھ پہ نازاں ہیں سبھی
ضامن ہے تو پیشِ خدا یا غوث الاعظم دستگیر

ہے فضل تیرا بے سبب اور تیری رحمت بے تعب
بس عام ہے انعام ترا یا غوث الاعظم دستگیر

دریائے رحمت کا ترے جب جوش میں آوے یہاں — پھر کس کا ہو اچھا برا یا غوث الاعظم دستگیر

کیسا شقی اور کیا سعید کب ہے فضل سے یہ بعید — ایک پل میں ہو بدر الدجیٰ یا غوث الاعظم دستگیر

جیسا کہ حافظ ہے گدا مفلس فقیر اور بے نوا — ساری خدائی میں نہ تھا یا غوث الاعظم دستگیر

ساری عمر غافل رہا اور حق سے بس غافل رہا — جب آپڑا اور پر گدا یا غوث الاعظم دستگیر

کشتی نکالی آن میں جو غرق تھی طوفان میں — کیا کچھ کیا فضل و عطا یا غوث الاعظم دستگیر

رہزن کو کردے رہنما شیطان کو آدم بر ملا — یہ شان ہو کس کی بھلا یا غوث الاعظم دستگیر

جز تیرے کس کی شان ہے ستار تو ہر آن ہے — بخشندۂ جرم و خطا یا غوث الاعظم دستگیر

کس منہ سے تیرا شکر ہو کیا خاک یہاں پر فکر ہو — تیری ہو کیا وصف و ثنا یا غوث الاعظم دستگیر

کیا شکر تیرا میں کروں بس نیست اور نابود ہوں — میں کچھ نہیں تو ہی سدا یا غوث الاعظم دستگیر

میں ہوں فنا باقی ہے تو اور فضل کا ساقی ہے تو — تو محی دیں مصطفا یا غوث الاعظم دستگیر

مجھ کو بھروسا ہے سدا محروم کب جاوے گدا — در سے ترے یا مجتبےٰ یا غوث الاعظم دستگیر

کرتا ہے اب یہ التجا حافظ بھکاری بے نوا
دائم ہے تیرا گدا یا غوث الاعظم دستگیر

یا محی الدین محبوب خدا — حامیِ دیں سید خیر الورا

فخر دارد از تو احمد مجتبےٰ — مرحبا صد مرحبا صلِ علےٰ

ہر زماں رکھتا ہوں میں وردِ زباں — الاماں یا شاہِ جیلاں الاماں

جب کسی کو کوئی مشکل پیش ہو — اور رنج و غم سے وہ دل ریش ہو

گر غنی ہو یا کوئی درویش ہو — ہووے بیگانہ یا کوئی خویش ہو

ہر زماں رکھتا ہے وہ وردِ زباں — الاماں یا شاہِ جیلاں الاماں

تیرا وہ دربار عالی جاہ ہے — جسکا ساجد ہر گدا و شاہ ہے

حل مشکل کی وہ سیدھی راہ ہے — شہرت اب ماہی سے لے تا ماہ ہے

ہر زماں کہتے ہیں سب وردِ زباں — الاماں یا شاہِ جیلاں الاماں

تو ہے محبوب اُس خدائے پاک کا — تو ہے پیارا سید لولاک کا

تیر اعرفاں کیا ہے رتبہ خاک کا
ہر زماں رکہتے ہیں سب وردِ زباں
بے شبہ بندوں کے ضامن آپ ہیں
نورِ حق کے گنج و مخزن آپ ہیں
ہر زماں رکہتے ہیں سب وردِ زباں
تم نے صد ہا رہزنوں کو بر ملا
تم ہو بیشک محی دیں غوثِ خدا
ہر زماں رکہتے ہیں سب وردِ زباں
فضل تیرا جسکا ہووے دستگیر
جو کہ ہووے بندۂ پیرانِ پیر
ہر زماں رکہتے ہیں سب وردِ زباں
حکم تیرا بے شبہ حکمِ قضا
جو کرو تم وہ ہی کرتا ہے خُدا
ہر زماں رکہتے ہیں سب وردِ زباں
تم ہو وارثِ ملکِ احمد مجتبےٰ
قرۃ العینِ شہیدِ کربلا
ہر زماں رکہتے ہیں سب وردِ زباں
کشتیِ امت کے کشتیبان ہو
جس کی کشتی غرق در طوفان ہو
ہر زماں رکہتے ہیں سب وردِ زباں
یا محی الدیں مرے پیرانِ پیر
جو کہ ہووے پنجۂ غم میں اسیر
ہر زماں رکہتے ہیں سب وردِ زباں

بے سہارا سینۂ غمناک کا
الاماں یا شاہِ جیلاں الاماں
سب کے حامی اور معاون آپ ہیں
مشکلوں میں سب کے مامن آپ ہیں
الاماں یا شاہِ جیلاں الاماں
ایک دم میں رہنما ایسا کیا
فضل تیرا سب پہ ہے بے انتہا
الاماں یا شاہِ جیلاں الاماں
ایک دم کے دم میں ہو بدرِ منیر
دو جہاں کا ہووے وہ شاہ و امیر
الاماں یا شاہِ جیلاں الاماں
کچھ خلاف اس میں نہیں ہرگز ذرا
آپ کے تابع ہیں سب ارض و سما
الاماں یا شاہِ جیلاں الاماں
جانشیں برحق علیؓ مرتضےٰ
بضعۂ جسمِ بتولِ پارسا
الاماں یا شاہِ جیلاں الاماں
امتِ احمد کے بیشک جان ہو
پس حمایت سے تری امان ہو
الاماں یا شاہِ جیلاں الاماں
امتِ احمد کے تم ہو دستگیر
تم ہو حامی بیکسوں کے بینظیر
الاماں یا شاہِ جیلاں الاماں

گرچہ میں بدکار و نافرجام ہوں
اپنے اعمالوں سے میں بدنام ہوں
ہر زماں رکھتا ہوں یہ وردِ زباں
ہیں ترے بندے حسین اور مہ جبیں
اُنکا میں ادنےٰ ہوں ہردم خوشہ چیں
ہر زماں رکھتا ہوں یہ وردِ زباں
جا پڑی کشتی مری گرداب میں
ہوں ذلیل اور خوار سب احباب میں
ہر زماں رکھتا ہوں یہ وردِ زباں
ازبرائے آلِ پاک مصطفےٰ
صدقۂ شبیر و شبر بے ریا
ہر زماں رکھتا ہوں یہ وردِ زباں
پار ہو بیڑا مرا طوفان سے
اب نجات ہووے مجھے شیطان سے
ہر زماں رکھتا ہوں یہ وردِ زباں
آ پڑا در پر ترے خوار و تباہ
اب کرینگے آپ ہی اس کا نباہ
ہر زماں رکھتا ہوں یہ وردِ زبان
اپنے بندہ کی تمھیں ہی لاج ہے
دو جہاں میں تیرا ہی بس راج ہے
ہر زماں رکھتا ہوں یہ وردِ زباں
لو خبر حافظ کی یا غوثِ زماں
سب حوادث سے اُسے ہووے اماں

اور میں بد روز و بد ایام ہوں
پر ترے بندوں میں بس ناکام ہوں
الاماں یا شاہ جیلاں الاماں
مثلِ یوسف ہیں تمامی نازنیں
رات دن ہوں مبتلائے درد چیں
الاماں یا شاہِ جیلاں الاماں
مبتلا ہوں رات دن غرقاب میں
کمترک ہوں اور ضعیف رباب میں
الاماں یا شاہِ جیلاں الاماں
از طفیل حضرت آلِ عبا
لے بچا کشتی مری بہرِ خدا
الاماں یا شاہِ جیلاں الاماں
ہو منور دل مرا ایمان سے
پورا بندہ ہوں میں دل اور جان سے
الاماں یا شاہِ جیلاں الاماں
حافظِ مسکیں ذلیل و روسیاہ
غیر تیرے کون ہے اس کی پناہ
الاماں یا شاہِ جیلاں الاماں
تیرا بندہ تیرا ہی محتاج ہے
یہ ازل سے ہے نہیں کچھ آج ہے
الاماں یا شاہِ جیلاں الاماں
قطبِ ربانی شہنشاہِ جہاں
از طفیلِ سیّد خیر الزماں

ہر زماں رکھتے ہیں سب وردِ زباں
الاماں یا شاہِ جیلاں الاماں

مناقبِ حضرت سرورِ عاشقین محبوبِ رب العالمین امام العالمین مخدوم الثقلین حضرت خواجہ سیّد مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر رضی اللہ عنہُ وارضاہ

عجب بختِ ہمایوں بندگانِ خاص صابر کا
خم و خمخانہ و ساقی مئے و جام و سبو مینا
نہیں دیکھا خدائی بھر میں یہ نقشہ نہ یہ جلوہ
یہ فیضانِ الٰہی ہے دیا صحرائی صابر نے
نمایاں حسنِ احمد ہے ہر ایک برگ و شجر سے عیاں
تصرف اس کو کہتے ہیں کوئی بینا ہو یا اعمیٰ
جو بوسہ دیوے صدقِ دل سے خاکِ پاک صابر کو
قبولیت ہے ہر جا نیکبختوں اور سعیدوں کی
بجز درگاہِ صابر سچ بتاؤ کون ہے ایسا
نہیں محروم جاتا کوئی اُس درگاہ والا سے
یہ ادنےٰ رحمت اُس کی ہے گدا کو سلطنت بخشے
سبھی ہیں اس کے متوالے نہیں خالی کوئی اُس سے
ہیں جس درجہ کے محبوب اُس کے جدِّ امجد قادر
رسول اللہ و قادر ناز بردار اس کے ہیں ہر دم
اگرچہ منصبِ عاشق براہی حکمت اُس کو ہے
تصرف اُس کا جاری ہے تمامی اولیاؤں پہ
تصرف اُس کا بھی ویسا ازل سے لے ابد تک ہے

نہیں تھمتا ہے ایک لحظہ دمادم دورِ ساغر کا
جسے دیکھو وہی ہے مست و بیخود جامِ صابر کا
مئے وحدت سے پُر ہے ذرّہ ذرّہ خاکِ کلیر کا
کہ ہر یک خار و گل ہیں رہ دنما ہے جلوہ قادر کا
ذرا دیکھو تو کیا ہے منہ مقابل ماہ و اختر کا
ہو ظاہر سب پہ رتبہ اقتدائے آلِ پیمبر کا
وہیں ہووے نمایاں نورِ دلِ شبیر و شبّر کا
کوئی ہے دستگیر ایسا کہ پکڑے ہاتھ ابتر کا
کہ حامی ہو وے ہر مشکل میں درویش اور تونگر کا
وجود رحمۃ للعالمیں ہے نام صابر کا
گذارا اُس کے در پر ہوتا ہے مفلس تونگر کا
ہمیشہ اُس کی مجلس میں رواں ہے دورِ ساغر کا
وہ عاشق ہے اسی درجہ کا پیارا رب اکبر کا
وہ درجہ ذات بھی یارو اُٹھاوے ناز صابر کا
مگر محبوب و دلبر ہے جگر گوشہ پیمبر کا
ہے غلبہ سب کے اوپر بر ملا اُس ذاتِ قادر کا
وہی غلبہ ہے سب پر سیف علاؤالدین صابر کا

نرالا طور ہے اس کا عجب رندی و مستی ہے
پتا ہرگز نہیں لگتا نہ کچھ پا کا نہ کچھ سر کا

نہ گنجائش کسی کی نیک و بد اور مصلحت کی ہے
عجب اک طور ہے عالی ہمارے شاہ اکبر کا

محال و ممکن اور تقدیر اک دربان ہیں اُس کے
وہ ہے مختار فی الجملہ خدائے پاک کے گھر کا

جمالی اور جلالی شان محکوم ولایت ہیں
ہمیشہ حکم جاری ہے رواں اُس ذات سرور کا

یہ کیا رحمت ہے کیا قدرت کہ مجھ سا بینوا مُفلس
بدورِ جامِ صابر ہو گند بس ایسے ابتر کا

خدائی بھر میں تھا کوئی جو ہووے حامی ایسے کا
نہ پکڑے ہاتھ کوئی بھی ذلیل و خوار و کمتر کا

جو پکڑا ہاتھ تو ایسا لٹایا گنجِ عمرِ فانی
بیاں کس منہ سے ہو احسان ذاتِ پاک صابر کا

غلامِ کمترک کو سلطنت کونین دی دم میں
یہ ادنے بے نیازی ہے خواص اُس ذاتِ اطہر کا

نہیں ڈر مجھ کو منکر سے کرے انکار اگر کوئی
دل و جاں سے میں بندہ ہوں جنابِ پاک صابر کا

نہیں طاقت ذرا مجھ میں لکھوں میں کچھ بھی حال اپنا
مگر لاچار ہوں اس میں کہ یہ ہے حکم قادر کا

اگر صادق ہوں یا کاذب مگر ہوں حافظِ مسکیں
غلامِ خاص ہوں یارو علاؤ الدین صابر کا

عجب ہے قدرت خدا کی یارو کریم دے ہے بھکاری لے ہے
یہ کوئے صابر چلو سدھارو کریم دے ہے بھکاری لے ہے

چلو ری سکھیو یہی پکارو کریم دے ہے بھکاری لے ہے
سب اپنی پلکوں سے خاک جھاڑو کریم دے ہے بھکاری لے ہے

یہ کوئے صابر یہی ندا ہے کہ مانگو ہم سے جو کوئی گدا ہے
سبھی کی حاجت یہاں روا ہے کریم دے ہے بھکاری لے ہے

عجب یہ خمخانہ صابری ہے شرابِ وحدت یہاں بھری ہے
یہ دور ساقی جو چل رہا ہے کریم دے ہے بھکاری لے ہے

بعرش و کرسی یہی صدا ہے بہ ارض و افلاک غل مچا ہے
یہ در ہے صابر درِ خدا ہے کریم دے ہے بھکاری لے ہے

نشیب تحت الثریٰ سے لے کر فرازِ کرسیِ لامکاں تک

فرشتوں کی بھی یہی صدا ہے + کریم دے ہے بھکاری لے ہے

اگرچہ سلطان یا گدا ہے وہ در پہ صابر کے بینوا ہے

یہ رنگ صابر عجب رچا ہے + کریم دے ہے بھکاری لے ہے

جہاں میں ہم نے بہت پرکھا پر ایسا نقشہ کہیں نہ دیکھا

کہ فیض بخشش کا ہو وے لیکھا کریم دے ہے بھکاری لے ہے

بروضہ صابر کے میں جو پہنچا وہاں پہ جاکر کے کیا میں دیکھا

کہ بے توقف وبے تکلف کریم دے ہے بھکاری لے ہے

کہا میں دل میں الٰہی کیا ہے یہ در ہے صابر درِ خدا ہے

سُنا تو واں بھی یہی صدا ہے کریم دے ہے بھکاری لے ہے

خدائی بھر کی جو نعمتیں ہیں جو دین و دُنیا کی دولتیں ہیں

گدائے صابر وہ لوٹتے ہیں کریم دے ہے بھکاری لے ہے

ہزاروں درویش اور تونگر ز بارگاہِ کریم صابر

لئے وہ جاتے ہیں گود بھر بھر کریم دے ہے بھکاری لے ہے

بھکاری درگاہِ صابری کے نہ سر جھکاویں کسی کے آگے

مگر نثارِ طوافِ صابر کریم دے ہے بھکاری لے ہے

گدائے درگاہ صابری کے غنی ہیں دُنیا و آخرت میں

انہیں تو کافی یہی ہے دولت کریم دے ہے بھکاری لے ہے

ہیں تیرے حامی کریم صابر فقیر حافظ غریب مضطر

بھلا تو کہہ تو تجھے ہے کیا ڈر کریم دے ہے بھکاری لے ہے

ادا کس طور ہو وے مجھ سے شکر اُس ربّ اکبر کا

خیال اب کچھ نہیں ہے مجھ کو جنت حوض کوثر کا

عطا مجھ کو کیا حق نے غلامی خاص صابر کا

مگر نقشہ ہے میرے دل میں ہر دم روضہ صابر کا

جدہر دیکھوں جہاں دیکھوں نمایاں حسن صابر کا

تصرف بے تکلف ہر جگہ غلبہ ہے صابر کا

برب کعبہ سچ کہتا ہوں سنو مجھ سے تم یارو
اگر طالب ہو مولا کے دیا عاشق ہو دیندارو

بگوش دِل بصدقِ جاں سنو اور دیکھو پیارو
نہ دیکھو گے کہیں ایسا کوئی کیسا ہی سردارو

جدھر دیکھوں جہاں دیکھوں نمایاں حسن صابر کا
تصرف بے تکلف ہر جگہ غلبہ ہے صابر کا

جنوبی اور شمالی شرقی غربی سیر کر دیکھو
یہ بحرِ عشق ہے اس کو ذرا تم پیر کر دیکھو

لگا تحت الثریٰ سے لامکاں تک طیر کر دیکھو
بہ فوق و تحت در اس و چپ بھی تم سیر کر دیکھو

جدھر دیکھوں جہاں دیکھوں نمایاں حسن صابر کا
تصرّف بے تکلف ہر جگہ غلبہ ہے صابر کا

محی الدین قادر صورتِ محبوبِ احمدؐ ہے
یہ دونوں صورتیں جگ میں ظہورِ عشقِ سرمد ہے

علاؤالدین صابر صورتِ عشقِ محمدؐ ہے
طفیلی ان کے سارے ہیں یہ رتبہ خاص بیحد ہے

جدھر دیکھوں جہاں دیکھوں نمایاں حسن صابر کا
تصرف بے تکلف ہر جگہ غلبہ ہے صابر کا

ازل سے ابد تک ہے ظہورِ احمدِ صابر
تجلی ذاتِ حق تاباں بہ طورِ احمدِ صابر

تمامی خلق روشن ہے ز نورِ احمدِ صابر
ہیں ذرّہ بر سبھی یہاں از سرورِ احمدِ صابر

جدھر دیکھوں جہاں دیکھوں نمایاں حسن صابر کا
تصرّف بے تکلف ہر جگہ غلبہ ہے صابر کا

کوئی ناداں اگر سمجھے یہ خاصہ ذاتِ حق کا ہے
وجودِ پاک اُس کا بس نمونہ ذات حق کا ہے

کہو اس سے کہ صابر بھی خلاصہ ذات حق کا ہے
یہی باعث ہے وہ جو یہاں نمونہ ذات حق کا ہے

جدھر دیکھوں جہاں دیکھوں نمایاں حُسن صابر کا
تصرّف بے تکلف ہر جگہ غلبہ ہے صابر کا

کوئی کیسا ہی عارف ہو وہ یا درجہ میں کامل ہو
نہیں ممکن ہو ہمسر یا وصول اس کو میسر شامل ہو

صفات و ذات سے گذرا ہو یا حق سے وہ واصل ہو
حقیقت گر کہوں واللہ ابھی ایک خلق بیدل ہو

جدھر دیکھوں جہاں دیکھوں نمایاں حسن صابر کا
تصرّف بے تکلف ہر جگہ غلبہ ہے صابر کا

کوئی منکر ہو گر اُس کا کہو اُس سے کہ سر مارے
ہے عرفاں اس کا تو موقوف عشقِ ذات پر پیارے

جہاں میں ہیں بہت ایسے خدا کے در پہ بھٹکا کے
اگر عاشق نہیں ایسا وہ اور دوزخ کے انگارے

جدھر دیکھوں جہاں دیکھوں نمایاں حُسن صابر کا
تصرّف بے تکلّف ہر جگہ غلبہ ہے صابر کا

میں ہوں رسوا و سودائی غلامِ احمدِ صابر
نہ عاقل ہوں نہ کامل ہوں مگر ہوں حافظ ابتر

یہی کہتا ہوں زیبائی غلامِ احمدِ صابر
بھکاری اُس کے در کا ہوں غلامِ احمدِ صابر

جدھر دیکھوں جہاں دیکھوں نمایاں حسن صابر کا
تصرّف بے تکلّف ہر جگہ غلبہ ہے صابر کا

الیضاً فی مدحہ

یہاں عقل چکر کھاتی ہے خاصانِ خدا کی
کچھ شکل نظر آتی نہیں نورِ خدا کی

حیران خرد دنگ ہے سارے عُرفا کی
کیا مدح کرے کوئی شہِ جلّ وعلا کی

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جلّ وعلا کی
سلطان علی احمد مخدوم خدا کی

کیسا ہی کوئی دولتِ عرفان کو پاوے
ے فرش سے تا عرش بہت شور مچاوے

اور لاکھوں مقام عرش سے طے کر کے وہ جاوے
امکان ہے کیا رتبۂ صابر کو وہ پاوے

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جلّ وعلا کی
سلطان علی احمد مخدوم خدا کی

حیران ہیں ادراک سے سب عارف و واصل
کیسے ہی ولی ایسے بھی ہوں قابل و کامل

ہیں سوختہ پر آتشِ سوزان سے عاقل
ہیں درک سے اس مرتبہ میں ناقص و جاہل

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جلّ وعلا کی
سلطان علی احمد مخدوم خدا کی

کیا ڈھنگ ہے کیا رنگ ہے کیا شان ہے واللہ
کیا بے سر و سامانوں کا سامان ہے واللہ

کیا حُسن ہے کیا مان ہے کیا آن ہے واللہ
سلطان ہے بُرہان ہے سبحان ہے واللہ

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جلّ و علا کی
سلطان علی احمد مخدومِ خدا کی

ہر بے سرو ساماں کا ساماں وہی ہے
سب انجم و افلاک کا سلطان وہی ہے
ہر عاشق جانباز کا جانان وہی ہے
عشاقِ خداوند کا ایمان وہی ہے

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جلّ و علا کی
سلطان علی احمد مخدومِ خدا کی

وہ گوہر دریائے علی نور نبی ہے
اور ہیبت و شوکت میں سبھی شان ولی ہے
محبوبِ خدا سبط رسولِ عربی ہے
سب فہم خلائق کی مگر یہاں پہ غبی ہے

کچھ دھج ہی نرالی شہِ جلّ و عُلا کی
سلطان علی احمد مخدوم خدا کی

ہے فاطمہ زہرا کا عجب لاڈلا پیارا
ہے جان محمد کی وہ سلطان ہمارا
حسنین کا کیا خوب ہے وہ راج دولارا
سب اس کے ہیں محتاج وہ ہی سب کا سہارا

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہ جلّ و علا کی
سلطان علی احمد مخدوم خدا کی

وہ شیر غضنفر ہے جو میدانِ خدا میں
لا مثل و لا ثانی ہے وہ جود و سخا میں
پوتا اسد اللہ کا یکتا ہے صفا میں
اخلاق محمد سے ہے پُر لطف و وفا میں

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جلّ و علا کی
سلطان علی احمدِ مخدومِ خُدا کی

خمخانۂ وحدت کا وہی پیر مغاں ہے
گلزار محمد کا مگر سرو چماں ہے
فیضانِ الٰہی کا وہ دریائے رواں ہے
عمان نبوت ہے وہ سلطان جہاں ہے

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جلّ و علا کی
سلطان علی احمدِ مخدومِ خُدا کی

میخانۂ وہم جام و سبو مست ہیں اُس کے
مستان مئے عشق کے سب لپٹ ہیں اُس کے

عشاق ہزاروں ہیں زبردست ہیں اس کے
بس ابر کرم بحر سخا دست ہیں اُس کے

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جلّ وعلا کی
سلطان علی احمد مخدومِ خُدا کی

دریائے کرم اس کا اگر جوش میں آوے
صد کافر و فاسق کو وہ مقبول بنا دے
جس وقت گلابی کو اُٹھا منہ سے لگا دے
ہر واعظ و ملا کو خُدائی نظر آوے

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جل وعلا کی
سلطان علی احمد مخدوم خدا کی

رندانِ خرابات جو مستانہ ہیں اُس کے
چھک چھک کے وہ پیتے ہیں جو دیوانہ ہیں اُس کے
بے حد و حصر بادۂ و پیمانہ ہیں اُس کے
شطار زماں ساکنِ میخانہ ہیں اُس کے

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہ جل وعلا کی
سلطان علی احمد مخدومِ خُدا کی

کیا تیز مئے صابری شیشوں میں بھری ہے
ایک قطرہ ملے جس کو دو عالم سے بری ہے
ہو سب سے خبردار محض بے خبری ہے
نہ محو نہ کچھ صحو عجب شیشہ گری ہے

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہ جل وعلا کی
سلطان علی احمدِ مخدومِ خدا کی

جو بادۂ صابر سے ہیں سرشار شب و روز
وہ رند خدائی کے ہیں عیار شب و روز
دروازۂ صابر کے پرستار شب و روز
آزاد جہاں مست نہ ہشیار شب و روز

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جل وعلا کی
سلطان علی احمد مخدوم خدا کی

ہیں ساجد محرابِ خمِ ابروئے صابر
دن رات ہیں طوافِ قدِ دلجوئے صابر
کعبہ ہے اگر اُن کا تو ہے وہ کوئے صابر
سب طرف سے بیزار جھکے ہیں سوئے صابر

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جل وعلا کی
سلطان علی احمدِ مخدومِ خدا کی

مطلق ہیں مقید نہیں کچھ کفر نہ دیں کے
دن رات ہیں نظارہ کناں ماہ جبیں کے

آزاد ہیں پابند نہیں ہند نہ چیں کے
نہ عیش کے طالب ہیں نہ کچھ رنج و حزیں کے

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جل و علا کی
سلطان علی احمد مخدومِ خدا کی

نے کافر و مومن ہیں نہ کچھ فاسق و فاجر
نے طالب و مطلوب نہ کچھ سالک و رہبر

نے عابد و زاہد ہیں نہ کچھ ساکن و مضطر
ہیں محو جمالِ رخِ پُر جلوۂ صابر

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جل و علا کی
سلطان علی احمد مخدوم خُدا کی

اسلام یہی مذہب و آئین یہی ہے
تاثیر تماشائے رنگین یہی ہے

ملت ہے یہی عاشقوں کا دین یہی ہے
اور فرقِ بخود بین و خدا بین یہی ہے

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہ جلّ و علا کی
سلطان علی احمدِ مخدوم خُدا کی

اس بادۂ رنگین سے مدہوش ہے عالم
بیخود ہے اُسی مے سے بلانوش ہے عالم

عشاق کو صابر کے فراموش ہے عالم
اس بادۂ وحدت سے تو پرجوش ہے عالم

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جل و علا کی
سلطانِ علی احمد مخدوم خدا کی

ایک میں ہوں عمر ساری جو غفلت میں گنوائی
تقوے و عبادت کی بہت لوگ سُنائی

تسبیح و مصلے سے بہت آنکھ لڑائی
اور مسجد و منبر میں بہت دھوم مچائی

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہ جل و علا کی
سلطانِ علی احمد مخدوم خُدا کی

عالم میں بہت کوس مشیخت کا بجایا
اور دینِ مجازی سے بہت دل کو لگایا

آوازہ بہت زہد و ورع کا بھی سُنایا
پر اپنی حقیقت کا کبھی دھیان نہ آیا

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہ جل و علا کی
سلطان علی احمد مخدوم خدا کی

جو کوئی حقیقت سے بھلا اپنی ہے غافل
بس جبہ و دستار میں دل اس کا ہے مائل
کیا خاک ہوا دین کی دولت میں وہ شامل
غافل کو عبادات سے کیا ہوتا ہے حاصل

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہ جلّ و علا کی
سلطان علی احمد مخدوم خدا کی

غافل ہے حقیقت سے اگر ہے وہ مسلماں
کام آویں گے کیا اس کے بھلا حور و غلماں
کیا خاک ہے اسلام نہ کچھ دین نہ ایماں
غافل ہے حقیقت سے محض قالب بیجاں

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہ جل و علا کی
سلطان علی احمد مخدوم خدا کی

میں اور کو کہتا نہیں یہ حال مرا تھا
گو جنگل و ویرانہ میں اکثر میں پھرا تھا
دنیا کی محبت کا نشہ دل میں بھرا تھا
صد حیف مگر چاہِ ضلالت میں پڑا تھا

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہ جل و علا کی
سلطان علی احمد مخدوم خدا کی

بے مغز محض پوست تھا مانند دہل کے
باتیں ہی بناتا تھا محض علم و عقل کی
سرشار تھا رسموں میں اس آئین و ملل کے
دن رات مجھے مشق تھی بس مکر و دغل کی

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہ جل و علا کی
سلطان علی احمدِ مخدومِ خدا کی

ناگاہ بہ الطاف و فضل احمد مختار
جا پہنچا درِ میکدۂ صابر عیّار
مخدومِ خدا سبطِ نبی سید ابرار
دیکھا تو ہزاروں ہیں پڑے بیخود و سرشار

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جلّ و علا کی
سلطانِ علی احمد مخدوم خدا کی

میخانۂ صابر میں عجب ساقیِ طرّار
دیکھا تو وہی میکدہ صابر کا ہے مختار
بیٹھا ہے بصد زیب عجب چست و عیّار
چھلک چھلک کے پلاتا ہے ہزاروں کو وہ دلدار

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جلّ و علا کی
سلطان علی احمد مخدومِ خدا کی

صابر کا ہے دلدار وہ قادر کا پیارا
سب خاص کو اور عام کو ہے اُسکا سہارا
بے علت و اسباب کرے سب کا گذارا
زلفوں کو بناتا ہے وہ خود مست خود آرا

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہ جلّ و علا کی
سلطان علی احمد مخدومِ خُدا کی

خود مست ہے سرمست ہے اوروں کو کرے مست
سب اُس کی حضوری میں طلبگار ہیں اور پست
ہیں بحرِ عطا جود و کرم اس کے گویا دست
ان ہاتھوں سے دیتا ہی سبھوں کو وہ زبردست

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہ جلّ و علا کی
سلطان علی احمد مخدومِ خُدا کی

ہے مثل محمد کے مہربان وہ سب پر
صد لطف و کرم کرتا ہے ہر آن وہ سب پر
ہر طور سے کرتا ہے جو احسان وہ سب پر
آتش کو کرے دم میں گلستان وہ سب پر

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہ جلّ و علا کی
سلطان علی احمد مخدومِ خُدا کی

گردن ہے جھکی سب کی جو احسان سے اُس کے
کھاتے ہیں سبھی رزق مگر خوان سے اُسکے
قرباں سبھی ہوتے ہیں دل و جان سے اُس کے
ہیں لاکھوں پڑے گرد مسلمان سے اُس کے

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہ جلّ و علا کی
سلطان علی احمد مخدومِ خُدا کی

جب دیکھا میرا حال تبہ خوار و پریشاں
میخانہ کی دولت سے مجھے گرسنہ عریاں
رحم آیا اُسے مجھ پہ بصد لطف و احساں
بے علت و اسباب زہے عز زہے شان

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہ جلّ و علا کی
سلطان علی احمد مخدومِ خُدا کی

ایک قطرہ مجھے بادۂ احمر سے چکھایا
اور دین سے دنیا سے محض مجھ کو بھلایا
پھر بادۂ وحدت سے مجھے ایسا گھمایا
بس اپنے سوا اور سے بیہوش بنایا
کچھ دھج ہی نرالی ہے شہ جلّ و علا کی
سلطان علی احمد مخدومِ خدا کی

اب میری نظر میں نہیں واللہ کوئی اور
مجھ کو نہ رہی دل میں ذرا چاہ کوئی اور
غیر اس کے نہ موجود ہے واللہ کوئی اور
اس حال سے میرے نہیں آگاہ کوئی اور

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جلّ و علا کی
سلطان علی احمد مخدومِ خُدا کی

ہر طرف نمایاں اُسی دلدار کی صورت
جو نار تھے وہ ہو گئے گلزار کی صورت
ہر شے میں عیاں سید مختار کی صورت
صد شکر کہ ہے صاف وہ عیار کی صورت

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جلّ و علا کی
سلطان علی احمد مخدوم خُدا کی

اُس بُت نے اُٹھا منہ سے گلابی جو لگائی
سب جگ میں پھری احمد صابر کی دُہائی
شیشہ میں عجب آن سے چمکی تھی خدائی
مستوں نے خدائی میں عجب دھوم مچائی

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جلّ و علا کی
سلطان علی احمد مخدوم خدا کی

کیا شکر کروں اس کا زباں کونسی لاؤں
اب شکر یہی ہے کہ میں ہستی کو مٹاؤں
کیا نغمہ اس الطاف کا عالم میں سناؤں
اور غیر کو دلبر کے اس آتش میں جلاؤں

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جلّ و علا کی
سلطان علی احمد مخدومِ خُدا کی

صد شکر کہ حافظ نہ رہا یار و جہاں میں
غیر اُس کے نہیں کوئی عیاں کون و مکاں میں
دلدار ہے موجود زمیں اور زماں میں
عالم ہے زمانہ کے حوادث سے اماں میں

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جلّ و علا کی
سلطان علی احمد مخدومِ خُدا کی

ہے حافظِ شیدا جو یہ ادبار کا مارا
امید ہے الطاف سے ہو تیرے گذارا
اس کے سوا کچھ اور نہیں اُس کا سہارا
عالم میں ہو اس تیری عنایت کا نقارا

کچھ دھج ہی نرالی ہے شہِ جلّ و علا کی
سلطان علی احمد مخدومِ خدا کی

ایضاً فی مدحہ

دل چھین لیا میرا شہ خوش لقبی نے
محبوب خدا زبدۂ اولاد علی نے
سلطان جہاں سید والا نسبی نے
شاہنشہ ارضین و سما سبط نبی نے

بے چین کیا روے دلی عربی نے
مخدوم علی صابر والا لقبی نے

گرمی تپ ہجر سے تڑپوں ہوں شب و روز
پروانہ صفت جلتا ہوں اے شمع دل افروز
سینہ سے نکلتی ہے مری آہ جگر سوز
لب پر مرے رہتا ہے یہی شعر جگر دوز

بے چین کیا روے دلی عربی نے
مخدوم علی صابر والا لقبی نے

کشتہ ہوں بھلا ابروی خمدار کسی کا
جس وقت ہوا چہرہ نمودار کسی کا
بسمل ہوں ہوا طرۂ طرار کسی کا
رو رو کے یہ بولا دلِ بیمار کسی کا

بے چین کیا روے دلی عربی نے
مخدوم علی صابر والا لقبی نے

ہے زلفِ معنبر میں پھنسایہ دل نادان
ظاہر نظر آتے نہیں اب زیست کے ساماں
دم سرد ہے رخ زرد ہے در چشم ہے گریاں
ہر لحظہ یہی کہتا ہوں با نالۂ افغاں

بے چین کیا روے دلِ عربی نے
مخدوم علی صابر والا لقبی نے

مسحور ہوں میں سحر علی احمد صابر
گر فکر ہے تو فکر علی احمد صابر
مشکور ہوں میں شکر علی احمد صابر
اور ذکر ہے تو ذکر علی احمد صابر

بے چین کیا روے دلی عربی نے
مخدوم علی صابر والا لقبی نے

اُس نرگس شہلا کا ہوں مخمور میں جاناں
رکھتا ہوں خیال رخ پر نور میں جاناں
گو بزم سے تیری ہوں بھلا دور میں جاناں
اس شعر سے دن رات ہوں مسرور میں جاناں

بے چین کیا روے ولی عربی نے
مخدوم علی صابر والا لقبی نے

ہوں نشۂ الفت سے تری چور شب و روز
معذور ہوں لاچار ہوں مجبور شب و روز

دل تیرے تصوّر سے ہے معمور شب و روز
یہ شعر ہے ہر دم میرا دستور شب و روز

بے چین کیا روی ولی عربی نے
مخدوم علی صابر والا لقبی نے

کشتہ ہوں ترے غمزۂ جادو نگہی کا
دن رات تصور ہی قدِ سرو سہی کا

کچھ خوف نہیں مجھ کو رہا امر و نہی کا
دیکھونگا بھلا کونسے دن روز بہی کا

بے چین کیا روے ولی عربی نے
مخدوم علی صابر والا لقبی نے

بیمارِ تپِ عشق ہوں آ جلد خبر لے
راہی بدمِ عشق ہوں آ جلد خبر لے

سرشارِ مے عشق ہوں آ جلد خبر لے
مشتاقِ غمِ عشق ہوں آ جلد خبر لے

بے چین کیا روے ولی عربی نے
مخدوم علی صابر والا لقبی نے

غم کا ترے جاناں میں خریدار ہوں دل سے
ظاہر میں تو مجنون پر ہشیار ہوں دل سے

گو شادی دارین ہو بیزار ہوں دل سے
اس ناز پہ تیرا میں گرفتار ہوں دل سے

بے چین کیا روے ولی عربی نے
مخدوم علی صابر والا لقبی نے

کیا خوب ہی جانان مجھے بسمل تیں کیا ہے
تلوار ستی ابرو کی جو گھائل تیں کیا ہے

اپنے رخِ زیبا پہ جو مائل تیں کیا ہے
زلفوں کو جو اب رخ پہ حمائل تیں کیا ہے

بے چین کیا روے ولی عربی نے
مخدوم علی صابر والا لقبی نے

اب جام مئی وصل پلا دو مجھے جانی

سب رنج و غم و فکر بھلا دے مجھے جانی

پردہ رخِ انور سے اٹھا دے مجھے جانی
اور نقش غم غیر مٹا دے مجھے جانی

بے چین کیا روحی وئی عربی نے
مخدوم علی صابر والا لقبی نے

اس حافظ دلخستہ کی امداد ہو پیارے
تا اجڑا وطن اسکا بھی آباد ہو پیارے
لو جلد بلا اُس کو ذرا شاد ہو پیارے
اور خانہ رقیبوں کا بھی برباد ہو پیارے

بے چین کیا روحِ دلِ عربی نے
مخدوم علی صابر والا لقبی نے

یا علی احمد علاؤ الدیں علی
شیرِ یزداں حامیِ دینِ نبی

تم ہو پوتے حیدرِ کرّار کے
اور نواسے سیّدِ مختار کے

تیری دادی ہیں بتولِ پارسا
تم ہو بس سبطِ شہیدِ کربلا

تم جگر گوشہ ہو حسنِ مجتبا
پیار کرتے ہیں تمھیں زین العبا

ہو خلاصہ خاندانِ پاک کے
دودمانِ سیدِ لولاک کے

قادرِ مطلق جنابِ محی دیں
ہیں تمھارے جدِ امجد بالیقیں

ہو کریم ابن الکریم ابن الکریم
سب کے اوپر آپ کا فضلِ عمیم

قدرتِ مطلق سے بس قادر ہی تو
نام کا اپنے عجب صابر ہے تو

یعنی بندوں کی خطا اور جرم پر
صابرِ کامل ہے تو والا گہر

دُرّۃ التاجِ نبوت آپ ہیں
شمعِ معراجِ نبوت آپ ہیں

شاہِ اقلیمِ ولایتِ مرتضٰے
آفتابِ آسمانِ مصطفٰے

عشق کے میدان کے شیر ببر
مالکِ ملکِ خدائے بحر و بر

قاضی الحاجات ستار العیوب
وافر الالطاف غفار الذنوب

قامعِ عصیانِ وہمِ کفر و سباب
قاطعِ بنیانِ بدعات و عصاب

بحرِ اعظم جود و اکرام و کرم
نیرِ اعظم آسمانِ محترم

ہیں مکرم اور اکرم اکرمین
بندوں پہ اپنے ہیں ارحم راحمین

عاصیوں کے حق میں دریائے رواں
خاطیوں کے حق میں بحرِ بیکراں

ساقیِ میخانۂ عشقِ سرمدی
بدرِ کامل خاصِ نورِ احمدی

امتِ احمد میں مثلِ آفتاب
عینِ کامل یا علی بو تراب

کشتیِ امت کا کشتیبان ہے
حامیِ دیں پوری اس کی شان ہے

آدمِ خاکی سے گر عصیان ہے
مولا اُس کا رحمتِ رحمان ہے

یا علاؤالدین شاہِ دستگیر
مُرشداں را مُرشد و پیران پیر

بے بروں کا ہے ٹھکانا بس کہاں
جز ترے در کے شہِ کون و مکاں

بیکسوں کا مُونس و غمخوار ہے
فضل و رحمت کی تری سرکار ہے

بندہ نافرمان تیرا اے کریم
سب طرف سے ہو کے لاچار و سقیم

آپڑا در پر ترے سب چھوڑ کر
اب بھلا جاوے کہاں منہ موڑ کر

زرد رو اور زشت خو اور رو سیاہ
تیرے در پر آیا با حالِ تباہ

آس میں آیا ہوں تیرے فضل کے
تاب میں رکھتا نہیں ہوں عدل کی

تو ہے ستارالعیوبِ بندگاں
اور غفار الذنوب افتادگاں

چاہِ بابل میں ہوا ہوں میں اسیر
لے خبر جلدی مری تو اے مجیر

جا پڑی کشتی مری منجدھار میں
ہر طرف سے ہوں میں مار و مار میں

نفس کی شامت سے در تحت الثریٰ
تیرے بندہ کا عجب ڈیرہ ہوا

تو ہی گردابِ بلا سے گر رہا
ورنہ بندہ تیرا ضائع ہو چکا

جز ترے اب کون لے اُسکی خبر
تیری کافی ہے اُسے نیچی نظر

گو بُرا ہے یا بھلا ہے آپ کا
سب میں کہلاتا ہے پر بندہ ترا

لاج رکھ کر اپنے اسمِ پاک کی
غیرت اُس شہِ لولاک کی

وز طفیلِ امتِ خیر الورا
خاصِ محبوبِ جنابِ کبریا

صدقۂ آلِ نبی سبطِ رسول
وز طفیلِ سیدِ حضرتِ بتول

وز طفیلِ پیرِ مقبولِ انام
جانشینِ مرتضےٰ شاہِ نظام

دے ٹھکانے پر لگا بیڑا مرا
ورنہ ہووے غرق یہ بیڑا مرا

تیرے در کو چھوڑ کر جاؤں کہاں
الاماں یا شاہ جیلاں الاماں

تو بروں کا تو ہی کھیون ہار ہے
تیرے سب بندوں کی کشتی پار ہے

جز ترے در کے ٹھکانا کچھ نہیں
اور بس اپنا بیگانہ کچھ نہیں

کمتروں سے جو کہ کمتر ہیں ترے
اُن سے بدتر ہوں میں اے مولا مرے

بدتروں کی تو ہی لیتا ہے خبر
اُن کی جانب اور کس کو ہے نظر

تو بھی گر اُن کو بدا رہے اے کریم
پھر کہاں جاویں وہ باحال سقیم

ہے ازل سے یہ بھکاری آپ کا
فضل ہے بیشک یہ بارے آپ کا

حظ غلامی حافظ بدنام کو
بس ازل سے ہے ملا بے گفتگو

حمد ہے اُس ذات پاک اللہ کو
جس نے بھیجا یہاں رسول اللہ کو

دیکھنے کی اپنے جب خواہش ہوئی
پیدا جب اُس دم کیا نور نبی

یعنی جو تھا نور مطلق ذات کا
ایک تعین اُس کو اب پیدا ہوا

اُس تعین کو بچشم عاشقی
ذات پاک اس کے تئیں دیکھا کری

مظہر کامل صفات و ذات کا
عشق سے اُس نور کو اپنے کیا

دیکھا سب اپنی صفات اور ذات کو
اُس نے بس اُس نور میں جب ہو بہو

پھر تو اُس ذاتِ احد نے اُس کا نام
نور احمد کا رکھا مالا کلام

یعنی میم اس میں رکھا بہرِ ظہور
تاکہ گنج مخفی اب پاوے ظہور

اس احد کا نام جب احمد ہوا
سارا عالم اُس سے پھر پیدا ہوا

عرش و کرسی ہم زمین و آسماں
اور یہ شمس و قمر کون و مکاں

عالم علوی و سفلی سب کے سب
اُس سے ہی پیدا ہوئے از حکم رب

سارے موجودات نے پایا وجود
نور احمد سے کہ وہ ہے بحر جود

کوئی شے ایسی نہیں ہے اس کے بن
وہ نہ ہو اس میں وہ شے ہرگز نہ ہو

نورِ واحد ہے وہ سبکی اصل جان | اور قالب ہیں وہ سب میں مثلِ جان
ایک ہے کوئی نہیں اُس کا شریک | ثانی اپنا وہ نہیں رکھتا شریک
ایک ہے واللہ باللہ ایک ہے | دوسرے کا ہونا کب یہاں نیک ہے
سارے عالم کی حقیقت ہے وہی | وہ ہی حق ہے اُسکے بندہ ہیں سبھی
وہ ہی رب العالمیں واحد وجود | سب کو ہے اُس نور سے بود و وجود
جوکہ صورتِ ذات کو محبوب تھی | وہ ہی صورت حق نے بس آدم کو دی
نورِ احمد صورتِ آدم ہوا | عالمِ انسان اب قائم ہوا
مظہرِ کامل وہ ہم ذات و صفات | جامعِ اسما ظہورِ کائنات
سارے عالم کے نمونہ رکھدئیے | اس وجودِ آدمی میں بھر دیئے
اور خلقت آدمی کے واسطے | آدمی کو خاص اپنے واسطے
آدمی پیدا کیا عرفان کو | نے بنایا خواب و آب و نان کو
پھر ملک کے اور بہائم کے خواص | آدمی میں رکھدئیے بالاختصاص
صد ہزاراں انبیا اور اولیا | حق نے پھر بھیجے برائے اہتدا
تاکہ پہنچے خلق اپنی اصل کو | دور کردیں اُن کے ہجر و فصل کو
اصل کیا ہے نورِ پاکِ مصطفےٰ | حق ہے وہ نورِ نبی خیر الورا
سارے نبیوں نے جو دعوت خلق کی | بس ہدایت نورِ احمد کی کری
امتوں کو اپنی سب نے بایقیں | نورِ احمد کی بشارت خوب دیں
اتباع جس نے کیا دل شاد ہو | پہنچا اپنی اصل کو آباد ہو
جوکہ غافل ہوگیا اُس نور سے | وہ رہا محروم حق کے نور سے
بعد سب نبیوں کے وہ عیسےٰ نبی | پیدا عالم میں ہوے سُن اے اخی
جب ہوے عارف ز نورِ مصطفا | شرف دیکھا امتِ خیر الورا
کی دعا اُس حق سے ای عالی جناب | امتِ احمد میں ہوں ہیں کامیاب
در گروہِ امتِ خیر الورا | میں رہوں اور حشر بھی ہووے مرا

اپنی امت کو ہدایت یہ ہی کی
امتوں پہلی میں جو مومن ہوئے
جب ہوا ظاہر وہ نورِ پاکِ حق
یعنی ہوکر وہ مجسم نورِ پاک
وہ وجودِ واصداب رونق پذیر
تیرگی ظلمت ہوئی عالم سے گم
کفر اور بدعات سب جاتی رہے
وہ شفیع المذنبیں حامی ہوئے
پھر تو کیا منھ تھا جو ہوتے دوسرا
کیا زمانہ اور کیا ایام تھے
امتیں پہلی جو سنکر نام کو
اور نبی بھی پہلے سب مشتاق تھے
جب وہ نورِ پاک با حسن وجمال
اللہ اللہ غور کر اے ارجمند
چشم ظاہر سے جمالِ پاک کو
جو کہ صحبت میں صحابۂ پاک تھے
خاکِ پا کو اُن کی کیا پہنچے کوئی
عین حق تھے اور تھے قائم بہ حق
جانبِ حق خلق کے رہبر تھے وہ
نور حق تھا بس مجسم رو برو
شمس نورِ احمدی تھا بے حجاب
اپنی حکمت سے وہ قرصِ آفتاب
واسطہ کی اب ہوئی حاجت ضرور

راہ پاویں وہ بھی تا نورِ نبی
اُن سبھوں کے بس یقیں بڑھتے رہے
جو کہ تھا اصل الاصولِ نہ طبق
یک بیک ظاہر ہوا بالائے خاک
ہوگیا عالم میں کالشمس المنیر
نور کو ارشاد یہ پہنچا کہ قم
روشنی اسلام کی آتی رہے
عاصیوں کے بس ٹھکانے ہوگئے
غیر واحد دوسرے کا کیا پتہ
کیا مبارک بخت نیکو نام تھے
لاتی تھیں ایمان اے بخت نکو
تا مشرف ہوویں بس اُس نور سے
صورتِ بشری میں آیا با کمال
خاص و عام اُس سے ہوئے سب سر بلند
دیکھتا تھا ہر کوئی بے گفتگو
کارِ حق میں چست اور چالاک تھے
گو کہ ہو کوئی ولی اور متقی
حق سے پہنچے تھا انہیں ہر دم سبق
سارے عالم میں سبھی سرور تھے وہ
دیکھتے تھے حق کو وہ بے گفتگو
ہر کوئی بے واسطہ تھا فیضیاب
ہوگیا ظاہر میں جب زیر سحاب
وہ جو تھا بے واسطہ پایا فتور

جانشیں اور نائبِ خیر الورا
خلق و عالم کے ہوئے سب مقتدا

ہر قرن میں ہر زمانہ میں وہ ہی
ہادیِ مطلق ہے یارو سبھی

لے گئی خلقت کو سوئے حق تمام
جانبِ نورِ نبی خیر الانام

فیضیاب اُس نور سے کرتے رہے
کوششِ اندر دین کے کرتے رہے

واسطہ سے اُن کے ہر کس خاص و عام
تا بنورِ حق سبھی پہنچے تمام

ہر زمانہ میں فروغ اسلام کو
واسطہ سے اُن کے ہے بے گفتگو

انقطاع اس فیض کو ہرگز نہیں
بالیقیں ہرگز کبھو تا یوم دیں

تابشِ شمسِ نبوت تا قیام
امتِ احمد میں جاری ہے مدام

غلبہ ہے دینِ نبی کو ہر زماں
نائبانِ احمدی سے بے گماں

مقتبس ہے ہر کوئی اُس نور سے
وارثانِ احمدی کے نور سے

جانشیں اور وارثِ کامل جو ہے
نورِ حق سے ہر زماں واصل جو ہے

ہے وجود اُس کا وجودِ احمدی
فیض اُس کا عینِ جودِ احمدی

عینِ حق ہیں قول و فعل اُن کا ہی حق
راہِ حق میں سب پہ رکھتے ہیں سبق

ہادیِ مطلق ہیں سب کے مقتدا
نائبان و وارثِ خیر الورا

دینِ حق ہے اُن سے زندہ تا قیام
بیگماں اور بالیقین تم الکلام

ہے نبوت زندہ بس اُن کے سبب
ہیں نبوت کے وہ شاہد بے تعب

اتباع اُن کا ہے عینِ اقتدا
آلِ محمد سرورِ ہر دوسرا

قادرِ مطلق ہیں محی الدین حق
زندہ اُن سے ہے ہمیشہ دینِ حق

خلق پر مشفق ہیں وہ مثلِ نبی
فیضیاب اُن سے ہیں برنا و صبی

صابر بر حق ہیں اور شاکر مدام
زندہ ہے دینِ نبی اُن سے تمام

مخبرِ صادق امام المتقین
سرورِ ہر دوسرا در یوم دیں

فخر ان سے اپنی امت کا کریں
تاجِ رحمت اُن کے سر اوپر دھریں

ایک ہے نورِ نبی اور اُن کا نور
عینیت سے ہے اُن کو حق سے بے فتور

فیض سے اُن کے ہی پُر بسار جہاں
فیضیاب ہیں سب زمین و آسماں

خاندانِ قادری مشہور ہے
صابری وہ سلسلہ معمور ہے

صد ہزار ابدال و اقطاب و ولی
ذلہ پران سلسلوں کے ہیں جلی

سلسلہ قادر ضیاء دین ہے
بو العلا صابر کی رسم آئین ہے

آفتابِ حق امام العاشقین
نور بخشِ ہر کہین و ہر مہین

برملا تاباں ہے یارو دیکھ لو
جانبِ حق شاد و فرحاں تم چلو

دعوتِ حق کو قبول ایسی کرو
جان و دل سے راہ حق میں سر کو دو

دینِ احمد کا خلاصہ اور جان
سلسلہ پاک خدا ہے اسکو مان

سلسلہ پاکِ نبی میں آکے مل
ہووے جب نورِ نبی سے شاد دل

یا الٰہی از طفیلِ مصطفیٰ
حضرتِ مشکل کشا شیرِ خدا

صدقۂ تطہیر آں آلِ عبا
حضرتِ پاکِ بتولِ پارسا

از پئے شبیر و شبر ذو الکرم
اہل بیت آں نبی عالی ہمم

از طفیلِ حضرت محبوب حق
آں محی الدین فتاد نورِ حق

و زبرائے احمدِ مخدوم پاک
آں کہ روشن شد ازو ایں تیرہ خاک

دینِ احمد کو ہوا ایسا زیب و فر
امتِ احمد ہو با صد کر و فر

ہووے اسلام ایسا پھر رونق پذیر
دینِ حق روشن ہو چوں بدرِ منیر

آفتابِ حق جو ایسا ہو عیاں
جملہ خاص و عام ہوں سب عارفاں

علمِ عرفاں پائے پھر ایسا ظہور
ظلمتِ عالم کی ہو بس جملہ نور

ہووے تاباں وہ ضیاء دیں کمال
عارفاں سب ہوویں با عز و جلال

سلسلہ پیران ما روشن رہے
تا قیامت رشکِ صد گلشن رہے

حافظِ بیچارہ بھی اس میں شمار
ہووے تا ہوتا ہے دل سے نثار

ہوں درود اُس مصطفیٰ پر اور سلام
جانبِ امت سے تا یوم القیام

دیگر

کیا ہے فضلِ ایزدی اور لطفِ ربُ العالمین
جلوہ فرما مسندِ ارشاد پر ہے نازنیں

سیدِ والانسب اولاد ختم المرسلیں
نائبِ خیر الوریٰ نورِ شفیع المذنبیں

قرۃ العینِ علی ہے راحتِ جانِ بتول
جانشینِ مرتضےٰ ہم حامیِ دینِ متیں

محی الدیں قادر کا دلبر اور علی احمد کی جان
رہبرِ دینِ پیمبر ہادیِ اسلام و دیں

ہے ضیاءِ دینِ احمد بے شبہہ لاشک فیہ
رہنمائے گمرہاں اندر جہاں تا یومِ دیں

مالک و مختارِ کل اور حکمراں اندر زماں
فخر جملہ اولیں اور مقتدائے آخریں

فیض بخشِ کائنات اور حاکمِ ہر شش جہات
صورتِ فضلِ خدا اور نورِ خیر المرسلیں

ہے وہ ستار العیوب اور قاضی الحاجات خلق
فضل بے علت ہے وہ صلِ علیٰ صد آفریں

جب وہ ہے بواسطہ نورِ نبی سے فیضیاب
کیا ہے اُسکے روبرو کوئی ولی یا شیخِ دیں

پست ہیں اور خوشہ چیں بس سب اُسی کے روبرو
شیخ ہو یا ہو مُرید اور اولیائے کاملیں

سلسلہ اُسکا ہے سر سبز اور دائم بے گماں
فیضیاب اُس سے ہیں سارے بر ہمہ روئے زمیں

دوست اُس کے ہوویں آباد اور دشمن پائمال
فیض اُس کا ہو رواں از فضلِ ربّ العالمیں

فضل اسکا عام ہے اور رحمت اُس کی بیشمار
ہے محال اس جا پہ ممکن ہے برابر کفر و دیں

تیرے ادنےٰ خاکساروں میں اگر ہووے شمار
حافظِ مسکیں بھی کیا ہی عجب اے مہ جبیں

تمام شد و نحمد اللہ علیٰ ذالک بماہ رجب ۱۳۴۱ھ

شجرہ طیبہ چشتیہ صابریہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین الٰہی بحرمتہ وبرکت سید السادات خلاصۂ کل موجودات حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ الٰہی بحرمت بندگی حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت خواجہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ۔ الٰہی بحرمت بندگی حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت خواجہ سلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت خواجہ حذیفۃ المرعشی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت خواجہ ہبیرۃ البصری رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت خواجہ ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی گازرونی چشتی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت خواجہ عثمان ہارونی چشتی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری چشتی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت خواجہ بابا شیخ فرید الدین گنجشکر مسعود اجودہنی چشتی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت صابر اصبر قادر اقدر امام العالم و العالمین حضرت خواجہ سید مخدوم علاء الدین علی احمد صابر چشتی کلیری رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت بندگی حضرت سلطان التارکین شمس الاعظم بدرالدین حضرت خواجہ
سید شمس الدین ترک پانی پتی صابری رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت
خواجہ مخدوم شیخ جلال الدین کبیر الاولیا پانی پتی صابری رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت
بندگی حضرت مخدوم شیخ احمد عبدالحق صاحب توشہ ردولوی صابری رحمۃ اللہ علیہ الٰہی
بحرمت بندگی حضرت شیخ عارف بن شیخ احمد عبدالحق ردولوی صابری رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ محمد بن شیخ عارف بن احمد عبدالحق ردولوی صابری رحمۃ
اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی صابری
رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت مخدوم شیخ جلال الدین تھانیسری صابری
رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ مولانا عبدالشکور نظام الدین بلخی صابری
رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ ابوسعید گنگوہی صابری رحمۃ اللہ
علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ محمد صادق محبوب الٰہی گنگوہی صابری رحمۃ
اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ داؤد گنگوہی صابری رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ سوندھا صوفی سفیدونی صابری رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت بندگی حضرت مولانا محمد اکرم براسوی صابری رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت
بندگی حضرت حافظ شیخ محمد شہید پانی پتی صابری رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت
بندگی حضرت شاہ محمد ماہ پانی پتی صابری رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی
حضرت شیخ شاہ محمد نظام پانی پتی صابری رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت
افضل الکاملین سند الواصلین مظہر رحمۃ للعالمین شیخ الثقلین محبوب الاعظم
محب الحق خواجہ محمد محمود ابوالرحمۃ بندگی حضرت حافظ شیخ محمد لطافت علی دیوبندی
صابری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ✣

شجرۂ طیبہ قادریہ المبارکہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ الٰہی بحرمت سید السادات خلاصہ کل موجودات احمد مجتبےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ الٰہی بحرمت بندگی حضرت امیر المومنین علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہٗ الٰہی بحرمت بندگی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت امام امام محمد جعفر صادق رضی اللہ عنہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت امام موسےٰ کاظم رضی اللہ عنہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت امام علی موسےٰ رضا رضی اللہ عنہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت امام معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت خواجہ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ ابابکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ ابوالفضل ختلی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ ابوالحسن علی المنکاری رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ ابوسعید المبارک المخزومی رحمۃ اللہ علیہ۔ الٰہی بحرمت بندگی حضرت پیر پیراں امام العالم والعالمین غوث الثقلین سید محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت ابوالنجیب قادری رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ عمار یاسر رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ نجم الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ مجد الدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی

حضرت شیخ رضی الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت مولٰنا
شیخ احمد جرجانی قادری رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ
محمد نور الدین کبیر قادری رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ
علاؤ الدولہ قادری رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت مولٰنا شیخ
محمد محمود قادری رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت سید علی ہمدانی قادری
رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ ابو اسحاق ختلانی قادری رحمۃ اللہ
علیہ ۔ الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ علی نوربخش قادری رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ محمد علی قادری رحمۃ اللہ علیہ ۔ الٰہی بحرمت
بندگی حضرت شیخ نوربخش قادری رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ
سید حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ محمد میر قادری
رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی حضرت شیخ محمد یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت بندگی حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت
بندگی حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی
حضرت مولٰنا محمد یعقوب بدخشانی ابدال ہند رحمۃ اللہ علیہ الٰہی بحرمت بندگی
حضرت افضل الکاملین سند الواصلین مظہر رحمۃ للعالمین شیخ الثقلین محبوب
الاعظم محب الحق خواجہ محمد محمود ابو الرحمۃ بندگی حضرت حافظ شیخ محمد لطافت علی
دیوبندی قادری رضی اللہ تعالےٰ عنہ ؏

تمام شد

اول و آخر ہر شجرہ سہ سہ بار یا ہفت ہفت بار درود شریف بخوانند

مختصر تذکرہ حضرت حافظ صاحب قدس سرہ مصنف دیوان ہذا

حضرت قطب العالم جناب مولانا حافظ لطافت علی صاحب قدس سرہ العزیز کے حالات احاطۂ تحریر میں لانا درحقیقت اُس شخص کو شایاں ہے جو خود صاحب حال ہو اور اکابر کے حال و قال سے پوری مناسبت رکھتا ہو نہ کہ مجھ جیسے بے بضاعت شخص کو۔ میری غرض ان چند سطور کے تحریر کرنے سے صرف اسقدر ہے کہ میں اُن لوگوں کی خدمت میں جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مراتب عالیہ سے ناآشنا ہیں اور اُن کے مطالعہ سے یہ دیوان گذرے اجمالی طور پر اسقدر ذہن نشین کر دوں کہ اس کلام کو معمولی شاعرانہ تخیلات نہ خیال فرمادیں۔ یہ ایک ایسے مقدس شیخ کا کلام ہے جن کے متعلق اکثر اصحاب بصیرت اس پر متفق ہیں کہ قطب العالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد یہی ایک اُس پایہ کی پُرانوار ہستی پیدا ہوئی۔ آپ کے اوائل زمانہ کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ مسجد چھتہ (جس میں حضرت حاجی عابد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ آخر عمر تک تشریف فرما رہے) میں مشغول بخدا رہتے تھے ایک روز آپ صبح کے وقت مسجد سے باہر آئے تو مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب بدخشانی آپ کو اُٹھا کر کجری بن پہاڑ میں لے گئے اور بارہ برس تک وہیں رکھا۔ یہاں گھر کے آدمی جہلم اور برسی سے فارغ ہو چکے تھے۔ مدتِ مذکورہ کے بعد آپ شاہ منصور صاحب واقع سکروڈہ میں پہاڑ سے تشریف لاکر مقیم ہوئے۔ ایک شخص نے آپ کو پہچان کر دیوبند پہنچکر خبر دی آپ کے اعزہ وہاں سے آپ کو لائے۔ بوجہ ناخن و بال بڑھ جانیکے مہیب شکل بنی ہوئی تھی کہ آپ بہ مشکل پہچانے جاسکتے تھے غرض اس راستہ میں جو جفاکشی اور گرم سیری آپ نے فرمائی فی زمانہ کوئی کیا کر سکتا ہے۔ ارادہ ہے (خدا پورا کرے) کہ آپ کے حالات شریفہ کو بطور سوانح عمری قلمبند کر دیا جائے۔ اسوقت بالاجمال اور تبرکاً آپ کے مشائخ سلسلہ کا اظہار مناسب معلوم ہوتا ہے۔ آپ ہر چہار سلسلوں کے انوار سے مقتبس ہوئے ہیں * خاندانِ چشتیہ میں حضرت شاہ نظام صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے شاہ صاحب موصوف کے کمالات سے ایک عالم واقف ہے آپ حضرت شاہ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔ اور اولیائے کاملین میں سے ہوئے ہیں۔ خاندان قادریہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب بدخشانی ابدال ہند سے فیضیاب ہوئے جنکا ذکر ابھی گذرا حضرت کے خلفا میں اکثر ابدال ہوئے چنانچہ

میاں بلہرہ شاہ صاحب مولانا موصوف کے خلیفہ ابدال ہوئے۔ خاندان سہروردیہ میں آپ نے حضر
سید حسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت حاصل کی۔ حضرت سید صاحبؒ کا مزار پُرانوار مقام
شیخپورہ متصل سہارنپور میں واقع ہے۔ آپ ایک یگانۂ آفاق بزرگ تھے۔ خاندان رسول شاہی م
نو حریرگرجہ ... وال۔ داتا فدا حسین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ سے فیض حاصل ہوا ہے جنکا مزار مبارک جمن
آگیا ہے۔ حضرت داتا صاحبؒ کا اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا زمانہ ایک ہوا ہے۔ حضرت داتا
سے مولانا کو بھی بہت فیض پہنچا۔ الحاصل ناظرین خیال فرما سکتے ہیں کہ اتنے اکمل اولیائے کر
مقبول کردہ ہستی کس درجہ عالی مرتبہ رکھ سکتی ہے۔ اور ایسے شخص کا کلام منظر مقام کس پایہ کا
کلام الملوک ملوک الکلام قدردان امید ہے کہ اس دیوان کے حرف حرف میں ایک خاص انوار دیکھ
جو ایک منور قلب سے نکلکر مبارک زبان پر آئے اور حوالہ قرطاس ہوئے۔ حضرت حافظ صاحب
شرفائے دیوبند میں سے تھے مگر عرصہ سے مقام شیخپورہ قیام فرما تھے وہیں وصال ہوا اور وہیں
مزار شریف ہے جو درگاہ حافظ صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ ہر سال آپ کا عرس شریف بتا
۱۲ ا شعبان لغایۃ ۱۴ ا شعبان ہوتا ہے۔ علاوہ ساکنان شیخپورہ شریف کے جو سب کے سب آ
خدام میں سے ہیں باہر سے بھی زائرین کی بڑی تعداد تاریخ مقررہ پر حاضر ہوتی ہے جن کا انتظا
و خورد و نوش وغیرہ بعد وفات حضرت قبلہ والد ماجد مولانا حکیم بشیر احمد صاحب مرحوم بندہ درگا
متعلق ہوا ہے۔ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب مسمیٰ بکاشف الاسرار (جس میں
مسائل تصوف کو جس عجیب طرز پر آپ نے طے فرمایا ہے اس راہ میں گامزن ہونیوالوں کے لئے ح
بنانے کے قابل ہے) شائع ہو چکا ہے اب آپ کے مقبول دیوان کا ایک حصہ ہدیۂ ناظ
کرنے کا مبارک موقع آگیا۔ امید ہے کہ مستفیضین اس سے نہ محظوظ نہ ہوں گے اور اسکی
میں سعی فرمائینگے۔ دعا فرمائیں کہ حق تعالےٰ موانع مرتفع فرمائے اور دیگر تصانیف شیخ
شائع کرنے کا موقع عطا فرمائے۔ آمین۔

الراقم

خاکسار محمد منعم دیوبندی عفی عنہ نبیرہ و سجادہ نشین درگا
حضرت موصوف ابن مولانا حکیم بشیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علی